تفسیر ابن کثیر اردو پارہ نمبر ۱۸

فہرست اہم مضامین

ناشر: مسعود پبلشنگ ہاؤس دیوبند یوپی

یہ تفسیر کشمیر میں ملنے کا پتہ: مکتبہ مسلم بربر شاہ سرینگر کشمیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجُزْءُ الثَّامِنَ عَشَرَ ١٨

تفسیر ابن کثیر اردو کا اٹھارواں پارہ "قد افلح"

تفسیر سورہ مومنون مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِيْنَ هُمْ
یقیناً ایمانداروں نے نجات حاصل کرلی جو اپنی

فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ②
نماز میں خشوع کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ③
جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ④
جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ⑤
جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں

اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ
بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ⑥
یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ
اس کے سوا جو اور ڈھونڈیں وہی حد سے تجاوز

هُمُ الْعَادُوْنَ ⑦ وَالَّذِيْنَ هُمْ
کرجانے والے ہیں جو اپنی امانتوں

لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ⑧
اور وعدے کے حفاظت کرنے والے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ⑨
جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کیا کرتے ہیں

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ⑩ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ
یہی وارث ہیں جو فردوس کے

الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪
وارث ہوں گے. جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے.

نسائی، ترمذی، مسند احمد میں مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی اترتی تو ایک ایسی میٹھی میٹھی بھینی بھینی ہلکی ہلکی سی آواز آپکے پاس سنی جاتی جیسے شہد کی مکھیوں کے اڑنے کی بھنبھناہٹ کی ہوتی ہے ایک مرتبہ یہی حالت طاری ہوئی، تھوڑی دیر کے بعد جب وحی اتر چکی تو آپ نے قبلے کی طرف متوجہ ہوکر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاکر یہ دعا پڑھی کہ خدایا تو ہمیں زیادہ کر کم نہ کر ہمارا اکرام کر اہانت نہ کر ہمیں انعام عطا فرما محروم نہ رکھ ہمیں دوسروں پر اختیار کرلے ہم پر دوسروں کو پسند نہ فرما ہم سے تو خوش ہوجا، اور ہمیں خوش کردے، عربی کے الفاظ یہ ہیں، اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَارْضَ عَنَّا وَاَرْضِنَا

پھر فرمایا مجھ پر دس آیتیں اتری ہیں، جو ان پر جم گیا وہ جنتی ہو گیا، پھر آپ نے مندرجہ بالا دس آیتیں تلاوت فرمائیں امام ترمذی رح اس حدیث کو منکر بتلاتے ہیں کیونکہ اس کا راوی صرف یونس بن سلیم ہے جو محدثین کے نزدیک معروف نہیں نسائی میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضور ص کے عادات و اخلاق کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا، حضور م کا خُلق قرآن تھا پھر ان آیتوں کی بجا فظون تک تلاوت فرمائی اور فرمایا یہی اخلاق حضرت م کے تھے۔ مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنتِ عدن پیدا کی اور اس میں درخت وغیرہ اپنے ہاتھ سے لگائے تو اُسے دیکھ کر فرمایا، کچھ بول اس نے یہی آیتیں تلاوت کیں جو قرآن میں نازل ہوئیں، ابوسعید رض فرماتے ہیں کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی اور دُوسری چاندی کی ہے، الخ فرشتے اس میں جب داخل ہوتے کہنے لگے واہ واہ یہ تو بادشاہوں کی جگہ ہے اور روایت میں ہے اس کا گارہ مشک کا تھا، اور روایت میں ہے کہ اس میں وہ چیزیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی دل نے سمائی اور روایت میں ہے کہ جنت نے جب ان آیتوں کی تلاوت کی تو جناب باری نے فرمایا مجھے اپنی بزرگی اور جلال کی قسم تجھ میں بخیل ہرگز داخل نہیں ہو سکتا، اور حدیث میں ہے کہ اس کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے اور دُوسری سُرخ یاقوت کی اور تیسری سبز زبرجد کی اس کا گارا مشک کا ہے، اس کی گھانس زعفران ہے الخ اس کے آخر میں ہے کہ اس حدیث کو بیان فرما کر حضور م نے آیت وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ، پڑھی، الغرض فرمان ہے کہ مومن مُراد کو پہنچ گئے وہ سعادت پا گئے، انھوں نے نجات پالی، ان مومنوں کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں خوفِ خدا رکھتے ہیں خشوع اور سکون کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں دل حاضر رکھتے ہیں نگاہیں نیچی ہوتی ہیں بازو جھکے ہوئے ہوتے ہیں، محمد بن سیرین کا قول ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے تھے لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان کی نگاہیں نیچی ہو گئیں، سجدے کی جگہ سے اپنی نگاہ نہیں ہٹاتے تھے اور یہ بھی مروی ہے کہ جا نماز سے اِدھر اُدھر ان کی نظر نہیں جاتی تھی، اگر کسی کو اس کے سوا عادت پڑ گئی ہو تو اُسے چاہئے کہ اپنی نگاہیں نیچی کر لے۔ ایک مُرسل حدیث میں ہے کہ حضور م بھی اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے ایسا کیا کرتے تھے، پس یہ خضوع و خشوع اسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جس کا دل فارغ ہو خلوص حاصل ہو اور نماز میں پوری دلچسپی ہو اور تمام کاموں سے زیادہ اسی میں دل لگتا ہو۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے خوشبو اور عورتیں زیادہ پسند ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھدی گئی ہے (نسائی) ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے نماز کے وقت اپنی لونڈی سے کہا کہ پانی لاؤ، نماز پڑھ کر راحت حاصل کروں تو سننے والوں کو انکی یہ بات گراں گذری آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے تھے اے بلال اٹھو اور نماز کیساتھ ہمیں راحت پہنچاؤ۔ پھر اور وصف بیان ہوا کہ وہ باطل سے شرک سے گناہ سے اور ہر ایک بیہودہ اور بے فائدہ قول و عمل سے بچتے ہیں جیسے فرمان ہے وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا وہ لغویات سے بزرگانہ گذر جاتے ہیں وہ برائی اور بے سُود کاموں سے خدا کی روک کی وجہ سے رک جاتے ہیں اور وصف ان کا یہ ہے کہ یہ زکوٰۃ مال ادا کرتے ہیں، اکثر مفسرین یہی فرماتے ہیں لیکن اس میں ایک بات یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ کی فرضیت ہجرت کے دوسرے سال میں ہوتی ہے۔ پھر مکی آیت میں اس کا بیان کیسے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل زکوٰۃ تو مکہ میں ہی واجب ہو چکی تھی، ہاں اس کی مقدار مالی کا نصاب وغیرہ یہ سب احکام مدینے میں مقرر ہوئے دیکھئے سورۃ انعام بھی مکیہ ہے اور اس میں بھی زکوٰۃ کا حکم وجود

ہے وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ یعنی کھیتی کے کٹنے والے دن اس کی زکوٰۃ ادا کرو دیا کرو، ہاں یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ مراد زکوٰۃ سے یہاں نفس کو شرک و کفر کے میل کچیل سے پاک کرنا ہو جیسے فرمان ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا الخ جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اس نے فلاح پائی اور جس نے اسے خراب کر لیا وہ نامراد ہوا، یہی ایک قول آیت وَ وَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ الخ میں بھی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت میں دونوں زکوٰتیں ایک ساتھ مراد لی جائیں، یعنی زکوٰۃ نفس بھی اور زکوٰۃ مال بھی فی الواقع مومن کامل وہی ہے جو اپنے نفس کو بھی پاک رکھے اور اپنے مال کی بھی زکوٰۃ دے واللہ اعلم۔ پھر اور وصف بیان فرمایا کہ وہ سوائے اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے اور عورتوں سے اپنے نفس کو دور رکھتے ہیں یعنی حرام کاری سے بچتے ہیں، زنا لواطت وغیرہ سے اپنے تئیں بچاتے ہیں، ہاں ان کی بیویاں جو خدا نے ان پر حلال کی ہیں اور جہاد میں ملی ہوئی لونڈیاں جو ان پر حلال ہیں ان کے ساتھ ملنے میں کوئی ملامت اور حرج نہیں جو شخص اس کے سوا اور طریقوں سے یا اوروں سے خواہش پوری کرے وہ حد سے گذر جانے والا ہے، قتادہ رح فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے غلام کو لے لیا اور اپنی سند میں یہی آیت پیش کی جب حضرت عمر رض کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے صحابہ کے سامنے اس معاملہ کو پیش کیا، صحابہ رض نے فرمایا اس نے غلط معنی مراد لیے، اس پر فاروق اعظم رض نے اس غلام کا سر منڈوا کر جلاوطن کر دیا اور اس عورت سے فرمایا اس کے بعد تو ہر مسلمان پر حرام ہے لیکن یہ اثر منقطع ہے اور ساتھ ہی ... ہے امام ابن جریر نے اسے سورۂ مائدہ کی تفسیر کے شروع ... وارد کیا ہے لیکن اس کے وارد کرنے کی موزوں جگہ یہی ... ہے تمام مسلمانوں پر حرام کرنے کی وجہ ... خلاف اس کے ساتھ معاملہ کرنا تھی

واللہ اعلم، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے موافقین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنا خاص پانی نکالنا حرام ہے کیونکہ یہ بھی ان دونوں حلال صورتوں کے علاوہ ہے اور مشت زنی کرنے والا شخص بھی حد سے آگے گذر جانیوالا ہے امام حسن بن عرفہ نے اپنے مشہور جزء میں ایک حدیث وارد کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سات قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھیگا اور نہ انھیں پاک کریگا اور نہ انھیں عالموں کے ساتھ جمع کریگا اور انھیں سب سے پہلے جہنم میں جانے والوں کے ساتھ جہنم میں داخل کرے گا یہ اور بات ہے کہ وہ توبہ کر لیں توبہ کرنے والوں پر خدائے تعالیٰ مہربانی سے رجوع فرماتا ہے، ایک تو ہاتھ سے نکاح کرنیوالا یعنی مشت زنی کرنیوالا اور اغلام بازی کرنے اور کرانیوالا اور نشہ باز شراب کا عادی اور اپنے ماں باپ کو مارنے پیٹنے والا یہاں تک کہ وہ چیخ پکار کرنے لگیں اور اپنے پڑوسیوں کو ایذا پہنچانے والا یہاں تک کہ وہ اس پر لعنت بھیجنے لگیں اور اپنی پڑوسن سے بدکاری کرنے والا لیکن اس میں ایک راوی مجہول ہے واللہ اعلم، اور وصف ہے کہ وہ اپنی امانتیں اور اپنے وعدے پورے کرتے ہیں امانت میں خیانت نہیں کرتے بلکہ امانت کی ادائیگی میں سبقت کرتے ہیں وعدے پورے کرتے ہیں اس کے خلاف عادتیں منافقوں کی ہوتی ہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے خلاف کرے، جب امانت دیا جائے خیانت کرے، پھر اور وصف بیان فرمایا کہ وہ نمازوں کی ان کے اوقات پر حفاظت کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو وقت پر ادا کرنا۔ پوچھا گیا پھر؟ فرمایا ماں باپ سے سلوک کرنا۔ پوچھا گیا پھر؟ فرمایا خدا کی راہ میں جہاد کرنا (بخاری و مسلم) حضرت قتادہ رح فرماتے ہیں وقت سے رکوع سجدے وغیرہ کی حفاظت مراد ہے ان پر دوبارہ نظر ڈالو شروع میں بھی نماز کا بیان ہوا اور آخر میں بھی نماز کا بیان ہوا جس سے ثابت ہوا کہ نماز سب سے افضل ہے حدیث

شریف میں ہے سیدھے سیدھے رہو اور تم ہر گز احاطہ نہ کرسکوگے جان لو کہ تمہارے تمام اعمال میں بہترین عمل نماز ہے دیکھو وضو کی حفاظت صرف مؤمن ہی کرسکتا ہے، ان سب صفات کو بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ یہی لوگ وارث ہیں جو جنت الفردوس کے دائمی وارث ہوں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے خدا سے جب جنت مانگو جنت الفردوس مانگو وہ سب سے اعلیٰ اور اوسط جنت ہے، وہیں سے جنت کی سب نہریں جاری ہوتی ہیں اسی کے اوپر خدا تعالیٰ کا عرش ہے (صحیحین) فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک کی دو دو جگہیں ہیں ایک منزل جنت میں ایک جہنم میں۔ جب کوئی دوزخ میں گیا تو اس کی منزل کے وارث جنتی بنتے ہیں اسی کا بیان اس آیت میں ہے، مجاہد رح فرماتے ہیں جنتی تو اپنی جنت کی جگہ سنوار لیتا ہے اور جہنم کی جگہ ڈھا دیتا ہے اور دوزخی اس کے خلاف کرتا ہے کفار جو عبادت کیلئے پیدا کئے گئے تھے انھوں نے عبادت ترک کردی تو ان کے لئے جو انعامات تھے وہ ان سے چھین کر سچے مؤمنوں کے حوالے کردیئے گئے، اسی لئے انھیں وارث کہا گیا۔ صحیح مسلم میں ہے کچھ مسلمان پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر آئیں گے جنھیں اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر ڈال دے گا اور انھیں بخش دے گا، اور سند سے مروی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک ایک یہودی یا نصرانی دیگا کہ یہ تیرا فدیہ جہنم ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب یہ حدیث سنی تو راوی حدیث ابو بردہ رح کو قسم دی انھوں نے تین مرتبہ قسم کھا کر حدیث کو دہرا دیا، اسی جیسی آیت یہ بھی ہے تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا الخ اور آیت میں ہے وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا الخ فردوس رومی زبان میں باغ کو کہتے ہیں بعض سلف کہتے ہیں کہ اس باغ کو جس میں انگور کی بیلیں ہوں۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ

یقیناً ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے

مِّن طِينٍ (۱۲) ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي

پیدا کیا۔ پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار

قَرَارٍ مَّكِينٍ (۱۳) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ

دے دیا۔ پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون

عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً

بنا دیا۔ پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا

پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں پیدا کر دیں

الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ

پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا پھر ایک اور ہی پیدائش میں پیدا

فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (۱۴)

کر دیا۔ برکتوں والا ہے وہ خدا جو سب سے اچھی پیدائش کرنے والا ہے

ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ (۱۵)

اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو

ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ (۱۶)

پھر قیامت کے دن بلا شبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ انسانی پیدائش کی ابتداء بیان کرتا ہے کہ اصل آدم مٹی سے ہے جو کیچڑ کی اور بجنے والی مٹی کی صورت میں تھی پھر حضرت آدم ع کے پانی سے ان کی اولاد پیدا ہوتی جیسے فرمان ہے خدا تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کر کے پھر انسان بنا کر زمین پر پھیلا دیا۔ مسند میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ع کو خاک کی ایک مٹھی سے پیدا کیا جسے تمام زمین پر سے لی تھی پس اسی اعتبار سے اولاد آدم ع کے رنگ روپ مختلف ہوتے، کوئی سرخ ہے کوئی سفید ہے کوئی سیاہ ہے کوئی اور رنگ کا ہے ان میں نیک بھی ہیں اور بد بھی ہیں ثُمَّ جَعَلْنَاهُ میں ضمیر کا مرجع جنس انسان کی فطرت ہے جیسے ارشاد ہے وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ اور آیت میں ہے أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ پس انسان کے لئے ایک مدت معین تک اس کی ماں کا رحم

ہی ٹھکانا ہوتا ہے جہاں ایک حال سے دوسری حالت کیطرف اور ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، پھر نطفہ کو جو ایک اچھلنے والا پانی ہے، جو مرد کی پیٹھ سے اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے شکل بدل کر سرخ رنگ کی بوٹی کی شکل میں بدل جاتا ہے، پھر اسے گوشت کے ایک ٹکڑے کی صورت میں بدل دیا جاتا ہے جس میں کوئی شکل اور کوئی خط نہیں ہوتا، پھر ان میں ہڈیاں بنا دیں سر ہاتھ پاؤں ہڈی رگ پٹھے وغیرہ بنائے، پیٹھ کی ہڈی بنائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انسان کا تمام جسم گل سڑ جاتا ہے سوائے ریڑھ کی ہڈی کے اسی سے پیدا کیا جاتا ہے اور اسی سے ترکیب دی جاتی ہے۔ پھر ان ہڈیوں کو وہ گوشت پہناتا ہے تاکہ وہ پوشیدہ اور قوی رہیں پھر اس میں روح پھونکتا ہے جس سے وہ ہلنے جلنے چلنے پھرنے کے قابل ہوجائے اور ایک جاندار انسان بن جائے دیکھنے کی سننے کی سمجھنے کی اور حرکت وسکون کی قدرت عطا فرماتا ہے وہ بابرکت خدا سب سے اچھی پیدائش کا پیدا کرنیوالا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب نطفے پر چار مہینے گذر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو تین تین اندھیریوں میں اس میں روح پھونکتا ہے، یہی معنی ہے کہ ہم پھر اسے دوسری ہی پیدائش میں پیدا کرتے ہیں یعنی دوسری قسم کی اس پیدائش سے مراد روح کا پھونکا جانا ہے پس ایک حالت سے دوسری اور دوسری سے تیسری کی طرف ماں کے پیٹ میں ہی ہیر پھیر ہونے کے بعد بالکل ناسمجھ بچہ پیدا ہوتا ہے پھر وہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ جوان بن جاتا ہے، پھر اسے ادھیڑپن آتا ہے پھر وہ بوڑھا ہوجاتا ہے، پھر بالکل ہی بڈھا ہوجاتا ہے الغرض روح کا پھونکا جانا اور پھر ان انقلابات کا آنا شروع ہوجاتا ہے واللہ اعلم، صادق ومصدوق آں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی ہے پھر چالیس دن تک وہ خون بستہ کی صورت میں رہتا ہے پھر چالیس دن تک وہ گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور بحکم خدا چار باتیں لکھ لی جاتی ہیں، روزی اجل عمل اور نیک یا بد برا یا بھلا ہونا پس قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ ایک شخص جنتی کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت سے صرف ایک ہاتھ دور رہ جاتا ہے لیکن تقدیر کا وہ لکھا غالب آجاتا ہے اور خاتمہ کے وقت دوزخی کام کرنے لگتا ہے اور اسی پر مرتا ہے، اور جہنم رسید ہوتا ہے، اسی طرح ایک انسان برے کام کرتے کرتے دوزخ سے ہاتھ بھر کے فاصلے پر رہ جاتا ہے لیکن پھر تقدیر کا لکھا آگے بڑھ جاتا ہے اور جنت کے اعمال پر خاتمہ ہوکر داخل فردوس بریں ہوجاتا ہے (بخاری و مسلم) وغیرہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نطفہ جب رحم میں پڑتا ہے تو وہ ہر ہر بال اور ناخن کی جگہ پہنچ جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد اس کی شکل جمے ہوئے خون جیسی ہو جاتی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے باتیں بیان کررہے تھے جو ایک یہودی آگیا تو کفار قریش نے اس سے کہا یہ نبوت کے دعویدار ہیں، اس نے کہا اچھا میں ان سے ایک سوال کرتا ہوں جسے نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ کی مجلس میں آکر بیٹھ کر پوچھتا ہے کہ بتاؤ انسان کی پیدائش کس چیز سے ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا مرد عورت کے نطفے سے، مرد کا نطفہ غلیظ اور گاڑھا ہوتا ہے اس سے ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں اور عورت کا نطفہ رقیق اور پتلا ہوتا ہے اس سے گوشت اور خون بنتا ہے، اس نے کہا آپ سچے ہیں اگلے نبیوں کا بھی یہی قول ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب نطفے کو رحم میں چالیس دن گزر جاتے ہیں تو ایک فرشتہ آتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتا ہے کہ خدایا یہ نیک ہوگا یا بد؟ مرد ہوگا یا عورت؟ جو جواب ملتا ہے وہ لکھ لیتا ہے اور عمل اور عمر اور نرمی گرمی سب کچھ لکھ لیتا ہے پھر دفتر لپیٹ لیا جاتا

ہے اس میں پھر کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں رہتی بزار کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو عرض کرتا ہے خدایا اب نطفہ ہے خدایا اب لوتھڑا ہے خدایا اب گوشت کا ٹکڑا ہے، جب جناب باری اسے پیدا کرنا چاہتا ہے وہ پوچھتا ہے خدایا مرد ہو یا عورت۔ شقی ہو یا سعید رزق کیا ہے اجل کیا ہے اس کا جواب دیا جاتا ہے اور یہ سب چیزیں لکھ لی جاتی ہیں ان سب باتوں اور اپنی کامل قدرتوں کو بیان فرما کر فرمایا کہ سب سے اچھی پیدائش کرنیوالا اللہ برکتوں والا ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے رب کی موافقت چار باتوں میں کی ہے جب یہ آیت اتری کہ ہم نے انسان کو بجی مٹی سے پیدا کیا ہے تو بے ساختہ میری زبان سے فتبارک اللہ احسن الخالقین نکلا اور وہی پھر اترا، زید ابن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوپر والی آیتیں لکھوا رہے تھے اور ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ تک لکھوا چکے تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے ساختہ کہا فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ اسے سن کر اللہ کے نبی ہنس دیئے حضرت معاذ رض نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیسے ہنسے آپ ﷺ نے فرمایا اس آیت کے خاتمہ پر یہی ہے اس حدیث کی سند کا ایک راوی جابر جعفی ہے جو بہت ہی ضعیف ہے اور یہ روایت بالکل منکر ہے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب وحی مدینہ میں تھے نہ کہ مکہ میں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ بھی مدینہ کا واقعہ ہے اور یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے پس مندرجہ بالا روایت بالکل منکر ہے واللہ اعلم، اس پہلی پیدائش کے بعد تم مرنے والے ہو پھر قیامت کے دن دوسری دفعہ پیدا کئے جاؤ گے، پھر حساب کتاب ہوگا خیر و شر کا بدلہ ملے گا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَ

ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں

مَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ (۱۷)

اور ہم مخلوقات سے غافل نہیں ہیں۔

انسان کی پیدائش کا ذکر کر کے آسمانوں کی پیدائش کا بیان ہو رہا ہے جن کی بناوٹ انسانی بناوٹ سے بہت بڑی اور بہت بھاری اور بہت بڑی صنعت والی ہے، سورۂ الم سجدہ میں بھی اسی کا بیان ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز کی اول رکعت میں پڑھا کرتے تھے، وہاں پہلے آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر ہے پھر انسانی پیدائش کا ذکر ہے پھر قیامت کا۔ اور سزا جزا کا ذکر ہے وغیرہ سات آسمانوں کے بنانے کا ذکر کیا ہے جیسے فرمان ہے تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ الخ ساتوں آسمان اور سب زمینیں اور ان کی سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اوپر تلے ساتوں آسمانوں کو بنایا، اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی جیسی زمینیں اس کا حکم ان کے درمیان نازل ہوتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اور تمام چیزوں کو اپنے وسیع علم سے گھیرے ہوئے ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے غافل نہیں جو چیز زمین میں جائے جو زمین سے نکلے اللہ کے علم میں ہے آسمان سے جو اترے اور جو آسمان کی طرف چڑھے وہ جانتا ہے جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے ایک ایک عمل کو وہ دیکھ رہا ہے آسمان کی بلند و بالا چیزیں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں پہاڑوں کی چوٹیاں سمندروں کی تہہ سب اس کے سامنے کھلی ہوئی ہے، پہاڑوں کی ٹیلوں کی ریت کی سمندروں کی میدانوں کی درختوں کی سب کی اسے خبر ہے درختوں کا کوئی پتہ نہیں گرتا جو اس کے علم میں نہ ہو کوئی دانہ زمین کی اندھیریوں میں ایسا نہیں جاتا جسے وہ جانتا نہ ہو کوئی تر خشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں نہ ہو۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ

ہم ایک صحیح انداز سے آسمان سے پانی برساتے ہیں

فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ ۖۗ وَاِنَّا عَلٰی

پھر اسے زمین میں ٹھہرا دیتے ہیں اور ہم اس کے لے جانے پر

ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ

یقیناً قادر ہیں۔ اسی پانی کے ذریعہ سے ہم

بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِیْهَا

تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں، کہ تمہارے لئے

فَوَاكِهُ كَثِیْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ

ان میں بہت سے میوے ہوتے ہیں انہی میں سے تم کھاتے بھی ہو اور

شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَیْنَآءَ

وہ درخت جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے جو

تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ ﴿۲۰﴾

تیل نکالتا ہے اور کھانے والوں کے لئے سالن ہے

وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ

تمہارے لئے چوپایوں میں بھی بڑی بھاری عبرت ہے

نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِیْهَا

ان کے پیٹوں میں سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور بھی بہت سے نفع

مَنَافِعُ كَثِیْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ

تمہارے لئے ان میں ہیں ان میں سے بعض بعض کو تم کھاتے بھی ہو اور

عَلَیْهَا وَعَلَی الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی یوں تو بے شمار اور ان گنت نعمتیں ہیں لیکن چند بڑی بڑی نعمتوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آسمان سے بقدرِ حاجت و ضرورت بارش برساتا ہے، نہ تو بہت زیادہ کہ زمین خراب ہو جائے اور پیداوار سڑ گل جائے نہ بہت کم کہ پھل اناج وغیرہ پیدا ہی نہ ہو بلکہ اس انداز سے کہ کھیتی سرسبز رہے باغات ہرے بھرے رہیں حوض تالاب نہریں ندیاں نالے دریا بہہ نکلیں نہ پینے کی کمی ہو نہ پلانے کی، یہاں تک کہ جس جگہ زیادہ بارش کی ضرورت ہوتی ہے زیادہ ہوتی ہے اور جہاں کم کی، کم ہوتی ہے اور جہاں کی زمین اس قابل ہی نہیں ہوتی وہاں پانی نہیں برستا لیکن ندیوں اور نالوں کے ذریعہ وہاں قدرت برساتی پانی پہنچا کر وہاں کی زمین کو سیراب کر دیتی ہے، جیسے کہ مصر کے علاقے کی زمین جو دریائے نیل کی تری سے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے، اسی پانی کے ساتھ سرخ مٹی کھچ کر جاتی ہے جو حبشہ کے علاقہ میں ہوتی ہے، وہاں کی بارش کے ساتھ وہ مٹی بہہ کر پہنچتی ہے جو زمین پر ٹھہر جاتی ہے اور زمین قابلِ زراعت ہو جاتی ہے ورنہ وہاں کی شور زمین کھیتی باڑی کے قابل نہیں۔ سبحان اللہ اس لطیف و خبیر غفور و رحیم خدا کی کیا کیا قدرتیں اور حکمتیں ہیں زمین میں خدا پانی کو ٹھہرا دیتا ہے زمین میں اس کے چوس لینے اور جذب کر لینے کی قابلیت خدا تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے تاکہ دانوں کو اور گٹھلیوں کو اندر ہی اندر وہ پانی پہنچا دے، پھر فرماتا ہے ہم اس کے لے جانے اور دور کر دینے پر یعنی نہ برسانے پر بھی قادر ہیں اگر چاہیں سنگلاخ زمین پر اور پہاڑوں اور بیکار بنوں میں برسا دیں، اگر چاہیں پانی کو کڑوا کر دیں نہ پینے کے قابل رہے نہ پلانے کے نہ کھیت اور باغات کے مطلب کا رہے نہ نہانے دھونے کے مقصد کا، اگر چاہیں زمین میں وہ قوت ہی نہ رکھیں کہ وہ پانی کو جذب کرے بلکہ اوپر ہی اوپر تیرتا پھرے یہ بھی ہمارے اختیار میں ہے کہ ایسی دور دراز جھیلوں میں پانی پہنچا دیں کہ تمہارے لئے بیکار ہو جائے اور تم کوئی فائدہ اس سے نہ اٹھا سکو۔ یہ خاص خدا کا فضل و کرم اور اس کا لطف و رحم ہے کہ وہ بادلوں سے میٹھا عمدہ ہلکا اور خوش ذائقہ پانی برساتا ہے پھر اسے زمین میں پہنچاتا ہے اور ادھر اُدھر ریل پیل کر دیتا ہے کھیتیاں الگ پکتی ہیں باغات الگ تیار ہوتے ہیں خود پیتے ہو اپنے جانوروں کو پلاتے ہو، نہاتے دھوتے ہو پاکیزگی اور ستھرائی حاصل کرتے ہو، فالحمد للہ آسمانی بارش سے ربّ العالمین تمہارے لئے روزیاں اگاتا ہے لہلہاتے ہوئے کھیت ہیں کہیں سرسبز باغ ہیں

جو علاوہ خوشنما اور خوش منظر ہونے کے مفید اور فیض والے ہیں کھجور انگور جو اہل عرب کا دل پسند میوہ ہے اور اسی طرح ہر ملک والوں کے لئے الگ الگ طرح طرح کے میوے اس نے پیدا کر دیئے ہیں جن کی پوری شکر گذاری بھی کسی کے بس کی نہیں بہت میوے اس نے تمہیں دے رکھے ہیں جن کی خوبصورتی بھی تم دیکھتے ہو اور خوش ذائقی سے بھی کھا کر فائدہ اٹھاتے ہو، پھر زیتون کے درخت کا ذکر فرمایا طور سینا وہ پہاڑ ہے جس پر خدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰ سے بات چیت کی تھی اور اس کے ارد گرد کی پہاڑیاں، طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو ہرا اور درختوں والا ہو ورنہ اسے جبل کہیں گے طور نہیں کہیں گے، پس طور سینا میں جو درخت زیتون پیدا ہوتا ہے اس میں سے تیل نکلتا ہے جو کھانے والوں کو سالن کا کام دیتا ہے۔ حدیث میں ہے زیتون کا تیل کھاؤ اور لگاؤ وہ مبارک درخت میں سے نکلتا ہے (احمد) حضرت عمر فاروق رضہ کے ہاں ایک صاحب عاشورے کی شب کو مہمان بن کر آئے تو آپ نے انھیں اونٹ کی سری اور زیتون کھلایا اور فرمایا یہ اس مبارک درخت کا تیل ہے جس کا ذکر خدائے تعالیٰ نے اپنے نبی م سے کیا ہے، پھر چوپایوں کا ذکر ہو رہا ہے اور ان سے جو فوائد انسان اٹھا رہے ہیں ان نعمتوں کا اظہار ہو رہا ہے کہ ان کا دودھ پیتے ہیں ان کا گوشت کھاتے ہیں ان کے بالوں اور اون سے لباس وغیرہ بناتے ہیں ان پر سوار ہوتے ہیں ان پر اپنا سامان اسباب لادتے ہیں اور دور دراز تک پہنچتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو وہاں تک پہنچنے میں جان آدھی رہ جاتی، بیشک اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربانی اور رحمت والا ہے جیسے فرمان ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ الخ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ خود ہم نے انھیں چوپایوں کا مالک بنا رکھا ہے کہ یہ ان کے گوشت کھائیں ان پر سواریاں لیں اور طرح طرح کے نفع حاصل کریں کیا اب بھی ان پر ہماری شکر گذاری واجب نہیں؟ یہ خشکی کی سواریاں ہیں پھر تری کی سواریاں کشتی جہاز وغیرہ الگ ہیں:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ

یقیناً ہم نے نوح کو اسکی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا اس نے کہا کہ

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

اے میری قوم کے لوگو اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ

کیا تم تقویٰ نہیں رکھتے؟ اس کی قوم کے کافر سرداروں نے

كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا

صاف کہدیا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ

یہ تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا

عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ

چاہتا ہے اگر خدا ہی کو منظور ہوتا تو کسی فرشتے کو اتارتا

مَلٰۗئِكَةً ښ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَاۗئِنَا

ہم نے تو اسے اپنے اگلے باپ دادوں کے زمانوں میں

الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ

سنا ہی نہیں یقیناً اس شخص کو جنون ہے

جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٢٥﴾

پس تم اسے ایک وقت مقرر تک ڈھیل دو:

نوح علیہ السلام کو خدائے تعالیٰ نے بشیر و نذیر بنا کر انکی قوم کی طرف مبعوث فرمایا آپ نے ان میں جا کر پیغام خدا پہنچایا کہ خدا کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادتوں کا حقدار کوئی نہیں۔ تم خدا کے سوا اس کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہوئے اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ قوم کے بڑوں نے اور سرداروں نے کہا کہ یہ تو تم جیسا ہی ایک انسان ہے نبوت کا دعویٰ کر کے تم سے بڑا بننا چاہتا ہے سرداری حاصل کرنے کی فکر میں ہے بھلا انسان کی طرف وحی کیسے آتی؟ خدا کا ارادہ نبی بھیجنے کا ہوتا تو کسی آسمانی فرشتے کو بھیجدیتا یہ تو ہم نے کیا؟ ہمارے باپ دادوں نے بھی نہیں سنا کہ انسان خدا کا رسول بن جائے، تو کوئی دیوانہ شخص

ہے کہ ایسے دعوے کرتا ہے اور ڈینگیں مارتا ہے اچھا خاموش
رہو دیکھو تو ہلاک ہو جائے گا۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿۲۶﴾
نوح نے دعا کی کہ اے میرے پالنے والے ان کے جھٹلانے پر تو میری مدد کر

فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا
تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری وحی کے مطابق

وَوَحْيِنَا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ
ایک کشتی بنا جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور ابل پڑے تو تو

فَاسْلُكْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ
ہر قسم کا ایک ایک جوڑا اس میں رکھ لے اور اپنے

وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ
اہل کو بھی مگر ان میں سے جن کی بابت ہماری بات پہلے گذر چکی

مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ
خبردار جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کے بارے میں

ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ ﴿۲۷﴾
مجھ سے کچھ کلام نہ کرنا وہ تو سب ڈبوئے جائیں گے۔

فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ
جب تو اور تیرے ساتھی کشتی پر اطمینان سے بیٹھ جاؤ تو کہنا کہ

عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے

نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۲۸﴾
ہمیں ظالم لوگوں سے نجات عطا فرمائی۔

وَقُلْ رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُبَارَكًا وَ
اور کہنا کہ اے میرے رب مجھے بابرکت اتارنا اتار اور تو ہی

أَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿۲۹﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
بہتر اتارنے والا ہے یقیناً اس میں بڑی بڑی

لَآيَاتٍ وَإِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِينَ ﴿۳۰﴾
نشانیاں ہیں اور ہم بیشک آزمائش کرنے والے ہیں۔

جب نوح علیہ السلام ان سے تنگ آ گئے اور مایوس ہوگئے
تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے پروردگار! میں لاچار ہو گیا ہوں تو میری مدد فرما، جھٹلانے والوں پر مجھے غالب کر، اسی وقت فرمان خداوندی سرزد ہوا کہ کشتی بناؤ اور خوب مضبوط چوڑی، چکنی، اس میں ہر قسم کا ایک ایک جوڑا رکھ لو حیوانات، نباتات، پھل وغیرہ وغیرہ اور اسی میں اپنے والوں کو بھی بٹھا لو مگر جس پر خدا کی طرف سے ہلاکت سبقت کر چکی ہے جو ایمان نہیں لاتے جیسے آپ کی قوم کے کافر اور آپ کا لڑکا اور آپ کی بیوی، واللہ اعلم اور جب تم عذاب آسمانی بصورت بارش اور پانی آتا دیکھ لو پھر مجھ سے ان ظالموں کی سفارش نہ کرنا، پھر ان پر رحم نہ کرنا نہ ان کے ایمان کی امید رکھنا۔ بس پھر تو یہ سب غرق ہو جائیں گے اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہوگا۔ اس کا پورا قصہ سورۂ ہود کی تفسیر میں گذر چکا ہے اس لئے ہم نہیں دہراتے، جب تو اور تیرے ساتھی مومن کشتی پر سوار ہو جاؤ تو کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی جیسے فرمان ہے کہ خدا نے تمہاری سواری کے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے ہیں تاکہ تم سواری لے کر اپنے رب کی نعمت کو مانو اور سوار ہو کر کہو کہ وہ خدا پاک ہے جس نے ان جانوروں کو ہمارا تابع بنا دیا حالانکہ ہم میں خود اتنی طاقت نہ تھی بالیقین ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، حضرت نوح نے یہی کہا اور فرمایا آؤ اس میں بیٹھ جاؤ اللہ کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے پس شروع چلنے کے وقت بھی خدا کو یاد کیا۔ اور جب وہ ٹھہرنے لگی تب بھی خدا کو یاد کیا اور دعا کی کہ خدایا مجھے مبارک منزل پر اتارنا اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے، اس میں یعنی مومنوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت میں انبیاء کی تصدیق کی نشانیاں ہیں خدا کی خدائی کی علامتیں ہیں اس کی قدرت اس کا علم اس سے ظاہر ہوتا ہے، یقیناً رسولوں کو بھیج کر خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش

ران کا پورا امتحان کر لیتا ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾

کے بعد ہم نے اور بھی امتیں پیدا کیں۔ پھر ان میں

فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا

و ان میں سے ہی رسول بھی بھیجے کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾

اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم کیوں نہیں ڈرتے؟

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

سرداران قوم نے جواب دیا جو قوم کفر کرتی تھی اور آخرت کی

وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي

ملاقات کو جھٹلاتی تھی اور ہم نے انھیں دنیوی زندگی میں خوش حال

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ

رکھا تھا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے

يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا

تمہاری ہی خوراک یہ بھی کھاتا ہے اور تمہارے پینے کا پانی ہی یہ بھی

تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ

پیتا ہے۔ اگر تم نے اپنے جیسے ہی انسان کی تابعداری کر لی تو

اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ

بے شک تم سخت خسارے والے ہو، کیا یہ تمہیں اس بات سے

اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ

دھمکاتا ہے کہ جب تم مر کر صرف خاک اور ہڈی رہ جاؤ گے تو تم پھر

مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا

زندہ کئے جاؤ گے، نہیں نہیں دور اور بہت دور ہے وہ جس کا

تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا

تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔ یہ تو صرف زندگانی دنیا ہی ہے

نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾

ہم مرتے جیتے رہتے ہیں یہ نہیں کہ ہم پھر بھی اٹھائے جائیں

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

یہ تو وہ شخص ہے جس نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھ لیا ہے۔

وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ

ہم تو اس پر یقین لانے والے نہیں ہیں۔ نبی ؑ نے دعا کی کہ پروردگار

انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ

ان کے جھٹلانے پر تو میری مدد کر۔ جواب ملا کہ یہ تو بہت ہی جلد

لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ

اپنے کئے پر پچھتانے لگیں گے۔ بالآخر عدل کے تقاضے کے مطابق انہیں

ع ۱۰ ۲ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا

چیخ نے پکڑ لیا اور ہم نے انہیں کوڑا کرکٹ کر ڈالا بس

لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

ظالموں کے لئے دوری ہو۔

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ حضرت نوح ؑ کے بعد بھی بہت سی امتیں آئیں جیسے کہ عادی کہ ان کے متصل ہی تھے یا ثمودی کہ ان پر چیخ کا عذاب آیا تھا جیسے کہ اس آیت میں ہے۔ ان میں بھی اللہ کے رسول آئے خدا کی عبادت اور اس کی توحید کی تعلیم دی، لیکن انھوں نے جھٹلایا مخالفت کی اتباع سے انکار کیا محض اس بناء پر کہ یہ انسان ہیں قیامت کو بھی نہ مانا۔ جسمانی حشر کے منکر بن گئے اور کہنے لگے کہ یہ بالکل دور از قیاس ہے۔ بعث و نشر و حشر و قیامت کوئی چیز نہیں۔ اس شخص نے یہ سب باتیں از خود گھڑ لی ہیں، ہم ایسی واہی تباہی باتوں کے ماننے والے نہیں۔ نبی ؑ نے دعا کی اور ان پر مدد طلب کی، اسی وقت جواب ملا کہ تیری ناموافقت ابھی ابھی ان پر عذاب بن کر برسے گی اور یہ آٹھ آٹھ آنسو روئیں گے آخر ایک زبردست چیخ اور بے پناہ چنگھاڑ کے ساتھ سب تلف کر دیئے گئے اور اسی کے وہ مستحق بھی تھے تیز و تند آندھی اور پوری طاقتور ہوا کے ساتھ ہی فرشتے کی دل دہلانے والی خوفناک آواز نے انھیں پارہ پارہ کر دیا وہ ہلاک اور تباہ ہو گئے بھوسی سی اڑ گئی صرف مکانات کے کھنڈر ان کے گذرے ہوئے لوگوں کی نشان دہی کے لئے رہ گئے وہ کوڑے کرکٹ کی

طرح ناچیز محض ہو گئے ایسے ظالموں کے لئے دوری ہے ان پر رب نے ظلم نہیں کیا بلکہ انہی کا کیا ہوا تھا جو ان کے سامنے آیا پس لوگو تمہیں بھی مخالفت رسول ؑ سے ڈرنا چاہئے۔

ثُمَّ أَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ ﴿٤٢﴾

ان کے بعد ہم نے اور بھی بہت سی امتیں پیدا کیں

مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا

نہ تو کوئی امت اپنی اجل سے آگے بڑھی اور نہ

يَسْتَأْخِرُونَ ﴿٤٣﴾ ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا

پیچھے رہی۔ پھر ہم نے لگاتار رسول بھیجے

تَتْرَا ۖ كُلَّ مَا جَاءَ أُمَّةً رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ ۚ

جس امت کے پاس اس کا رسول آیا اس نے جھٹلایا پس

فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُم بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ

ہم نے ایک کو دوسرے کے پیچھے لگا دیا اور انہیں افسانہ

أَحَادِيثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٤٤﴾

بنا دیا، ان لوگوں کو دوری ہے جو ایمان قبول نہیں کرتے۔

ان کے بعد بھی بہت سی امتیں اور مخلوق آئی جو ہماری پیدا کردہ تھی، ان کی پیدائش سے پہلے ان کی اجل جو قدرت نے مقرر کی تھی اسے اس نے پوری کی نہ تقدیم ہوئی نہ تاخیر پھر ہم نے پے درپے لگاتار رسول بھیجے، ہر امت میں پیغمبر آیا اُنکی لوگوں کو پیغام خدا پہنچایا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے ماسوا کسی کی پوجا نہ کرو۔ بعض راہ راست پر آگئے اور بعض پر کلمۂ عذاب راست آگیا، تمام امتوں کی اکثریت نبیوں کی منکر رہی جیسے سورۂ یٰسین میں فرمایا یَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ الخ افسوس ہے بندوں پر ان کے پاس جو رسول آیا انھوں نے اسے مذاق میں اڑایا۔ ہم نے کے بعد دیگرے سب کو غارت اور فنا کر دیا۔ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِن بَعْدِ نُوحٍ نوح ؑ کے بعد بھی ہم نے کئی ایک بستیاں تباہ کر دیں، انھیں ہم نے پرانے افسانے بنا دیئے قصے اُن کے باقی رہ گئے اور وہ تہس نہس ہو گئے پارہ پارہ کر دیئے گئے بے ایمانوں کے لئے رحمت سے دوری ہے۔

ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَارُونَ

پھر ہم نے موسیٰ کو اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں

بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٤٥﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

اور ظاہر غلبے کے ساتھ بھیجا فرعون اور اس کے

وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا

لشکروں کی طرف پس انہوں نے تکبر کیا اور تھے ہی وہ سرکش

عَالِينَ ﴿٤٦﴾ فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ

لوگ، کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے جیسے دو شخصوں پر ایمان لائیں؟

مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ ﴿٤٧﴾

حالانکہ خود ان کی قوم بھی ہمارے ماتحت ہے۔ پس انہوں نے

فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ﴿٤٨﴾

ان دونوں کو جھٹلایا آخر وہ بھی ہلاک شدہ لوگوں میں مل گئے ہم نے تو

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٤٩﴾

موسیٰ کو کتاب بھی دے رکھی تھی کہ لوگ راہ راست پر آجائیں۔

حضرت موسیٰ ؑ اور ان کے بھائی حضرت ہارون ؑ کو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور فرعونیوں کے پاس پوری دلیلوں اور زبردست معجزوں کے ساتھ بھیجا لیکن انھوں نے بھی اپنے سے اگلے کافروں کی طرح اپنے نبیوں کی تکذیب و مخالفت کی۔ اور اگلے کفار کی طرح یہی کہا کہ ہم اپنے جیسے انسانوں کی نبوت کے قائل نہیں، ان کے دل بھی بالکل اُن جیسے ہی ہو گئے، بالآخر ایک ہی دن میں ایک ساتھ سب کو اللہ تعالیٰ نے دریا برد کر دیا، اس کے بعد حضرت موسیٰ ؑ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے تورات ملی، پھر سے مؤمنوں کے ہاتھوں کافر ہلاک کئے گئے۔ جہاد کے احکام اُترے اس طرح عام عذاب سے کوئی امت فرعون اور قوم فرعون قبط کے بعد ہلاک نہیں ہوئی۔ اور آیت میں فرمان ہے اگلی امتوں کی

ہلاکت کے بعد ہم نے موسیٰ ع کو کتاب عنایت فرمائی جو لوگوں کے لئے بصیرت، ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَ
ہم نے ابن مریم کو اور اس کی والدہ کو ایک نشانی بنایا اور
آوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ
ان دونوں کو بلند وصاف قرار والی اور جاری پانی والی
وَمَعِينٍ ﴿٥٠﴾
جگہ میں پناہ دی۔

حضرت عیسیٰ ع اور مریم ع کو خدا نے اپنی قدرت کاملہ کے اظہار کی ایک زبردست نشانی بنائی آدم کو مرد عورت کے بغیر پیدا کیا حوا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا عیسیٰ ع کو صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کیا، باقی کے تمام انسانوں کو مرد و عورت سے پیدا کیا رَبْوَۃ کہتے ہیں بلند زمین کو جو ہری اور پیداوار کے قابل ہو وہ جگہ گھانس پانی والی تر و تازہ اور ہری بھری تھی۔ جہاں خداوند تعالیٰ نے اپنے اس غلام اور نبی کو اور ان کی صدیقہ والدہ کو جو خدا کی بندی اور لونڈی تھیں جگہ دی تھی، وہ جاری پانی والی صاف ستھری ہموار زمین تھی کہتے ہیں یہ ٹکڑا مصر کا تھا یا دمشق کا یا فلسطین کا، ربوۃ ریتلی زمین کو بھی کہتے ہیں چنانچہ ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی رض سے فرمایا تھا کہ تیرا انتقال ربوہ میں ہوگا، وہ ریتلی زمین میں فوت ہوئے۔ ان تمام اقوال میں زیادہ قریب قول یہ ہے کہ مراد اس سے نہر ہے جیسے اور آیت میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا تیرے رب نے تیرے قدموں تلے ایک جاری نہر بہادی ہے۔ پس یہ مقام بیت المقدس کا مقام ہے تو گویا اس آیت کی تفسیر یہ آیت ہے اور قرآن کی تفسیر اولاً قرآن سے پھر حدیث سے پھر آثار سے کرنی چاہیئے۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ
اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک
اعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٥١﴾
عمل کرو، تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں
وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا
یقیناً تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں ہی تم سب کا رب ہوں پس تم
رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ﴿٥٢﴾ فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ
مجھ سے ڈرتے رہا کرو، پھر انہوں نے خود ہی اپنے امر کے آپس
بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ
میں ٹکڑے ٹکڑے کر لئے، ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر
فَرِحُونَ ﴿٥٣﴾ فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ حَتَّىٰ
اترا رہا ہے۔ پس تو بھی انہیں ان کی غفلت میں ہی کچھ مدت پڑا
حِينٍ ﴿٥٤﴾ أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ
رہنے دے۔ کیا یہ یوں سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم جو بھی ان کے مال و
مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ ﴿٥٥﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ
اولاد بڑھا رہے ہیں۔ وہ ان کے لئے بھلائیوں میں جلدی
فِي الْخَيْرَاتِ ۚ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٦﴾
کر رہے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ یہ سمجھتے ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے تمام انبیاء علیہم السلام کو حکم فرماتا ہے کہ وہ حلال لقمہ کھائیں اور نیک اعمال بجالایا کریں۔ پس ثابت ہوا کہ لقمۂ حلال عمل صالح کا مددگار ہے، پس انبیاء ع نے سب بھلائیاں جمع کر لیں قول فعل دلالت نصیحت سب انہوں نے سمیٹ لی اللہ تعالیٰ انہیں اپنے سب بندوں کی طرف سے نیک بدلے دے۔ یہاں کوئی رنگت مزہ بیان نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ حلال چیزیں کھاؤ، حضرت عیسیٰ اپنی والدہ کے بُننے کی اجرت میں سے کھاتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، لوگوں نے پوچھا آپ سمیت؟ آپ نے فرمایا ہاں میں بھی چند قیراط پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اور حدیث میں ہے حضرت داؤد

علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت کا کھایا کرتے تھے صحیحین کی حدیث میں ہے اللہ کو سب سے زیادہ پسند روزہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ قیام داؤد علیہ السلام کا قیام ہے آدھی رات سوتے تھے اور تہائی رات نماز تہجد پڑھتے تھے اور چھٹا حصہ سو جاتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے ایکدن نہ رکھتے تھے میدان جنگ میں کبھی پیٹھ نہ دکھاتے ام عبداللہ بنت شداد رضی فرماتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ شام کے وقت بھیجا کہ آپ اس سے اپنا روزہ افطار کریں دن کا آخری حصہ تھا اور دھوپ کی تیزی تھی تو آپ نے قاصد کو واپس کر دیا کہ اگر تیری بکری کا ہوتا تو خیر اور بات تھی۔ انھوں نے کہلوایا کہ یا رسول اللہ میں نے یہ دودھ اپنے مال سے خرید کیا ہے، پھر آپ نے پی لیا۔ دوسرے دن مائی صاحبہ حاضر خدمت ہو کر عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ اس گرمی میں میں نے دودھ بھیجا بہت دیر سے بھیجا تھا آپ نے میرے قاصد کو واپس کیا آپ نے فرمایا ہاں مجھے یہی فرمایا گیا ہے انبیاء صرف حلال کھاتے ہیں اور صرف نیک عمل کرتے ہیں اور حدیث میں ہے آپ نے فرمایا لوگو اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے کہ اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو میں تمھارے اعمال کا عالم ہوں۔ یہی حکم ایمان والوں کو دیا کہ اے ایماندارو جو چیزیں حلال ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انھیں کھاؤ۔ پھر آپ نے ایک اس شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے۔ پراگندہ بالوں والا غبار آلود چہرہ والا ہوتا ہے لیکن کھانا پینا پہننا حرام کا ہوتا ہے وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر اے رب اے رب کہتا ہے لیکن ناممکن ہے کہ اس کی دعا قبول فرمائی جائے، امام ترمذی رح اس حدیث کو حسن غریب بتلاتے ہیں۔ پھر فرمایا اے پیغمبرو! تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے ایک ہی ملت ہے۔ یعنی خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کی طرف دعوت دینا اسی لئے اس کے بعد فرمایا کہ میں تمہارا

رب ہوں، پس مجھ سے ڈرو سورۂ انبیاء میں اس کی تفسیر و تشریح ہو چکی ہے۔ "اُمَّۃً وَّاحِدَۃً" پر نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے، جن امتوں کی طرف حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے تھے انھوں نے خدا کے دین کے ٹکڑے کر دیئے اور جس گمراہی پر اڑ گئے اسی پر نازاں و فرحاں ہو گئے۔ اس لئے کہ اپنے نزدیک اسی کو ہدایت سمجھ بیٹھے، پس بطور ڈانٹ کے فرمایا انھیں ان کے بہکنے بھٹکنے ہی میں چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ ان کی تباہی کا وقت آ جائے، کھانے پینے دے مست و بے خود ہونے دے ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا، کیا یہ مغرور یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم جو مال و اولاد انہیں دے رہے ہیں وہ انکی بھلائی اور نیکی کی وجہ سے ان کے ساتھ سلوک کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یہ تو انہیں دھوکہ لگا ہے۔ یہ اس سے سمجھ بیٹھے ہیں کہ جیسے ہم یہاں خوش حال ہیں وہاں بھی بے سزا رہ جائیں گے، یہ محض غلط ہے، جو کچھ انھیں دنیا میں ہم دے رہے ہیں وہ تو صرف ذرا سی دیر کی مہلت ہے، لیکن یہ بے شعور ہیں۔ اصل تک پہنچے ہی نہیں۔ جیسے فرمان ہے فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ الخ تجھے ان کے مال و اولاد دھوکے میں نہ ڈالیں اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ اس سے انھیں دنیا میں عذاب کرے اور آیت میں ہے یہ ڈھیل صرف اس لئے دی گئی ہے کہ وہ اپنے گناہوں میں اور بڑھ جائیں، اور جگہ ہے مجھے اور اس بات کے جھٹلانے والوں کو چھوڑ دے ہم انھیں اس طرح بتدریج پکڑیں گے کہ انھیں معلوم بھی نہ ہو۔ الخ اور آیتوں میں فرمایا ہے ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا الخ یعنی مجھے اور اسے چھوڑ دے جس کو میں نے تنہا پیدا کیا ہے اور بہ کثرت مال دیا ہے اور حاضر باش فرزند دیئے ہیں اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا ہے، پھر اسے ہوس ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں ہرگز نہیں، وہ ہماری باتوں کا مخالف ہے اور آیت میں ہے وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ

تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا الخ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہیں مجھ سے ملا نہیں سکتیں مجھ سے قریب تو وہ ہے جو ایماندار اور نیک عمل ہو الخ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں حضرت قتادہ فرماتے ہیں یہی اللہ کا شکر ہے پس تم انسانوں کو مال اور اولاد سے نہ پرکھو بلکہ انسان کی کسوٹی ایمان اور نیک عمل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے اخلاق بھی تم میں اسی طرح تقسیم کئے ہیں جس طرح روزیاں تقسیم فرمائی ہیں اللہ تعالیٰ دنیا تو اُسے بھی دیتا ہے جس سے محبت رکھے اور اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت نہ رکھے ہاں دین صرف اسی کو دیتا ہے جس سے پوری محبت رکھتا ہو۔ پس جسے خدا دین دے سمجھو کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے اس کی قسم جسکے ہاتھ میں محمد کی جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہوتا جبتک کہ اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہو جائے، اور بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اسکی ایذاؤں سے بے فکر نہ ہو جائیں لوگوں نے پوچھا کہ ایذاؤں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا دھوکہ بازی ظلم وغیرہ سنو جو بندہ مال حرام حاصل کرلائے اسکے خرچ میں اسے برکت نہیں ہوتی اس کا صدقہ قبول نہیں ہوتا جو چھوڑ کر جاتا ہے وہ اسکا جہنم کا توشہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا ہاں برائی کو بھلائی سے دفع کرتا ہے خبیث خبیث کو نہیں مٹاتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ
یقیناً جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے

مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ
رہتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے

رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ
ہیں، اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں

لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ
کرتے۔ اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے

قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾
دل کپکپاتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾
یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں

فرمان ہے کہ احسان اور ایمان کے ساتھ ہی ساتھ نیک اعمال اور پھر اللہ کی ہیبت سے تھرتھراتا اور کانپتے رہنا یہ ان کی صفت ہے حضرت حسن فرماتے ہیں مومن نیکی اور خوفِ خدا کا مجموعہ ہوتا ہے منافق برائی کے ساتھ نڈر اور بے خوف ہوتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی شرعی اور پیدائشی آیتوں اور نشانیوں کو باور کرتے ہیں جیسے حضرت مریم کا وصف بیان ہوا ہے کہ وہ اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کا یقین رکھتی تھیں خدا کی قدرت قضا اور شرع کا انہیں کامل یقین تھا اللہ کے ہر امر کو وہ محبوب رکھتے ہیں خدا کے منع کردہ ہر کام کو وہ ناپسند رکھتے ہیں ہر خبر کو وہ سچ مانتے ہیں، وہ موحد ہوتے ہیں شرک سے بیزار رہتے ہیں خدا کو واحد اور بے نیاز جانتے ہیں اسے بے اولاد اور بے بیوی کا مانتے ہیں، بے نظیر اور بے کفو سمجھتے ہیں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے، خدا کے نام پر خیراتیں کرتے ہیں لیکن خوف زدہ رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو قبول نہ ہوتی ہو حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جن سے زنا چوری اور شراب خوری ہو جاتی ہے؟ لیکن ان کے دل میں خوفِ خدا ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اے صدیق کی لڑکی یہ وہ نہیں بلکہ یہ وہ ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں صدقہ کرتے ہیں لیکن قبول نہ ہونے سے ڈرتے ہیں یہی ہیں جو نیکیوں میں سبقت کرتے ہیں (ترمذی) اس آیت کی دوسری قرأت يَأْتُوْنَ مَآ اَتَوْا بھی ہے یعنی کرتے ہیں جو کرتے ہیں لیکن دل اُن کے ڈرتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض کے پاس ابو عاصم گئے آپ نے مرحبا کہا اور کہا برابر آتے کیوں نہیں ہو؟ جواب دیا اسلئے کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ ہو، اماں میں آج ایک آیت کے الفاظ کی تحقیق کے لئے حاضر ہوا ہوں يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا ہیں یا يَأْتُوْنَ مَآ اَتَوْا ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہیں ان میں سے کونسے الفاظ تمہارے لئے زیادہ پسند ہیں؟ میں نے کہا آنحضرت کے الفاظ اگر ہوں تو

گویا میں نے ساری دنیا پالی بلکہ اس سے زیادہ خوشی مجھے ہوئی آپ نے فرمایا پھر تم خوش ہو جاؤ۔ دیکھو میں نے اسی طرح انہی الفاظ کو پڑھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے، اس کا ایک راوی اسماعیل بن مسلم کی ضعیف ہے ساتوں مشہور قرأتوں اور جمہور کی قرأت میں وہی ہے جو موجودہ قرآن میں ہے اور معنی کی رو سے بھی زیادہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انھیں سابق قرار دیا ہے اور اگر دوسری قرأت کو لیں تو یہ سابق نہیں بلکہ درمیانہ اور ہلکے ہو جاتے ہیں، واللہ اعلم ؛

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا

ہم کسی نفس کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، ہمارے پاس ایسی

كِتَابٌ يَنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۶۲﴾

کتاب ہے جو حق کیساتھ بولتی ہے انکے اوپر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائیگا،

بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِنْ هَٰذَا وَلَهُمْ

بلکہ ان کے دل اس طرف سے غفلت میں ہیں اور ان کیلئے اس کے سوا بھی

أَعْمَالٌ مِنْ دُونِ ذَٰلِكَ هُمْ لَهَا

بہت سے اعمال ہیں جنہیں وہ کرنے والے ہیں

عَامِلُونَ ﴿۶۳﴾ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِمْ

یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب

بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْأَرُونَ ﴿۶۴﴾ لَا

میں پکڑ لیا تو وہ فریاد و زاری کرنے لگے۔ آج مت چلاؤ

تَجْأَرُوا الْيَوْمَ إِنَّكُمْ مِنَّا لَا تُنْصَرُونَ ﴿۶۵﴾

یقیناً تم ہمارے مقابلہ پر مدد نہ کئے جاؤ گے،

قَدْ كَانَتْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ

میری آیتیں تو تمہارے سامنے پڑھی جایا کرتی تھیں پھر بھی

عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُونَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِينَ

تم اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پھر جایا کرتے تھے، اکڑتے اینٹھتے

بِهِ سَامِرًا تَهْجُرُونَ ﴿۶۷﴾

افسانہ گوئی کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیتے تھے

اللہ تعالیٰ نے شریعت آسان رکھی ہے ایسے احکام نہیں دیئے جو انسانی طاقت سے خارج ہوں پھر قیامت کے دن وہ انکے اعمال کا حساب لیگا جو سب کے سب کتابی صورت میں لکھے ہوئے موجود ہونگے، یہ نامۂ اعمال صحیح صحیح طور پر ان کا ایک ایک عمل بتا دیگا کسی طرح کا ظلم کسی پر نہ کیا جائیگا کوئی نیکی کم نہ ہوگی ہاں اکثر مومنوں کی برائیاں معاف کر دی جائیں گی، لیکن مشرکوں کے دل قرآن سے بہکے اور بھٹکے ہوتے ہیں، اس کے سوا بھی ان کی اور بد اعمالیاں بھی ہیں جیسے شرک وغیرہ جسے یہ دھڑلے سے کر رہے ہیں، تاکہ ان کی برائیاں انہیں جہنم سے ورے نہ رہنے دیں، چنانچہ وہ حدیث گذر چکی جس میں فرمان ہے کہ انسان نیکی کے کام کرتے کرتے جنت سے صرف ہاتھ بھر کے فاصلے پر رہ جاتا ہے جو اس پر تقدیر کا لکھا غالب آجاتا ہے اور بد اعمالیاں شروع کر دیتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہنم واصل ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ جب ان میں سے آسودہ حال دولت مند لوگوں پر عذاب خدا آپڑتا ہے تو اب وہ فریاد کرنے لگتے ہیں، سورۂ مزمل میں فرمان ہے کہ مجھے اور ان مالدار جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیجئے انھیں کچھ مہلت اور دیجئے ہمارے پاس بیڑیاں بھی ہیں اور جہنم بھی ہے اور گلے میں اٹکنے والا کھانا ہے اور دردناک سزا ہے۔ اور آیت میں ہے وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَلَاتَ حِينَ مَنَاصٍ ٥ یعنی ہم نے ان سے پہلے اور بھی بہت سی بستیاں کو تباہ کر دیا اس وقت انہوں نے واویلا شروع کی جبکہ وہ محض بے سود تھی یہاں فرماتا ہے کہ آج تم کیوں شور مچاتے ہو؟ کیوں فریاد کر رہے ہو؟ کوئی بھی تمہیں آج کام نہیں آسکتا تم پر عذاب خدا آپڑے اب چیخنا چلانا سب بے سود ہے۔ کون ہے؟ جو میرے عذابوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کر سکے۔ پھر ان کا ایک بڑا گناہ بیان ہوتا ہے کہ یہ میری آیتوں کے منکر تھے انھیں سنتے تھے اور ٹال جاتے تھے بلائے جاتے تھے لیکن انکار کر دیتے تھے توحید کا انکار کرتے تھے شرک پر عقیدہ کرتے تھے حکم تو بلند و برتر خدا ہی کا چلتا ہے، مُسْتَكْبِرِينَ حال ہے اللہ کے حق سے ہٹنے اور حق کا انکار کرنے سے کہ یہ اس وقت تکبر کرتے تھے اور حق اور

اہل حق کو حقیر سمجھتے تھے۔ اس معنی کی رو سے بہ کی ضمیر کا مرجع یا تو حرم ہے یعنی مکہ کہ یہ اس میں بیہودہ بکواس بکتے تھے یا قرآن ہے جسے یہ مذاق میں اڑاتے تھے کبھی شاعری کہتے تھے کبھی کہانا وغیرہ یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ راتوں کو بیکار بیٹھے ہوئے اپنی گپ شپ میں کبھی حضورؐ کو شاعر کہتے کبھی کاہن کہتے کبھی جادوگر کہتے کبھی جھوٹا کہتے کبھی مجنون بتلاتے حالانکہ حرم خدا کا گھر ہے قرآن خدا کا کلام ہے حضورؐ خدا کے رسول ہیں جنھیں خدا نے اپنی مدد پہنچائی اور مکہ پر قابض کیا، ان مشرکوں کو وہاں سے ذلیل و پست کر کے نکالا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ یہ لوگ بیت اللہ کی وجہ سے فخر کرتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ وہ اولیاء اللہ ہیں حالانکہ یہ خیال محض وہم تھا ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مشرکین قریش بیت اللہ پر فخر کرتے تھے اپنے تئیں اس کا مہتمم اور متولی بتلاتے تھے حالانکہ نہ اُسے آباد کرتے تھے نہ اس کا صحیح ادب کرتے تھے، ابن ابی حاتم رحؒ نے یہاں پر بہت کچھ لکھا ہے حاصل سب کا یہی ہے۔

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ مَا

کیا انہوں نے اس بات میں غور و فکر ہی نہیں کیا؟ یا ان کے پاس وہ آیا جو

لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٦٨﴾ أَمْ

ان کے اگلے باپ دادوں کے پاس نہیں آیا تھا؟ یا انہوں نے

لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ ﴿٦٩﴾

اپنے پیغمبر کو پہچانا نہیں کہ اس کے منکر ہو رہے ہیں؟ یا یہ کہتے

أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ ۚ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ

ہیں کہ اسے جنون ہے؟ بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لایا ہے

وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ﴿٧٠﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ

ہاں ان میں کے اکثر حق سے چڑنے والے ہیں، اگر حق ہی ان کی

الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَ

خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان

الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ

کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے حق تو یہ ہے کہ ہم نے انہیں ان کی نصیحت پہنچا دی

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ ﴿٧١﴾ أَمْ

ہے لیکن اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں، کیا تو

تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ

ان سے کوئی اجرت چاہتا ہے؟ یاد رکھ کہ تیرے رب کی اجرت بہت

وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿٧٢﴾ وَإِنَّكَ

ہی بہتر ہے، اور وہ سب سے بہتر روزی رساں ہے، یقیناً تو تو

لَتَدْعُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٧٣﴾

انہیں راہ راست کی طرف بلا رہا ہے، بیشک جو

وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ سیدھے راستے سے مڑ

عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُونَ ﴿٧٤﴾ وَلَوْ

جانے والے ہیں۔ اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور

رَحِمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ ضُرٍّ

ان کی تکلیفیں دور کر دیں تو یہ تو اپنی اپنی سرکشی پر

لَلَجُّوا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٧٥﴾

جم کر اور بھٹکنے لگیں۔

اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس فعل پر انکار کر رہا ہے جو وہ قرآن کے نہ سمجھنے اور اس میں غور و فکر نہ کرنے میں کر رہے تھے اور اس سے منہ پھیر لیتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی وہ پاک اور برتر کتاب نازل فرمائی تھی جو کسی نبی پر نہیں اتاری گئی یہ سب سے اکمل اشرف اور افضل کتاب ہے ان کے باپ دادا جاہلیت میں مرے تھے جن کے ہاتھوں میں کوئی خدائی کتاب نہ تھی ان میں کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا تو انھیں چاہیے تھا کہ خدا کے رسول کی مانے کتاب اللہ کی قدر کرتے اور دن رات اس پر عمل کرتے جیسے کہ ان میں کے سمجھداروں نے کیا کہ وہ مسلمان متبع رسول ہو گئے۔ اور اپنے اعمال سے خدا کو رضامند کر دیا۔ افسوس کفار نے عقلمندی سے کام نہ لیا۔ قرآن کی متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑ کر ہلاک ہو گئے۔ کیا یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے نہیں؟ کیا آپؐ کی صداقت امانت دیانت، انھیں معلوم نہیں؟ آپ تو انہی میں پیدا

ہوئے انہیں میں پلے انہی میں بڑے ہوئے پھر کیا وجہ ہے کہ آج اسے جھوٹا کہنے لگے جسے اس سے پہلے سچا کہتے تھے وہ بہرے ہو رہے تھے، حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شاہ حبش نجاشی رحمۃ اللہ علیہ سے سر دربار یہی فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین وحدہٗ لاشریک نے ہم میں ایک رسول بھیجا ہے جس کا نسب جس کی صداقت جس کی امانت ہمیں خوب معلوم تھی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کسریٰ سے بوقت جنگ میدان میں یہی فرمایا تھا۔ ابو سفیان صخر بن حرب نے شاہ روم سے یہی فرمایا تھا جبکہ سر دربار اس نے ان سے اور ان کے ساتھیوں سے پوچھا تھا حالانکہ اس وقت تک وہ مسلمان بھی نہیں تھے لیکن انھیں آپ کی صداقت امانت دیانت سچائی اور نسب کی عمدگی کا اقرار کرنا پڑا۔ کہتے تھے کہ اسے جنون ہے یا اس نے قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے حالانکہ بات اس طرح نہیں حقیقت صرف یہ ہے کہ ان کے دل ایمان سے خالی ہیں یہ قرآن پر نظریں نہیں ڈالتے اور جو زبان پر چڑھتا ہے بک دیتے ہیں۔ قرآن تو وہ کلام ہے جس کی مثل اور نظیر سے ساری دنیا عاجز آگئی، باوجود سخت مخالفت کے اور باوجود پوری کوشش اور انتہائی مقابلے کے کسی سے نہ بن پڑا کہ اس جیسا قرآن خود بنا لیتا یا سب کی مدد لے کر اس جیسی ایک ہی سورت بنا لاتا۔ یہ تو سراسر حق ہے اور انھیں حق سے چڑ ہے۔ پچھلا جملہ حال ہے اور ہو سکتا ہے کہ خبر مستانفہ ہو، واللہ اعلم، مذکور ہے کہ حضور نے ایک شخص سے ایک مرتبہ فرمایا مسلمان ہو جا اس نے کہا اگرچہ مجھے اس سے نفرت ہو؟ آپ نے فرمایا اگرچہ ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضور کو راستے میں ملا آپ نے اس سے فرمایا اسلام قبول کر اس پر یہ بہت بھاری پڑا اور اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ آپ نے فرمایا دیکھو اگر تم کسی غیر آباد خطرناک غلط راستے پر جا رہے ہو اور تمہیں ایک شخص ملے جس کے نام و نسب سے جس کی سچائی اور امانت داری سے تم بخوبی واقف ہو۔ وہ تم سے کہے کہ اس راستے چلو جو وسیع آسان، سیدھا اور صاف ہے بتاؤ تم اس کے بتلائے ہوئے راستے پر چلو گے یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں ضرور۔ آپ نے فرمایا بس تو یقین مانو قسم خدا کی تم اس دنیوی سخت دشوار گذار اور خطرناک راہ سے بھی زیادہ بری راہ پر ہو اور میں تمہیں سیدھی راہ کی دعوت دیتا ہوں میری مان لو، مذکور ہے کہ ایک اور ایسے ہی شخص سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جبکہ اس نے دعوت اسلام کا برا منایا کہ تیرے دو ساتھی ہوں ایک تو سچا امانت دار دوسرا جھوٹا خیانت پیشہ، بتا تو کس سے محبت کرے گا؟ اس نے کہا سچے امین سے فرمایا اسی طرح تم لوگ اپنے رب کے نزدیک ہو۔ حق سے مراد بقول سدی رحمۃ اللہ خود اللہ تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اگر انہی کی مرضی کے مطابق شریعت مقرر کرتا تو زمین و آسمان بگڑ جاتے جیسے اور آیت میں ہے کہ کافروں نے کہا ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے شخص پر یہ قرآن کیوں نہ اترا؟ اس کے جواب میں فرمان ہے کہ کیا رحمت خدا کی تقسیم ان کے ہاتھوں میں ہے؟ اور آیت میں ہے کہ اگر رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک یہ ہوتے تو یہ اپنی بخیلی کی وجہ سے دنیا کو ترسا دیتے اور آیت میں ہے کہ اگر انہیں ملک کے کسی حصہ کا مالک بنا دیا ہوتا تو یہ کسی کو ایک کوڑی بھی نہ پرکھاتے پس ان آیتوں میں جناب باری نے بیان فرمایا کہ انسانی دماغ مخلوق کے انتظام کی قابلیت میں نااہل ہے یہ اللہ ہی کی شان ہے کہ اس کی صفتیں اس کے فرمان اس کے افعال اس کی شریعت اس کی تقدیر اس کی تدبیر تمام مخلوق کو حاوی ہے اور تمام مخلوق کی حاجت براری اور ان کی مصلحت کے مطابق ہے اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ پالنہار ہے، پھر فرمایا اس قرآن کو ان کی نصیحت کے لئے ہم لائے اور یہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں، پھر ارشاد ہے کہ تو تبلیغ قرآن پر ان سے کوئی اجرت نہیں مانگتا تیری نظریں خدا پر ہیں وہی تجھے اس کا اجر دے گا جیسے فرمایا جو بدلہ میں تم سے مانگوں

وہ بھی تمہیں ہی دیا میں تو اجر کا طالب صرف خدا سے ہی ہوں اور آیت میں حضور ص کو حکم ہوا کہ اعلان کر دو نہ میں کوئی بدلہ چاہتا ہوں نہ تکلف کرنے والوں میں ہوں اور جگہ ہے کہدے کہ میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں چاہتا صرف قرابت داری کے میل کا جوش ہے، سورۂ یاسین میں ہے کہ شہر کے دور کے کنارے سے جو شخص دوڑا ہوا آیا اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو نبیوں کی اطاعت کرو جو تم سے کسی اجر کے خواہاں نہیں یہاں فرمایا وہی بہترین رزاق ہے، لوگوں کو راہ راست کی طرف بلا رہا ہے، مسند احمد میں ہے حضور ص سوئے ہوئے تھے۔ جو دو فرشتے آئے ایک آپ کی پائنتیوں بیٹھا دوسرا سرہانے پہلے نے دوسرے سے کہا اس کی اور اس کی امت کی مثالیں بیان کرو اس نے کہا ان کی مثال مثل ان مسافروں کے قافلے کے ہے جو ایک بیابان چٹیل میدان میں تھے نہ ان کے پاس توشہ بھتا تھا نہ پانی دانہ نہ آگے بڑھنے کی قوت نہ پیچھے ہٹنے کی طاقت حیران تھے کہ کیا ہوگا کہ اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک بھلا آدمی ایک شریف انسان عمدہ لباس پہنے ہوئے آرہا ہے اس نے آتے ہی ان کی گھبراہٹ اور پریشانی دیکھ کر ان سے کہا کہ اگر تم میرا کہا کرو اور میرے پیچھے چلو تو میں تمہیں پھلوں سے لدے ہوئے باغوں اور پانی سے بھرے ہوئے حوضوں پر پہنچا دوں سب نے اس کی بات مان لی اور اس نے انھیں فی الواقع ہرے بھرے ترو تازہ باغوں اور جاری چشموں میں پہنچا دیا جہاں ان لوگوں نے بے روک ٹوک کھایا پیا اور آسودہ حالی کی وجہ سے موٹے تازے ہو گئے، ایک دن اس نے کہا دیکھو میں تمہیں اس ہلاکت و افلاس سے بچا کر یہاں لایا اور اس فارغ البالی میں پہنچایا اب اگر تم میری مانو میں تمہیں اس سے بھی اعلیٰ باغات اور اس سے طیب جگہ اور اس سے بھی زیادہ لہر دار نہروں کی طرف لے چلوں، اس پر ایک جماعت تو تیار ہو گئی اور انہوں نے کہا ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن دوسری جماعت نے کہا ہمیں اور کی ضرورت نہیں بس ہم تو یہیں رہ پڑے ابو یعلیٰ موصلی میں ہے

حضور ص فرماتے ہیں میں تمہاری کولیاں بھر بھر کر تمہاری کمریں پکڑ پکڑ کر تمہیں جہنم سے روک رہا ہوں، لیکن تم پروانوں اور برساتی کیڑوں کی طرح میرے ہاتھوں سے چھوٹ چھوٹ کر آگ میں گر رہے ہو! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں چھوڑ دوں ؟ سنو میں تو حوض کوثر پر بھی تمہارا پیشوا اور میر ساماں ہوں، وہاں تم اکا دکا اور گروہ گروہ بن کر میرے پاس آؤ گے میں تمہیں تمہاری نشانیوں علامتوں اور ناموں سے پہچان لونگا جیسے ایک نووارد انجان آدمی اپنے اونٹوں کو دوسرے اونٹوں سے تمیز کر لیتا ہے میرے دیکھتے ہوئے تم میں سے بعض کو بائیں طرف والے عذاب کے فرشتے پکڑ کر لیجانا چاہیں گے تو میں جناب باری میں عرض کر دوں گا کہ خدایا یہ میری قوم کے میری امت کے لوگ ہیں بس جواب دیا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں یہ تو آپ کے بعد اپنی ایڑیوں کے بل لوٹتے ہی رہے ہیں انھیں بھی پہچان لوں گا جو قیامت کے دن اپنی گردن پر بکری لئے ہوئے آئے گا جو بکری چیخ رہی ہوگی وہ میرا نام لے کر آوازیں دے رہا ہوگا لیکن میں اس سے صاف کہدونگا کہ میں خدا کے سامنے تجھے کچھ کام نہیں آسکتا میں نے تو خدا کی باتیں پہنچا دی تھیں اسی طرح کوئی ہوگا جو اونٹ کو لئے ہوئے آئیگا جو بلبلا رہا ہوگا ندا کرے گا کہ اے محمد ص اے محمد ص میں کہدوں گا کہ میں خدا کے ہاں تیرے لئے کچھ اختیار نہیں رکھتا میں تو پہنچا چکا تھا بعض آئیں گے جن کی گردن پر گھوڑا سوار ہوگا جو ہنہنا رہا ہوگا وہ بھی مجھے آواز دے گا اور میں یہی جواب دونگا بعض آئیں گے مشکیں لادے ہوئے پکاریں گے یا محمد ص یا محمد ص میں کہوں گا میں تو تیرے کسی امر کا مالک نہیں میں تو پہنچا چکا تھا، امام علی بن مدینی رح فرماتے ہیں اس حدیث کی سند ہے تو حسن لیکن اس کا ایک راوی حفص بن حمید مجہول ہے لیکن امام یحییٰ ابن معین رح نے اسے صالح کہا ہے اور نسائی اور ابن حبان نے بھی اسے ثقہ کہا ہے آخرت کا یقین نہ رکھنے والے راہ راست سے ہٹے ہوتے ہیں۔ جب کوئی شخص سیدھی راہ سے ہٹ گیا تو عرب کہتے ہیں نکب

ذٰلِکَ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰکِبُوْنَ ۔ ان کے کفر کی پختگی بیان ہو رہی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ان سے سختی کو ہٹا دے اور انہیں قرآن سنا سمجھا دے تو بھی یہ اپنے کفر و عناد سے سرکشی اور تکبر سے نہ ہٹیں گے، جو ہو چکا نہیں ہوا وہ جب ہوگا تب کس طرح ہوگا اس کا علم اللہ کو ہے اسیلئے اور جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان میں بھلائی دیکھتا تو ضرور انہیں سناتا بھی تو وہ منہ پھیرے ہوئے اس سے گھوم جاتے یہ تو جہنم کے سامنے کھڑے ہو کر ہی یقین کرینگے اسوقت کہینگے کاش کہ ہم لوٹا دیئے جاتے اور رب کی باتوں کو نہ جھٹلاتے اور یقین مند ہو جاتے۔ اس سے پہلے جو چھپا تھا وہ اب کھل گیا بات یہ ہے کہ اگر یہ لوٹا دیئے جائیں تو پھر بھی منع کردہ کاموں کی طرف لوٹ آئیں گے الخ پس یہ بات کہ جو ہوگی نہیں لیکن اگر ہو تو کیا ہو؟ اسے خدا جانتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ لو سے جو جملہ قرآن کریم میں ہے وہ کبھی واقع ہونے والا نہیں۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا
ہم نے انہیں عذاب میں بھی پکڑا تاہم یہ لوگ نہ تو
اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾
اپنے پروردگار کے سامنے جھکے اور نہ ہی عاجزی اختیار کی
حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا
یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ
عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾
کھول دیا تو اسی وقت فوراً مایوس ہو گئے
وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ
وہی خدا ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل
الْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾
پیدا کئے تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو
وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ
وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف
تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ
[illegible]

وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا
اور رات دن کے رد و بدل کا مختار بھی وہی ہے، کیا تم کو سمجھ
تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ
بوجھ نہیں؟ بلکہ ان لوگوں نے بھی وہی بات کہی جو اگلے کہتے چلے
الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا
آئے۔ کہ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے
وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا
کیا پھر بھی ہم کھڑے کئے جانے والے ہیں، ہم سے اور
نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ
ہمارے باپ دادوں سے پہلے ہی سے یہ وعدہ ہوتا چلا آیا ہے
هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾
کچھ نہیں یہ تو صرف اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں۔

فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں انکی برائیوں کیوجہ سے سختیوں اور مصیبتوں میں بھی مبتلا کیا لیکن تاہم نہ تو انھوں نے اپنا کفر چھوڑا نہ خدا کیطرف جھکے بلکہ کفر و ضلالت پر اڑے رہے نہ ان کے دل نرم ہوئے نہ یہ سچے دل سے ہماری طرف متوجہ ہوئے نہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جیسے فرمان ہے فَلَوْلَآ اِذْ جَاۗءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا الخ ہمارے عذابوں کو دیکھ کر یہ ہماری طرف عاجزی سے کیوں نہ جھکے؟ بات یہ ہے کہ ان کے دل سخت ہو گئے ہیں الخ ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اس قحط سالی کا ذکر ہے جو قریش پر حضورؐ کے نہ ماننے کے صلے میں آئی تھی جس کی شکایت لے کر ابوسفیان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور آپؐ کو خدا کی قسمیں دے کر رشتہ داریوں کے واسطے دلا کر کہا تھا کہ ہم تو اب لید اور خون کھانے لگے ہیں (نسائی) صحیحین میں ہے کہ قریش کی شرارتوں سے تنگ آکر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان پر بد دعا کی تھی کہ جیسے حضرت یوسفؑ کے زمانے میں سات سال کی قحط سالی آئی تھی ایسے ہی قحط سے خدایا تو ان پر میری مدد فرما۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رح کو قید کر دیا گیا وہاں ایک نوعمر شخص نے

کہا میں آپکو جی بہلانے کے لئے کچھ اشعار سناؤں؟ تو آپ نے فرمایا
اسوقت ہم عذاب خدا میں ہیں اور قرآن نے اُن کی شکایت کی ہے
جو اس وقت بھی خدا کی طرف نہ جھکیں پھر آپ نے تین روزے برابر
رکھے ان سے سوال کیا گیا کہ بیچ میں افطار کئے بغیر روزے کیسے
تو جواب دیا کہ ایک نئی چیز اُدھر سے ہوئی یعنی قید تو ایک نئی چیز ہم
نے کی یعنی زیادتی عبادت، یہانتک کہ حکم خدا آپہنچا اچانک وقت
آگیا اور جن عذابوں کا خیال و خواب بھی نہ تھا وہ آپڑے تو تمام خیر
سے مایوس ہوگئے آس ٹوٹ گئی اور حیرت زدہ رہ گئے، اللہ کی نعمتوں
کو دیکھو اس نے کان دیئے آنکھیں دیں دل دیئے عقل و فہم عطا
فرمائی کہ غور و فکر کر سکو خدا کی وحدانیت کو اسکی با اختیاری کو
سمجھ سکو لیکن جوں جوں نعمتیں بڑھیں شکر کم ہوتے جیسے فرمان ہے تو
گو حرص کرے لیکن انمیں سے اکثر بے ایمان ہیں، پھر اپنی عظیم الشان سلطنت
اور قدرت کا بیان فرمارہا ہے کہ مخلوق کو اس نے پیدا کرکے وسیع زمین
پر بانٹ دیا ہے پھر قیامت کے دن ان بکھرے ہوؤں کو سمیٹ کر
اپنے پاس جمع کریگا اب بھی اسی نے پیدا کیا ہے پھر بھی وہی جلائیگا
کوئی چھوٹا بڑا آگے پیچھے کا باقی نہ بچیگا وہی بوسیدہ اور کھوکھلی ہڈیوں کا
زندہ کرنیوالا اور لوگوں کو مار ڈالنے والا ہے اسی کے حکم سے دن
چڑھتا ہے رات آتی ہے ایک نظام سے ایک کے بعد ایک آتا جاتا ہے
نہ سورج چاند سے آگے نکلے نہ رات دن پر سبقت کرے کیا تم میں
اتنی بھی عقل نہیں؟ کہ اتنے بڑے نشانات کو دیکھ کر اپنے خدا کو پہچان
لو؟ اور اسکے غلبے اور اس کے علم کے قائل بن جاؤ، بات یہ ہے کہ
اس زمانہ کے کافر ہوں یا اگلے زمانوں کے دل انکے سب یکساں ہیں
زبانیں بھی ایک ہی ہیں وہی بکواس جو اگلوں کی تھی پچھلوں کی ہے
کہ مرکر مٹی ہو جانے اور صرف بوسیدہ ہڈیوں کی صورت میں باقی
رہ جانے کے بعد بھی نئی پیدائش میں پیدا کئے جائیں یہ سمجھ سے باہر
ہے ہم سے بھی یہی کہا گیا ہمارے باپ دادوں کو بھی اسی سے دھمکایا
گیا لیکن ہم نے تو کسی کو مرکر زندہ ہوتے دیکھا نہیں ہم تو جانتے
ہیں کہ یہ صرف بکواس ہے دوسری آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا کیا
جبکہ ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے اس وقت بھی پھر زندہ کئے

جائیں گے؟ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا ہے تم ان ہونی بات سمجھ رہے ہو
وہ تو ایک آواز کے ساتھ ہوجائیگی اور ساری دنیا اپنی قبروں سے
نکل کر ایک میدان میں ہمارے سامنے آجائیگی، سورۃ یاسین میں
بھی یہ اعتراض اور جواب ہے کہ کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے
نطفے سے پیدا کیا پھر وہ ضدی جھگڑالو بن بیٹھا اور اپنی پیدائش
کو بھول بسر گیا اور ہم پر اعتراض کرتے ہوئے مثالیں دینے لگا
کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون جلائے گا؟ اے نبی ؐ! تم انھیں
جواب دو کہ انھیں نئے سرے سے وہ خدا پیدا کرے گا جس نے
انھیں اوّل بار پیدا کیا ہے اور جو ہر چیز کی پیدائش کا عالم ہے۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ

پوچھ تو سہی کہ زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں؟ بتلاؤ

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۸۴ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ

اگر جانتے ہو، فوراً جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی

قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۸۵ قُلْ مَنْ رَّبُّ

کہدے کہ پھر تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے؟ دریافت کر کہ

السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝۸۶

ساتوں آسمانوں کا اور بہت باعظمت عرش کا رب کون ہے؟

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۸۷

وہ لوگ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، کہدے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ

پوچھ کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ ہے؟ جو پناہ

يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ

دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا اگر تم جانتے ہو

تَعْلَمُوْنَ ۝۸۸ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ

تو بتلا دو۔ یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، کہدے

فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝۸۹ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ

پھر تم کدھر سے جادو کر دیئے جاتے ہو؟ حق یہ ہے کہ ہم نے انہیں

بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

حق پہنچا دیا ہے اور یہ بیشک جھوٹے ہیں

اللہ تعالیٰ جل وعلا اپنی وحدانیت خالقیت تصرف اور ملکیت کا ثبوت دیتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ معبود برحق صرف وہی ہے اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنی چاہیے وہ واحد ہے اور بے شریک ہے پس اپنے محترم رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے دریافت فرمائیں تو وہ صاف لفظوں میں اللہ کے رب ہونے کا اقرار کریں گے اور اس میں کسی کو شریک نہیں بتلائیں گے آپ انھیں کے جواب کو لے کر انھیں قائل معقول کریں کہ جب خالق مالک صرف اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر معبود بھی تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ اسکے ساتھ دوسروں کی عبادت کیوں کی جائے؟ واقعہ یہ ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو بھی مخلوقِ خدا اور مملوک خدا جانتے تھے لیکن انھیں مقربانِ خدا سمجھ کر اس نیت سے انکی عبادت کرتے تھے کہ وہ ہمیں بھی مقربِ بارگاہ خدا بنا دیں گے پس حکم ہوتا ہے کہ زمین اور زمین کی تمام چیزوں کا خالق مالک کون ہے؟ اس کی بابت ان مشرکوں سے سوال کرو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ اب تم پھر اُن سے کہو کہ کیا اب بھی اس اقرار کے بعد بھی تم اتنا نہیں سمجھتے کہ عبادت کے لائق بھی وہی ہے کیونکہ خالق و رازق وہی ہے پھر پوچھو کہ اس بلند و بالا آسمان کا اس کی مخلوق کا خالق کون ہے جو عرش جیسی زبردست چیز کا رب ہے؟ جو مخلوق کی چھت ہے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے اس کا عرش آسمانوں پر اس طرح ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے قبہ کی طرح بنا کر بتایا (ابوداؤد) اور حدیث میں ہے:۔ ساتوں آسمان ساتوں زمین اور ان کی کل مخلوق کرسی کے مقابلہ پر ایسی ہے جیسے کسی چٹیل میدان میں کوئی حلقہ پڑا ہو اور کرسی اپنی تمام چیزوں سمیت عرش کے مقابلے میں بھی ایسی ہی ہے بعض سلف سے منقول ہے کہ عرش کی ایک جانب سے دوسری جانب کی دوری پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے۔ اور ساتویں زمین سے اس کی بلندی پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے۔ عرش کا نام عرش اس کی بلندی کی وجہ سے ہی ہے کعب احبارؒ سے مروی ہے کہ آسمان عرش کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے کوئی قندیل۔ آسمان وزمین کے درمیان ہو۔ مجاہدرحؒ کا قول ہے کہ آسمان وزمین بمقابلہ عرش خداوندی ایسے ہیں جیسے کوئی چھلہ کسی وسیع چٹیل میدان میں پڑا ہو۔ ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں عرش کی قدر و عظمت کا کوئی بھی بجز اللہ تعالیٰ کے صحیح اندازہ نہیں کر سکتا، بعض سلف کا قول ہے کہ عرش سُرخ رنگ یاقوت کا ہے اس آیت میں عرش عظیم کہا گیا ہے اور اس سورت کے آخر میں عرش کریم کہا گیا ہے یعنی بہت بڑا اور بہت حسن وخوبی والا پس لمبائی چوڑائی وسعت عظمت حسن وخوبی میں وہ بہت ہی اعلیٰ اور بالا ہے اسی لئے لوگوں نے یاقوت سُرخ کہا ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ تمہارے رب کے پاس رات دن کچھ نہیں اس کے عرش کا نور......... اس کے چہرے کے نور سے ہے الغرض اس سوال کا جواب بھی وہ یہی دیں گے کہ آسمان اور عرش کا رب اللہ ہے تو تم کہو کہ پھر تم اس کے عذابوں اور اس کی سزاؤں سے کیوں نہیں ڈرتے؟ کہ اس کے ساتھ دوسروں کی عبادتیں کر رہے ہو کتاب التفکر والاعتبار میں امام ابوبکر ابن ابی الدنیا ایک حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً اس حدیث کو بیان فرمایا کرتے تھے کہ جاہلیت کے زمانے میں ایک عورت پہاڑ کی چوٹی پہ بکریاں چرایا کرتی تھی اس کے ساتھ اس کا لڑکا بھی تھا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنی ماں سے دریافت کیا کہ اماں جان تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ نے، کہا میرے والد کو کس نے پیدا کیا، کہا اللہ نے، پوچھا مجھے کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ نے، بچہ نے پوچھا اور ان آسمانوں کو؟ اس نے کہا اللہ نے، پوچھا اور زمین کو؟ اس نے جواب دیا اللہ نے پوچھا اور ان پہاڑوں کو اماں کس نے بنایا ہے؟ ماں نے جواب دیا ان کا خالق بھی اللہ تعالےٰ ہی ہے اور پوچھا ان ہماری بکریوں کا خالق کون ہے؟ ماں نے کہا اللہ ہی ہے۔ اس نے کہا سبحان اللہ

اللہ کی اتنی بڑی شان ہے؟ بس اس قدر عظمت اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی سماگئی کہ وہ تھر تھر کانپنے لگا اور پہاڑ سے گر پڑا اور جان بحق تسلیم کر دی اس کا ایک راوی ذرا ٹھیک نہیں واللہ اعلم، دریافت کر کہ تمام ملک کا مالک ہر چیز کا مختار کون ہے؟ حضورؐ کی قسم عموماً ان لفظوں میں ہوتی تھی کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جب کوئی تاکیدی قسم کھاتے تو فرماتے اس کی قسم جو دلوں کا مالک اور ان کا پھیرنے والا ہے پھر یہ بھی پوچھ کہ وہ کون ہے؟ جو سب کو پناہ دے اور اس کی دی ہوئی پناہ کو کوئی توڑ نہ سکے اور اس کے مقابلے پر کوئی پناہ دے نہ سکے کسی کی پناہ کا وہ پابند نہیں یعنی اتنا بڑا سید و مالک کہ تمام خلق ملک حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے بتلاؤ وہ کون ہے؟ عرب میں دستور تھا کہ سردارِ قبیلہ اگر کسی کو پناہ دیدے تو سارا قبیلہ اس کا پابند ہے لیکن قبیلے میں سے کوئی کسی کو اپنی پناہ میں لے لے تو سردار پر اس کی پابندی نہیں، پس یہاں خدا کی عظمت و سلطنت بیان ہو رہی ہے کہ وہ قادرِ مطلق حاکمِ کُل اس کا ارادہ کوئی بدل نہیں سکتا، اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا اس سے کوئی بازپرس کر نہیں سکتا اس کی چاہت کے بغیر پتہ ہل نہیں سکتا وہ سب سے بازپرس کر لے لیکن کسی کی مجال نہیں کہ اس سے کوئی سوال کر سکے، اس کی عظمت اس کی کبریائی اس کا غلبہ اس کا دباؤ اس کی قدرت اسکی عزت اس کی حکمت اس کا عدل بے پایاں اور بے مثل ہے مخلوق سب اس کے سامنے عاجز ہے پست اور لاچار ہے۔ رب ساری مخلوق کی بازپرس کرنے والا ہے، اس سوال کا جواب بھی اس کے پاس بجز اس کے اور نہیں کہ وہ اقرار کریں کہ اتنا بڑا بادشاہ ایسا خود مختار اللہ واحد ہی ہے۔ کہدے کہ پھر تم پر کیا ٹھگی پڑی ہے؟ ایسا کونسا جادو تم پر ہو گیا ہے؟ کہ باوجود اس اقرار کے پھر بھی دوسروں کی پرستش کرتے ہو؟ ہم تو ان کے سامنے حق لا چکے۔ توحیدِ ربوبیت کے ساتھ ساتھ توحید الوہیت بیان کر دی صحیح دلیلیں اور صاف

باتیں پہنچا دیں اور ان کا غلط گو ہونا ظاہر کر دیا کہ یہ شریک بنانے میں جھوٹے ہیں اور ان کا جھوٹ خود ان کے اقرار سے ظاہر باہر ہے جیسے کہ سورت کے آخر میں فرمایا کہ خدا کے سوا دوسروں کو پکارنے کی کوئی سند نہیں الخ صرف باپ دادوں کی تقلید پر اڑے رہے اور یہی وہ کہتے بھی تھے کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی پر پایا اور ہم ان کی تقلید نہیں چھوڑیں گے۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ

نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے ساتھ اور

مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا

کوئی معبود ہے ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لئے پھرتا اور

خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ

ہر ایک دوسرے پر بلند ہونا چاہتا، جو اوصاف یہ

اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ

بتلاتے ہیں ان سے اللہ نرالا ہے۔ وہ غائب حاضر کا جاننے والا ہے

۵ ع ۱۵ ۵ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾

اور جو شرک یہ کرتے ہیں اس سے بالا تر ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سے اپنی برتری بیان فرما رہا ہے کہ اس کی اولاد ہو یا اس کا شریک ہو، ملک میں تصرف میں عبادت کا مستحق ہونے میں وہ یکتا ہے نہ اس کی اولاد ہے نہ اس کا شریک ہے، اگر مان لیا جائے کہ کئی ایک خدا ہیں تو ہر ایک اپنی مخلوق کا مستقل مالک ہونا چاہیے تو موجودات میں نظام قائم نہیں رہ سکتا حالانکہ کائنات کا انتظام مکمل ہے۔ عالم علوی اور عالم سفلی آسمان و زمین وغیرہ کمالِ ربط کے ساتھ اپنے اپنے مقررہ کام میں مشغول ہیں دستور سے ایک انچ ادھر اُدھر نہیں ہوتے، پس معلوم ہوا کہ ان سب کا خالق مالک خدا ایک ہی ہے نہ کہ متفرق کئی ایک، اور خدا بہت سے مان لینے کی صورت میں یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر ایک دوسرے کو پست مغلوب کرنا اور خود غالب اور زور آور ہونا چاہے گا۔ اگر غالب آگیا تو مغلوب خدا نہ رہا، اگر غالب نہ آیا تو وہ خود خدا نہیں، پس یہ دونوں دلیلیں بتلا رہی ہیں کہ خدا ایک ہی ہے

متکلمین کے طور پر اس دلیل کو دلیل تمانع کہتے ہیں، ان کی تقریر یہ ہے کہ اگر دو خدا مانے جائیں یا اس سے زیادہ پھر ایک تو ایک جسم کی حرکت کا ارادہ کرے اور دوسرا اس کے سکون کا ارادہ کرے اب اگر دونوں کی مراد حاصل نہ ہو۔ تو دونوں ہی عاجز ٹھہرے اور جب عاجز ٹھہرے تو خدا نہیں ہو سکتے کیونکہ واجب عاجز نہیں ہوتا، اور یہ بھی ناممکن ہے کہ دونوں کی مراد پوری ہو کیونکہ ایک کے خلاف دوسرے کی چاہت ہے تو دونوں کی مراد کا حاصل ہونا محال ہے اور یہ محال لازم ہوا ہے اس وجہ سے کہ دو یا دو سے زیادہ خدا فرض کئے گئے تھے، پس یہ تعداد باطل ہو گیا اب رہی تیسری صورت یعنی یہ کہ ایک کی چاہت پوری ہو اور ایک کی نہ ہو تو جس کی پوری ہوئی وہ تو غالب اور واجب رہا اور جس کی پوری نہ ہوئی وہ مغلوب اور ممکن ہوا، کیونکہ واجب کی یہ صفت نہیں کہ وہ مغلوب ہو تو اس صورت میں بھی خداؤں کی زیادتی تعداد باطل ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ خدا ایک ہے وہ ظالم سرکش حد سے گذر جانے والے مشرک جو خدا کی اولاد ٹھہراتے ہیں اور اس کے شریک بتلاتے ہیں ان کے ان بیان کردہ اوصاف سے ذات خدا بلند وبالا برتر و منزہ ہے، وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو مخلوق سے پوشیدہ ہے اور اسے بھی جو مخلوق پر عیاں ہے پس وہ ان تمام شرکاء سے پاک ہے جسے منکر اور مشرک شریک خدا بتلاتے ہیں ۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾

تو دعا کیا کر کہ اے میرے پروردگار اگر تو مجھے وہ دکھائے جس کا وعدہ انہیں دیا

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

جارہا ہے تو اے رب تو مجھے ان ظالموں کے گروہ میں نہ کرنا، ہم جو

وَاِنَّا عَلٰٓي اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ

کچھ وعدے انہیں دے رہے ہیں سب کو تجھے دکھا دینے پر یقیناً

لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

قادر ہیں، برائی کو اس طریقے سے دور کر جو سراسر بھلائی والا

السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ

ہو، جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں ہم بخوبی واقف ہیں، اور دعا کر کہ

قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾

اے میرے پروردگار میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں

وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

اور اے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آجائیں۔

سختیوں کے اترنے کے وقت کی دعا تعلیم ہو رہی ہے کہ اگر تو ان بدکاروں پر عذاب لائے اور میں ان میں موجود ہوں، تو مجھے ان عذابوں سے بچا لینا، مسند احمد اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور کی دعاؤں میں یہ جملہ بھی ہوتا تھا کہ خدایا جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ارادہ کرے تو مجھے فتنہ میں ڈالنے سے پہلے اٹھا لے خدا تعالیٰ اسکی تعلیم دینے کے بعد فرماتے کہ ہم ان عذابوں کو تجھے دکھا دینے پر قادر ہیں جو ان پر کفار پر ہماری جانب سے اترنیوالے ہیں، پھر وہ بات سکھاتی جاتی ہے جو تمام مشکلوں کو دور اور دفع کرنیوالی ہے اور وہ یہ کہ برائی کرنیوالے سے بھلائی کی جائے تاکہ اسکی عداوت محبت سے اور نفرت الفت سے بدل جائے جیسے اور آیت میں بھی ہے کہ بھلائی سے دفع کر تو جانی دشمن دلی دوست بن جائے گا لیکن یہ کام انہیں سے ہو سکتا ہے جو صبر کرنیوالے ہوں یعنی اس حکم کی تعلیم اور اس صفت کی تکمیل صرف ان لوگوں سے ہو سکتی ہے جو لوگوں کی تکلیف کو برداشت کر لینے کے عادی ہو جائیں اور گو وہ برائی کریں لیکن یہ بھلائی کرتے جائیں یہ وصف ان ہی لوگوں کا ہے جو بڑے باالنصیب ہوں دنیا و آخرت کی بھلائی جن کی قسمت میں ہو، انسان کی برائی سے بچنے کی بہترین ترکیب بتلا کر پھر شیطان کی برائی سے بچنے کی ترکیب بتلائی جاتی ہے کہ خدا سے دعا کرو کہ وہ تمہیں شیطان سے بچائے اس لئے کہ اس کے فن فریب سے بچنے کے ہتھیار تمہارے پاس بجز اس کے اور نہیں، وہ سلوک و احسان سے بس میں نہیں آنے کے استعاذہ کے بیان میں ہم لکھ آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ

الشَّيَاطِينِ مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ ٥ پڑھا کرتے تھے، اور میں پناہ مانگتا ہوں کہ شیطان میرے کسی کام میں حاصل ہو اور وہ میرے پاس پہنچ جائے، پس ہر ایک کام کے شروع میں خدا کا ذکر شیطان کی شمولیت کو روک دیتا ہے کھانا پینا جماع ذبح وغیرہ کل کاموں کے شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیئے ابوداؤد میں ہے کہ حضورؐ کی ایک دعاء یہ بھی تھی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَدَمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْغَمِّ وَمِنَ الْغَرَقِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّيْطٰنُ عِنْدَ الْمَوْتِ ٥ اے اللہ میں تجھ سے بُرے بڑھاپے اور دب کر مر جانے سے اور ڈوب کر مر جانے سے پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی کہ موت کے وقت شیطان مجھ کو بہکا دے، مسند احمد میں ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دعا سکھاتے تھے کہ نیند اچاٹ ہو جانے کے مرض کو دور کرنے کے لیے ہم سوتے وقت پڑھا کریں بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ ٥ حضرت ابن عمرؓ کا دستور تھا کہ اپنی اولاد میں سے جو ہوشیار ہوتے انہیں تو یہ دعاء سکھا دیا کرتے اور جو چھوٹے ناسمجھ ہوتے یاد نہ کر سکتے ان کے گلے میں اس دعاء کو لکھ کر لٹکا دیتے، ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں ؛

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے اے

رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا

میرے پروردگار مجھے واپس لوٹا دے کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر

فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ

نیک اعمال کر لوں ہرگز ایسا نہیں ہوگا، یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا

قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ

یہ قائل ہے، ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے ان کے

اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک ؛

بیان ہو رہا ہے کہ موت کے وقت کفار اور بدترین گنہگار سخت نادم ہوتے ہیں اور حسرت و افسوس کے ساتھ آرزو کرتے ہیں کہ کاش کے ہم دنیا کی طرف لوٹائے جائیں، تاکہ ہم نیک اعمال کر لیں لیکن اس وقت یہ امید فضول یہ آرزو لاحاصل ہے چنانچہ سورۃ منافقون میں فرمایا جو ہم نے دیا ہے ہماری راہ میں دیتے رہو۔ اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے اس وقت وہ کہے کہ خدایا ذرا سی مہلت دیدے تو میں صدقہ خیرات کر لوں اور نیک بندہ بن جاؤں لیکن اجل آ چکنے کے بعد کسی کو مہلت نہیں ملتی تمہارے تمام اعمال سے خدا تعالیٰ خبردار ہے اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں مثلاً يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ سے مِنْ رَّسُوْلٍ ٥ تک اور يَوْمَ يَاْتِیْ تَاْوِيْلُهٗ سے يَعْمَلُ تک اور وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ سے مُوْقِنُوْنَ ٥ تک اور وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا سے لَكَاذِبُوْنَ ٥ تک اور وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ سے مِنْ سَبِيْلٍ تک اور آیت قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اور اس کے بعد کی آیت وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا الخ وغیرہ۔ ان آیتوں میں بیان ہوا ہے کہ ایسے بدکار لوگ موت کو دیکھ کر قیامت کے دن خدا کے سامنے کی پیشی کے وقت جہنم کے سامنے کھڑے ہو کر دنیا میں واپس آنے کی تمنا کریں گے اور نیک اعمال کرنے کا وعدہ کریں گے لیکن ان وقتوں میں انکی طلب پوری نہ ہوگی یہ تو وہ کلمہ ہے جو مجبوری ایسے آڑے وقتوں میں ان کی زبان سے نکل ہی جاتا ہے اور یہ بھی کہ یہ کہتے ہیں مگر کرنے کے نہیں اگر دنیا میں واپس لوٹائے بھی جائیں تو عمل صالح نہیں کریں گے، بلکہ ویسے ہی رہیں گے جیسے پہلے رہے تھے، یہ تو جھوٹے اور لباڑیئے ہیں۔ کتنا مبارک ہے وہ شخص جو اس زندگی میں نیک عمل کر لے۔ اور کیسے بد نصیب ہیں یہ لوگ کہ آج نہ انہیں مال و اولاد کی تمنا ہے نہ دنیا اور زینتِ دنیا کی خواہش ہے صرف یہ چاہتے ہیں کہ دو روز کی زندگی اور ہو جائے تو کچھ نیک اعمال کر لیں لیکن تمنا بےکار، آرزو بےسود، خواہش

بے جا یہ بھی مروی ہے کہ ان کی تمنا پر انھیں خدا ڈانٹ دیگا اور فرما دیگا کہ یہ بھی تمھاری بات ہے عمل اب بھی نہیں کروگے، حضرت علاء بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کیا ہی اچھی بات فرماتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ تم یوں سمجھ لو کہ میری موت آچکی تھی لیکن میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے چند روز کی مہلت دیدی جائے تاکہ میں نیکیاں کرلوں اللہ تعالیٰ نے مجھے مہلت دیدی ہے تو اب مجھے چاہئے کہ دل کھول کر نیکیاں کرلوں، قتادہ رح فرماتے ہیں کہ کافر کی اس امید کو یاد رکھو اور خود زندگی کی گھڑیاں اطاعت خدا میں بسر کرو، حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں جب کافر اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اپنا جہنم کا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے تو کہتا ہے میرے رب مجھے لوٹا دے، میں توبہ کرلوں گا اور نیک اعمال کرتا رہونگا جواب ملتا ہے کہ جتنی عمر تجھے دی گئی تھی تو ختم کرچکا، پھر اس کی قبر اس پر سمٹ جاتی ہے اور تنگ ہوجاتی ہے اور سانپ بچھو چمٹ جاتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں گنہگاروں پر ان کی قبریں بڑی مصیبت کی جگہ ہوتی ہیں ان کی قبروں میں انھیں کالے ناگ ڈستے رہتے ہیں جن میں سے ایک بہت بڑا ان کے سرہانے ہوتا ہے اور ایک اتنا ہی بڑا پائنتوں ہوتا ہے وہ سر کی طرف سے ڈسنا اور اوپر چڑھنا شروع کرتا ہے یہ پیروں کی طرف سے کاٹنا اور اوپر چڑھنا شروع کرتا ہے، یہاں تک کہ بیچ کی جگہ آکر دونوں اکٹھے ہوجاتے ہیں پس یہ ہے وہ برزخ جہاں یہ قیامت تک رہیں گے، من ورائهم کے معنی کئے گئے ہیں کہ ان کے آگے برزخ ایک حجاب اور آڑ ہے دنیا اور آخرت کے درمیان وہ نہ تو ٹھیک طور پر دنیا میں ہیں کہ کھا پی سکیں نہ آخرت میں ہیں کہ اعمال کے بدلے بدلے میں آجائیں بلکہ بیچ ہی بیچ میں ہیں پس اس آیت میں ظالموں کو ڈرایا جارہا ہے کہ انھیں عالم برزخ میں بھی بڑے بھاری عذاب ہوں گے، جیسے فرمان ہے وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ان کے آگے جہنم ہے اور آیت میں ہے وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ [illegible] کے بہت سخت عذاب ہے برزخ

کا یہ عذاب ان پر قیامت کے قائم ہونے تک برابر جاری رہے گا جیسے حدیث میں ہے کہ وہ اس میں برابر عذاب میں رہے گا یعنی زمین میں ۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَآ أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ
پس جبکہ صور پھونک دیا جائیگا اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں
يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ
گے نہ آپس کی پوچھ گچھ، جن کی ترازو کا پلہ
مَوَازِيْنُهٗ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٢﴾
بھاری ہوگیا وہ تو نجات والے ہو گئے
وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَأُولٰٓئِكَ
اور جن کی ترازو کا پلہ ہلکا ہوگیا یہ ہیں وہ جنھوں نے
الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا أَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ
اپنا نقصان آپ کرلیا جو ہمیشہ کے لئے جہنم
خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ
واصل ہوئے۔ ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی
النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ○
اور وہ وہاں بدشکل بنے ہوئے ہوں گے ۔

جب جی اٹھنے کا صور پھونکا جائے گا اور لوگ اپنی قبروں سے زندہ ہوکر اٹھ کھڑے ہوں گے اسدن نہ تو رشتے ناتے باقی رہیں گے نہ کوئی کسی سے پوچھے گا نہ باپ کو اولاد پر شفقت ہوگی نہ اولاد باپ کا غم کھائے گی عجب آپا دھاپی ہوگی، جیسے فرمان ہے کہ کوئی دوست کسی دوست سے باوجود ایک دوسرے کو دیکھنے کے کچھ نہ پوچھیگا، صاف دیکھے گا کہ قریبی بے مصیبت میں ہے۔ گناہوں کے بوجھ میں دب رہا ہے لیکن اس کی طرف التفات تک نہ رہے گا نہ کچھ پوچھیگا بلکہ آنکھ پھیرلے گا جیسے خود قرآن میں ہے کہ اس دن آدمی اپنے بھائی سے اپنی ماں سے اپنے باپ سے اپنی بیوی سے اور اپنے بچوں سے بھاگتا پھرے گا، حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعا اگلوں پچھلوں کو جمع کرے گا پھر ایک منادی ندا کرے گا

کہ جس کسی کا کوئی حق کسی دوسرے کے ذمے ہو وہ آئے اور اس سے اپنا حق لے جائے تو اگرچہ کسی کا ایک حق اپنے باپ کے ذمے یا اپنی اولاد کے ذمے یا اپنی بیوی کے ذمے ہو وہ بھی خوش ہوتا ہوگا اور دوڑتا ہوا آئیگا اپنے حق کے تقاضے شروع کرے گا جیسے اس آیت میں ہے، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فاطمہ رض میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو چیز اُسے ناخوش کرے وہ مجھے بھی ناخوش کرتی ہے اور جو چیز اُسے خوش کرے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے، قیامت کے روز سب رشتے ناتے ٹوٹ جاتے ہیں لیکن میرا نسب میرا سبب میری رشتے داری نہ ٹوٹے گی، اس حدیث کی اصل بخاری و مسلم میں بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا فاطمہ رض میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے اسے ناراض کرنے والی اور اُسے ستانے والی چیزیں مجھے ناراض کرنے والی اور مجھے تکلیف پہنچانے والی ہیں مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا لوگوں کا خیال ہے کہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ بھی آپکی قوم کو کوئی فائدہ نہ دیگا بخدا میرا رشتہ دنیا میں اور آخرت میں ملا ہوا ہے اے لوگو! میں تمہارا میر ساماں ہوں جب تم آؤ گے ایک شخص کہیگا کہ یا رسول اللہؐ میں فلاں بن فلاں ہوں، میں جواب دونگا کہ ہاں نسب تو میں نے پہچان لیا لیکن تم لوگوں نے میرے بعد بدعتیں ایجاد کی تھیں اور ایڑیوں کے بل مرتد ہو گئے تھے۔ مسند امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رض میں ہم نے کئی سندوں سے یہ روایت وارد کی ہے کہ جب آپ نے امّ کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے نکاح کیا تو فرمایا کرتے تھے واللہ مجھے اس نکاح سے صرف یہ غرض تھی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ ہر سبب ونسب قیامت کے دن کٹ جائیگا، مگر میرا نسب اور سبب۔ یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے اُن کا مہر ان کی تعظیم و بزرگی چالیس ہزار مقرر کیا تھا، ابن عساکر میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کل رشتے ناتے اور سسرال تعلقات بجز میرے ایسے تعلقات کے قیامت کے دن کٹ جائینگے

ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ جہاں میرا نکاح ہوا ہے اور جس کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے وہ سب جنت میں بھی میرے ساتھ رہیں تو خدا تعالیٰ نے میری دعاء قبول فرمائی، جس کی ایک نیکی بھی گناہوں سے بڑھ گئی وہ کامیاب ہوگیا جہنم سے آزاد اور جنت میں داخل ہوگیا اپنی مراد کو پہنچ گیا اور جس سے ڈرتا تھا اس سے بچ گیا، اور جس کی برائیاں بھلائیوں سے بڑھ گئیں وہ ہلاک ہوتے۔ نقصان میں آگئے۔ حضورؐ فرماتے ہیں قیامت کے دن ترازو پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا جو ہر ایک انسان کو لاکر ترازو کے پاس بیچوں بیچ کھڑا کریگا پھر نیکی بدی تولی جائے گی اگر نیکی بڑھ گئی تو بہ آواز بلند اعلان کریگا کہ فلاں بن فلاں نجات پاگیا اب اس کے بعد بلا کی اس کے پاس بھی نہیں آنے کی اور اگر بدی بڑھ گئی تو ندا کرے گا اور سب کو سناکر کہیگا کہ فلاں کا بیٹا فلاں ہلاک ہوا۔ اب وہ بھلائی سے محروم ہوگیا اس کی سند ضعیف ہے داؤد ابن محبر راوی ضعیف و متروک ہے ایسے لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے دوزخ کی آگ اُن کے منہ جھلس دے گی۔ چہرے کو جلا دیگی کمر کو سُلگا دیگی، بے بس ہوں گے آگ کو ہٹا نہ سکیں گے حضورؐ فرماتے ہیں پہلے ہی شعلے کی لپیٹ ان کا سارا گوشت پوست ہڈیوں سے الگ کرکے ان کے قدموں میں ڈال دے گی وہ وہاں بدشکل ہوں گے دانت نکلے ہوئے ہوں گے ہونٹ اوپر چڑھا ہوا اور نیچے گرا ہوا ہوگا، اور اوپر کا ہونٹ۔ تو تالو تک پہنچا ہوا ہوگا اور نیچے کا ہونٹ ناف تک آجائے گا۔

أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ

کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہیں کی جاتی تھیں؟

فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ (۱۰۵) قَالُوا رَبَّنَا

پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے کہیں گے کہ اے پروردگار!

غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا

ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی واقعی ہم تھے ہی

ضَآلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ

گمراہ، اے میرے پروردگار ہمیں یہاں سے نجات دے اگر اب بھی

عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾

ہم ایسا ہی کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں۔

کافروں کو ان کے کفر اور گناہوں پر اور نہ ماننے پر قیامت کے
دن جو ڈانٹ ڈپٹ ہوگی اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ان سے خدا تعالیٰ
فرمائیگا کہ میں نے اپنی طرف سے رسول بھیجے تھے تم پر کتابیں نازل فرمائی
تھیں تمھارے شک و شبہے زائل کر دیئے تھے تمھاری کوئی حجت
باقی نہیں رکھی تھی جیسے فرمان ہے کہ تاکہ لوگوں کا عذر رسولوں
کے آنے کے بعد باقی نہ رہے اور فرمایا ہم جب تک رسول نہ بھیجدیں
عذاب نہیں کرتے اور آیت میں ہے جب جہنم میں کوئی جماعت
جائیگی اس سے وہاں کے داروغے پوچھیں گے کہ کیا تمھارے
پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگاہ کرنیوالے آئے نہ تھے؟ الخ اس
وقت یہ حرمان نصیب لوگ اقرار کریں گے کہ بیشک تیری حجت
پوری ہوگئی تھی لیکن ہم اپنی بد قسمتی اور سخت دلی کے باعث
درست نہ ہوتے اپنی گمراہی پر اڑ گئے اور راہ راست پر نہ
چلے۔ خدایا اب تو ہمیں پھر دنیا کی طرف بھیجدے اب اگر ایسا
کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں اور مستحق سزا ہیں جیسے فرمان ہے
فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ۔ ہمیں اپنی
تقصیروں کا اقرار ہے کیا اب کسی طرح بھی چھٹکارے کی راہ مل
سکتی ہے؟ الخ لیکن جواب دیا جائیگا کہ اب سب راہیں بند ہیں
دار عمل ختم ہوگیا اب دار جزا ہے توحید کے وقت شرک کیا اب
پچھتانے سے کیا حاصل؟

قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿١٠٨﴾

اللہ تعالیٰ فرمائے گا [illegible] اور مجھ سے

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ

[illegible]

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا

[illegible] اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لا چکے ہیں تو ہمیں بخش

وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾

اور ہم پر رحم فرما تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى

لیکن تم انہیں مذاق ہی میں اڑاتے رہے یہاں تک کہ

اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ

ان کے پیچھے تم میری یاد بھلا بیٹھے اور تم ان سے مخول

تَضْحَكُوْنَ ﴿١١٠﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ

ہی کرتے رہے۔ میں نے آج انہیں ان کے اس صبر کا بدلہ

بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿١١١﴾

دیدیا ہے کہ وہ خاطر خواہ اپنی مراد کو پہنچ چکے ہیں۔

کافر جب جہنم سے نکلنے کی آرزو کریں گے تو انہیں جواب ملیگا کہ اب تو
تم اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہوگے خبردار اب یہ سوال مجھ سے
نہ کرنا، آہ، یہ کلام رحمٰن ہوگا جو جہنمیوں کو ہر خیر سے مایوس کر دیگا
اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے اے رحمتوں والے خدا ہمیں اپنے رحم کے دامن
میں چھپا لے اور اپنی ڈانٹ ڈپٹ اور غصے سے بچا لے آمین) حضرت
ابن عمر رضہ فرماتے ہیں کہ جہنمی تو پہلے داروغہ جہنم کو بلائیں گے چالیس
سال تک اسے پکارتے رہیں گے لیکن کوئی جواب نہ پائیں گے چالیس
برس کے بعد جواب ملے گا کہ تم یہیں پڑے رہو۔ ان کی پکار کی نہ تو
کوئی وقعت داروغہ جہنم کے پاس ہوگی نہ خداوند جل و علا
کے پاس، پھر براہ راست اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے اور کہیں گے
کہ خدایا ہم اپنی بدبختی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہم اپنی گمراہی میں
ڈوب گئے خدایا اب تو ہمیں یہاں سے نجات دے۔ اگر اب بھی
یہی برے کام کریں تو جو چاہے سزا کرنا۔ اس کا جواب انہیں
دنیا کی دگنی عمر تک نہ دیا جائے گا۔ پھر فرمایا جائیگا کہ رحمت کی
دوری ہو کر ذلیل و خوار ہو کر اسی دوزخ میں پڑے رہو اور مجھ سے
کلام نہ کرو۔ اب یہ محض مایوس ہو جائیں گے اور گدھوں کی طرح چلاتے
اور شور مچاتے چیختے چلاتے رہیں گے، اس وقت ان کے چہرے بدل جائیں گے
صورتیں مسخ ہو جائیں گی یہاں تک کہ بعض مومن شفاعت کی اجازت

ے آئیں گے لیکن یہاں کسی کو نہیں پہچانیں گے جہنمی انھیں دیکھ کر کہیں گے کہ میں فلاں ہوں لیکن یہ جواب دیں گے کہ غلط ہے ہم تمہیں نہیں پہچانتے۔ اب دوزخی لوگ خدا کو پکاریں اور وہ جواب پائیں گے جو اوپر مذکور ہوا پھر دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور وہیں سڑتے رہیں گے، انھیں شرمندہ اور پشیمان کرنے کے لئے ان کا ایک زبردست گناہ پیش کیا جائیگا کہ وہ خدا کے پیارے بندوں کا مذاق اڑاتے تھے اور ان کی دعاؤں پر دل لگی کرتے تھے، وہ مومن اپنے رب سے بخشش و رحمت طلب کرتے تھے اسے ارحم الراحمین کہہ کر پکارتے تھے، لیکن یہ اسے ہنسی میں اڑاتے تھے اور ان کی بغض میں ذکرِ رب چھوڑ بیٹھے اور اُن کی عبادتوں اور دعاؤں پر ہنستے تھے جیسے فرمان ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ الخ یعنی گنہگار ایمانداروں سے ہنستے تھے اور انہیں مذاق میں اڑاتے تھے، اب ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اپنے ایماندار صبر گذار بندوں کو بدلہ دیدیا ہے وہ سعادت سلامت نجات و فلاح پا چکے ہیں اور پورے کامیاب ہو چکے ہیں

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ

اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ تم زمین میں باعتبار برسوں کی گنتی کے

سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ

کس قدر رہے؟ وہ کہیں گے ایک دن یا ایک دن سے بھی کم

يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ

گنتی گننے والوں سے بھی پوچھ لیجئے، اللہ فرمائے گا فی الواقع

لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ

تم وہاں بہت ہی کم رہے ہو، اے کاش تم اسے پہلے ہی سے

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا

جان لیتے؟ کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں

خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا

یوں ہی بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف

تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ

لوٹائے ہی نہ جاؤ گے؟ اللہ تعالیٰ سچا بادشاہ ہے وہ بڑی بلندی والا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾

ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی بزرگ عرش کا مالک ہے۔

بیان ہو رہا ہے کہ دنیا کی تھوڑی سی عمر میں یہ بدکاریوں میں مشغول ہو گئے اگر نیکوکار رہتے تو خدا کے نیک بندوں کے ساتھ اپنی ان نیکیوں کا اجر پاتے آج ان سے سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کسقدر رہے؟ جواب دیں گے کہ بہت ہی کم ایک دن یا اس سے بھی کم حساب داں لوگوں سے دریافت کر لیا جائے جواب ملے گا کہ اتنی مدت ہو یا زیادہ لیکن واقع میں وہ آخرت کی مدت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اگر تم اسی کو جانتے ہوتے تو اس فانی کو اس جاودانی پر ترجیح نہ دیتے اور برائی کر کے اس تھوڑی سی مدت میں اس قدر خدا کو ناراض نہ کر دیتے۔ وہ ذرا سا وقت اگر صبر و سہار سے اطاعتِ خدا میں بسر کر دیتے تو آج راج تھا، خوشی ہی خوشی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب جنتی اور دوزخی اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے تو جنابِ باری عزوجل مومنوں سے پوچھے گا کہ تم دنیا میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے یہی کوئی ایک آدھ دن اللہ تعالیٰ فرمائیگا پھر تو تم بہت ہی اچھے رہے کہ اتنی سی دیر کی نیکیوں کا یہ معاملہ پایا کہ میری رحمت رضا مندی اور جنت حاصل کر لی جہاں ہمیشگی ہے پھر جہنمیوں سے یہی سوال ہوگا وہ بھی اتنی ہی مدت بتلائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہاری تجارت بڑی گھاٹے والی ہوئی کہ اتنی سی مدت میں تم نے میری ناراضگی غضب اور جہنم خرید لیا جہاں تم ہمیشہ پڑے رہو گے، کیا تم لوگ یہ سمجھے ہوئے ہو کہ تم بیکار بے قصد و ارادہ پیدا کئے گئے ہو؟ کوئی حکمت تمہاری پیدائش میں نہیں؟ محض کھیل کے طور پر تمہیں پیدا کر دیا گیا ہے؟ کہ مثل جانوروں کے تم اچھلتے کودتے پھرو؟ ثواب عذاب کے مستحق نہ ہو؟ یہ گمان غلط ہے تم عبادت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی بجا آوری کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ کیا تم یہ خیال کر کے بے فکر ہو گئے ہو کہ تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہی نہیں ہے؟

یہ بھی غلط خیال ہے جیسے فرمایا اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی o کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مہمل چھوڑ دیئے جائیں گے؟ اللہ کی ذات اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ کوئی عبث کام کرے بیکار بناتے بگاڑے وہ سچا بادشاہ اس سے پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے جو تمام مخلوق کو مثل چھت کے چھپایا ہوا ہے وہ بہت بلا انتہا بہت عمدہ ہے خوش شکل اور نیک منظر ہے جیسے فرمایا ہے زمین میں ہم نے ہر بھلی جوڑ کو پیدا کر دیا ہے خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمرؒ بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو تم بیکار اور عبث پیدا نہیں کئے گئے اور تم مہمل چھوڑ نہیں دیئے گئے یاد رکھو وعدے کا ایک دن ہے جس میں خود خدا تعالیٰ فیصلے کرنے اور حکم فرمانے کے لئے نازل ہوگا۔ وہ نقصان میں پڑا اس نے خسارہ اٹھایا وہ بے نصیب اور بدبخت ہوگیا وہ محروم اور خالی ہاتھ رہا جو خدا کی رحمت سے دور ہوگیا اور جنت سے روک دیا گیا جس کی چوڑائی مثل کل زمینوں اور آسمانوں کے ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کل قیامت کے دن وہ عذاب خدا سے بچ جائیگا جس کے دل میں اس دن کا خوف آج ہے اور جو اس فانی دنیا کو اس باقی آخرت پر قربان کر رہا ہے اس تھوڑے کو اس بہت کے حاصل کرنے کے لئے بے تکان خرچ کر رہا ہے اور اپنے اس خوف کو امن سے بدلنے کے اسباب مہیا کر رہا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم سے اگلے ہلاک ہوئے جن کے قائم مقام اب تم ہو اسی طرح تم بھی مٹا دیئے جاؤ گے اور تمہارے بدلے آئندہ آنے والے آئیں گے یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا سمٹ کر اس خیر الوارثین کے دربار میں حاضری دے گی لوگو خیال تو کرو کہ تم دن رات اپنی موت سے قریب ہو رہے ہو اور اپنے قدموں اپنی گور کی طرف جا رہے ہو، تمہارے پھل پک رہے ہیں تمہاری امیدیں ختم ہو رہی ہیں تمہاری عمریں پوری ہو رہی ہیں،

تمہاری اجل نزدیک آگئی ہے تم زمین کے گڑھوں میں دبا کر دیئے جاؤ گے جہاں نہ کوئی بستر ہوگا نہ تکیہ دوست احباب چھوٹ جائیں گے حساب کتاب شروع ہو جائیگا عمل سامنے آجائیں گے جو چھوڑ آئے وہ دوسروں کا ہو جائے جو آگے بھیج چکے اسے سامنے پاؤ گے نیکیوں کے محتاج بدیوں کی سزائیں بھگتو گے اے اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو اس کی باتیں سامنے آجائیں اس سے پہلے موت تم کو آچکے جائے اس سے پہلے جوابدہی کے لئے تیار ہو جاؤ اتنا کہا جو رونے کے غلبے نے آواز بلند کر دی منہ پر چادر ڈال کر رونے لگے اور حاضرین کی بھی آہ و زاری شروع ہو گئی ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک بیمار شخص جسے کوئی جن ستار تھا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اَفَحَسِبْتُمْ سے سورت کے ختم کی آیتیں اس کے کان میں تلاوت فرمائیں وہ اچھا ہوگیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا عبد اللہ تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا تھا؟ آپ نے بتلا دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے یہ آیتیں اس کے کان میں پڑھ کر اسے جلا والله ان آیتوں کو کوئی با ایمان بالیقین شخص کسی پہاڑ پر پڑھے تو وہ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائے ابو نعیم نے روایت کی ہے ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا اور فرمایا کہ ہم صبح و شام اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ o پڑھتے رہیں ہم نے برابر اس کی تلاوت دونوں وقت جاری رکھی الحمد للہ ہم سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت کا ڈوبنے سے بچاؤ کشتیوں میں سوار ہونے کے وقت یہ کہنا ہے:۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْحَقِّ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَ الْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا

جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی

بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ

دلیل اس کے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے

رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

ذمے ہی ہے، بیشک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ

اور دعا کرتا رہ کہ اے میرے رب تو بخش اور رحم کر اور تو

خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

سب مہربانوں سے بہتر مہربانی والا ہے ؂

مشرک والوں کو خدائے واحد ڈرا رہا ہے اور بیان فرما رہا ہے کہ اُنکی ان کے شرک کی کوئی دلیل نہیں یہ جملہ معترضہ ہے اور جواب فَاِنَّمَا والے جملے کے ضمن میں ہے یعنی اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے، کافر اس کے پاس کامیاب نہیں ہو سکتے، وہ نجات سے محروم رہ جاتے ہیں ایک شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تو کس کس کو پوجتا ہے؟ اس نے کہا اللہ کو اور فلاں فلاں کو آپ نے دریافت کیا کہ ان میں سے ایسا کسے جانتا ہے جو مصیبتوں میں تجھے کام آئے؟ اس نے کہا صرف اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو آپ نے فرمایا جب کام آنے والا وہی ہے تو پھر اس کیساتھ ان دوسروں کی عبادت کی کیا ضرورت؟ کیا تیرا خیال ہے کہ وہ اکیلا کافی نہ ہوگا؟ اس نے کہا یہ تو نہیں کہہ سکتا البتہ ارادہ یہ ہے کہ دوسروں کی عبادت کر کے اس کا پورا شکر بجا لا سکوں، آپ نے فرمایا سبحان اللہ اعلم کے ساتھ یہ بے علمی؟ جانتے ہو اور پھر انجان بنتے ہو اب کوئی جواب بن نہ پڑا، چنانچہ وہ مسلمان ہو جانے کے بعد کہا کرتے تھے کہ مجھے حضورؐ نے قائل کر دیا یہ حدیث مرسل ہے ترمذی میں بھی مسنداً مروی ہے پھر ایک دعا تعلیم فرمائی گئی مغفر کے معنی جب وہ مطلق ہو تو گناہوں کو مٹا دینے اور انہیں لوگوں سے چھپا دینے کے ہیں اور رحمت کے معنی صحیح راہ پر قائم رکھنے اور اچھے اقوال و افعال کی توفیق دینے کے ہوتے ہیں الحمد للہ سورۂ مومنون کی تفسیر ختم ہوئی ؂

تفسیر سورۂ نور مدنیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع ؂

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَ

یہ ہے وہ سورت جسے ہم نے نازل فرمائی ہے اور مقرر کر دی ہے

اَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ

اور جس میں ہم نے کھلے احکام اتار دیے ہیں تاکہ تم

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱﴾ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ

یاد رکھو. زناکار عورت و مرد میں سے

فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ

ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ.

جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ

ان پر خدا کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ

نہ کھانا چاہیے اگر تمہیں اللہ پر اور

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ

قیامت کے دن پر ایمان ہو. ان کی سزا کے

عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾

وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے ؂

اس بیان سے کہ ہم نے اس سورت کو نازل فرمایا ہے اس سورت کی بزرگی اور ضرورت کو ظاہر کرنا ہے لیکن اس سے یہ مقصود نہیں کہ اور سورتیں ضروری اور بزرگی والی نہیں فَرَضْنٰهَا کے معنی مجاہدؒ اور قتادہؒ نے یہ بیان کیے ہیں کہ حلال و حرام و نہی اور حدود وغیرہ کا اس میں بیان ہے، امام بخاریؒ فرماتے ہیں اسے ہم نے تم پر اور تمہارے بعد والوں پر مقرر کر دیا ہے اس میں صاف صاف کھلے کھلے روشن احکام بیان فرماتے ہیں تاکہ تم نصیحت و عبرت حاصل کرو احکام خدا کو یاد رکھو اور پھر ان پر

عمل کرو، پھر زناکاری کی شرعی سزا بیان فرمائی، زناکار یا تو بے شادی شدہ ہوگا یعنی کنوارا یا شادی شدہ ہوگا، یعنی وہ جو حریت بلوغت اور عقل کی حالت میں نکاح شرعی کے ساتھ عورت سے ملا ہو، پس کنوارا جس کا نکاح ابھی نہیں ہوا وہ اگر زنا کر بیٹھے تو اس کی حد یہی ہے جو اس آیت میں بیان ہوتی یعنی سو کوڑے، اور جمہور علماء کے نزدیک اسے سال بھر کی جلاوطنی بھی دی جائیگی ہاں امام ابوحنیفہ رح کا قول ہے کہ یہ جلاوطنی امام کی رائے پر ہے اگر وہ چاہے دے چاہے نہ دے جمہور کی دلیل تو بخاری و مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ دو اعرابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ایک نے کہا یا رسول اللہ میرا بیٹا اس کے ملازم تھا وہ اس کی بیوی سے زنا کر بیٹھا میں نے اس کے فدیے میں ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی دی پھر میں نے علماء سے دریافت کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے بیٹے پر شرعی سزا سو کوڑوں کی ہے اور ایک سال کی جلاوطنی اور اس کی بیوی پر رجم یعنی سنگساری ہے آپ نے فرمایا سنو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کا صحیح فیصلہ کرتا ہوں، لونڈی اور بکریاں تو تجھے واپس دلوادی جائیں گی اور تیرے بچے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اے انیس رض تو اس کی بیوی کا بیان لے، یہ حضرت انیس رض قبیلہ اسلم کے ایک شخص تھے، اگر وہ اپنی سیاہ کاری کا اقرار کرے تو تو اسے سنگسار کر دینا، چنانچہ اس بیوی صاحبہ نے اقرار کیا اور انہیں رجم کر دیا گیا رضی اللہ عنہا، اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کنوارے پر سو کوڑوں کے ساتھ ہی سال بھر تک کی جلاوطنی بھی ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو وہ رجم کر دیا جائیگا چنانچہ مؤطا مالک رح میں ہے کہ حضرت عمر رض نے اپنے ایک خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اس کتاب اللہ میں رجم کرنے کے حکم کی آیت بھی تھی جسے ہم نے تلاوت کی یاد کی اس پر عمل بھی کیا خود حضور م کے زمانہ میں بھی رجم ہوا، اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا مجھے ڈر لگتا ہے کہ کچھ زمانہ گذرنے کے بعد کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے ایسا نہ ہو کہ وہ خدا کے اس فریضے کو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اتارا، چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں کتاب اللہ میں رجم کا حکم مطلق حق ہے اس پر جو زنا کرے اور شادی شدہ ہو خواہ مرد ہو خواہ عورت، جب کہ اس کے زنا پر شرعی دلیل ہو یا حمل ہو یا اقرار ہو، یہ حدیث صحیحین میں اس سے بھی مطول ہے، مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا لوگو کہتے ہیں کہ رجم یعنی سنگساری کا مسئلہ ہم قرآن میں نہیں پاتے قرآن میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے، یاد رکھو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے قرآن میں جو نہ تھا عمر رض نے لکھدیا تو میں آیت رجم کو اسی طرح لکھ دیتا جس طرح نازل ہوئی تھی، یہ حدیث نسائی میں بھی ہے، مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبے میں رجم کا ذکر کیا اور فرمایا رجم ضروری ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد ہے خود حضور م نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا، اگر لوگوں کے اس کہنے کا کھٹکا نہ ہوتا کہ عمر رض نے کتاب اللہ میں زیادتی کی جو اس میں نہ تھی تو میں کتاب اللہ کے ایک طرف آیت رجم لکھدیتا، عمر بن خطاب رض، عبداللہ بن عوف رض اور فلاں اور فلاں کی شہادت ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی رجم کیا یاد رکھو تمہارے بعد ایسے لوگ آنے والے ہیں جو رجم کو اور شفاعت کو اور عذاب قبر کو جھٹلائیں گے اور اس بات کو بھی کہ کچھ لوگ جہنم سے اس کے بعد نکالے جائیں گے کہ وہ کوئلے ہو گئے ہوں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رجم کے حکم کے انکار کرنے کی ہلاکت سے بچنا الخ، امام ترمذی رح بھی اسے لاتے ہیں اور اسے صحیح

کہ ابو یعلی موصلی میں ہے کہ لوگ مروان کے پاس بیٹھے تھے حضرت زید بن ثابت رضؓ بھی تھے آپ نے فرمایا ہم قرآن میں پڑھتے تھے کہ شادی شدہ مرد یا عورت جب زناکاری کریں تو انہیں ضرور رجم کردو مروان نے کہا پھر تم نے اس آیت کو قرآن میں نہ لکھ لی؟ فرمایا سنو ہم میں جب اس کا ذکر چلا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہاری تشفی کر دیتا ہوں ایک شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے آپ سے ایسا ذکر کیا اور رجم کا بیان کیا کسی نے کہا یا رسول اللہ آپ رجم کی آیت لکھ لیجئے آپ نے فرمایا اب تو میں اسے لکھ نہیں سکتا، یا اسی کے مثل یہ روایت نسائی میں بھی ہے پس ان سب احادیث سے ثابت ہوا کہ رجم کی آیت پہلے لکھی ہوئی تھی پھر تلاوت میں منسوخ ہوگئی اور حکم باقی رہا واللہ اعلم، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی بیوی کے رجم کا حکم دیا، جس نے اپنے ملازم سے بدکاری کرائی تھی، اسی طرح حضور نے ماعز رضی اللہ عنہ کو اور ایک غامدیہ عورت کو رجم کرایا، ان سب واقعات میں یہ مذکور نہیں کہ رجم سے پہلے آپ نے انہیں کوڑے بھی لگوائے ہوں، بلکہ ان سب صحیح اور صاف حدیثوں میں صرف رجم کا ذکر ہے کسی میں بھی کوڑوں کا بیان نہیں اسی لئے جمہور علماء اسلام کا یہی مذہب ہے ابو حنیفہ رح مالک رح شافعی رحہم اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں، امام احمد رح فرماتے ہیں پہلے اسے کوڑے مارنے چاہئیں پھر رجم کرنا چاہیئے تاکہ قرآن حدیث دونوں پر عمل ہو جائے جیسے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ کے پاس سراحہ لائی گئی جو شادی شدہ عورت تھی اور زناکاری میں آئی تھی تو آپ نے جمعرات کے دن کو اسے کوڑے لگوائے اور جمعہ کے دن سنگسار کرا دیا اور فرمایا کہ کتاب اللہ پر عمل کر کے میں نے کوڑے پٹوائے اور سنت رسول اللہ پر عمل کر کے سنگسار کرایا، مسند احمد سنن اربعہ اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری بات لے لو میری بات لے لو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے راستہ نکال دیا کنوارا کنواری کے ساتھ زنا کرے تو سو کوڑے اور سال بھر کی جلاوطنی اور شادی شدہ شادی شدہ کیساتھ کرے تو رجم، پھر فرمایا خدا کے حکم کے ماتحت اس حد کو جاری کرنے میں تمہیں ان پر ترس اور رحم نہ کھانا چاہئے، دل کا رحم اور چیز ہے اور وہ تو ضرور ہوگا لیکن حد کے جاری کرنے میں امام کو کمی اور سستی بری چیز ہے جب امام یعنی سلطان کے پاس کوئی ایسا واقعہ جس میں حد ہو پہنچ جائے تو اسے چاہئے کہ حد کو جاری کرے اور اسے نہ چھوڑے حدیث میں ہے اپنے آپس میں حدود سے درگذر کرو جو بات مجھ تک پہنچی اور اس میں حد ہو تو وہ واجب اور ضروری ہوگئی، اور حدیث میں ہے ایک حد کا زمین میں قائم ہونا زمین والوں کے لئے چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے، یہ بھی قول ہے کہ ترس کھا کر مار کو نرم نہ کردو بلکہ درمیانہ طور پر کوڑے لگاؤ یہ بھی نہ ہو کہ ہڈی توڑ دو، تہمت لگانے والے کی حد کو جاری کرنے کے وقت اس کے جسم پر کپڑے ہونے چاہئیں ہاں زانی کے حد کے وقت نہ ہوں یہ قول حضرت حماد بن ابو سلیمان رحؒ کا ہے اسے بیان فرما کر آپ نے یہی جملہ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا الخ پڑھا تو حضرت سعید بن ابی عروبہ نے پوچھا یہ حکم میں ہے کہا ہاں حکم میں ہے اور کوڑوں میں یعنی حد کے قائم کرنے میں اور سخت چوٹ مارنے میں حضرت ابن عمر رضؓ کی لونڈی نے جب زنا کیا تو آپ نے اس کے پیروں پر اور کمر پر کوڑے مارے تو حضرت نافعہ نے اسی آیت کا یہ جملہ تلاوت کیا کہ خدائی حد کے جاری کرنے میں تمہیں ترس نہ آنا چاہئے تو آپ نے فرمایا کیا تیرے نزدیک میں نے اس پر کوئی ترس کھایا ہے؟ سنو اللہ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم نہیں دیا نہ یہ فرمایا ہے کہ اس کے سر پر کوڑے مارے جائیں، میں نے اسے طاقت سے کوڑے لگائے ہیں اور پوری سزا دی ہے پھر فرمایا اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت پر ایمان ہے تو تمہیں اس حکم کی بجا آوری کرنی چاہیئے اور زانیوں پر حدیں قائم کرنے میں پہلو تہی نہ کرنی چاہیئے اور انہیں ضرب بھی شدید مارنی چاہئے لیکن ہڈی توڑنے والی نہیں تاکہ وہ اپنے اس گناہ سے باز رہیں، اور ان کی یہ سزا دوسروں کے لئے بھی عبرت بنے رحم بری چیز

نہیں ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میں بکری کو ذبح کرتا ہوں لیکن میرا دل دکھتا ہے آپ نے فرمایا اس رحم پر بھی تجھے اجر ملے گا پھر فرماتا ہے اس کی سزا کے وقت مسلمانوں کا مجمع ہونا چاہیئے تاکہ سب کے دل میں ڈر بیٹھ جائے اور زانی کی رسوائی بھی ہو تاکہ اور لوگ اس سے رک جائیں اس کو اعلانیہ سزا دی جائے مخفی طور پر مار پیٹ کر نہ چھوڑا جائے ایک شخص اور اس سے زیادہ بھی ہو جائیں تو جماعت ہو گئی اور آیت پر عمل ہو گیا اسی کو لے کر امام محمد کا مذہب ہے کہ ایک شخص بھی طائفہ ہے، عطاء کا قول ہے کہ دو ہونے چاہئیں سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں چار ہوں، زہریؒ کہتے ہیں تین یا تین سے زیادہ، امام مالک فرماتے ہیں چار اور اس سے زیادہ کیونکہ زنا میں چار سے کم گواہ نہیں ہیں چار ہوں یا اس سے زیادہ امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے ربیعہؒ کہتے ہیں پانچ ہوں حسن بصریؒ کے نزدیک دس، قتادہؓ کہتے ہیں ایک جماعت ہو تاکہ نصیحت عبرت اور سزا ہو، نصر بن علقمہ نے اس جماعت کی موجودگی کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ ان لوگوں کے لئے جن پر حد جاری کی جا رہی ہے دعائے مغفرت و رحمت کریں ٭٭

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً

زانی مرد بجز زانیہ یا مشرکہ عورت کے اور سے زناکاری نہیں کر سکتا

وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ

اور زناکار عورت بھی بجز زانی یا مشرک مرد کے اور سے بدکاری نہیں کرتی

وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳

ایمان والوں پر یہ حرام کر دیا گیا ٭٭

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ زانی سے زناکاری پر رضامند وہی عورت ہوتی ہے جو بدکار ہو یا مشرک ہو کہ وہ اس برے کام کو عیب ہی نہیں سمجھتی ایسی بدکار عورت سے وہی مرد ملتا ہے جو اسی جیسا بدچلن ہو یا مشرک ہو جو اسکی حرمت کا قائل ہی نہ ہو ابن عباسؓ سے بہ سند صحیح مروی ہے کہ یہاں نکاح سے مراد جماع ہے یعنی زانیہ عورت سے زناکار یا مشرک مرد ہی زنا کرتا ہے یہی قول مجاہد عکرمہ سعید بن جبیر، عروہ بن زبیر ضحاک مکحول مقاتل بن حیان اور بہت سے بزرگ مفسرین سے مروی ہے، مومنوں پر یہ حرام ہے یعنی زناکاری کرنا اور زانیہ عورتوں سے نکاح کرنا یا عفیفہ اور پاکدامن عورتوں کو ایسے زانیوں کے نکاح میں دینا، ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مراد اس آیت سے یہ ہے کہ زنا مسلمانوں پر حرام ہیں، قتادہؒ وغیرہ سے مروی ہے کہ بدکار عورتوں سے نکاح کرنا مسلمانوں پر حرام ہے جیسے اور آیت میں ہے مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ، یعنی مسلمان کو جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہئے ان میں یہ تینوں اوصاف ہونے چاہئیں وہ پاکدامن ہوں وہ بدکار نہ ہوں، نہ چھپ لک کر برے لوگوں سے میل ملاپ کرنے والی ہوں یہی تینوں وصف مردوں میں ہونے بھی بیان فرمائے گئے ہیں، اسی لئے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ نیک اور پاک دامن مسلمان کا نکاح بدکار عورت سے صحیح نہیں ہوتا جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے ہاں بعد از توبہ عقد نکاح درست ہے، اسی طرح بھولی بھالی پاک دامن عفیفہ عورتوں کا نکاح زانی اور بدکار لوگوں سے منعقد ہی نہیں ہوتا جب تک وہ سچے دل سے اپنے اس ناپاک فعل سے توبہ نہ کر لے کیونکہ فرمان خداوندی ہے کہ یہ مومنوں پر حرام کر دیا گیا ہے ایک شخص نے ام مہزول نامی ایک بدکار عورت سے نکاح کر لینے کی اجازت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے طلب کی تو آپ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی اور روایت میں ہے کہ اس کی طلب اجازت پر یہ آیت اتری، ترمذی شریف میں ہے کہ ایک صحابی جن کا نام مرثد بن ابو مرثد تھا یہ مکہ سے مسلمان قیدیوں کو اٹھا لایا کرتے تھے اور مدینہ پہنچا دیا کرتے تھے، عناق نامی ایک بدکار عورت مکے میں رہا کرتی تھی، جاہلیت کے زمانے میں ان کا اس عورت سے تعلق تھا حضرت مرثد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ میں ایک قیدی کو لانے کے لئے مکہ شریف گیا، ایک باغ کی دیوار کے نیچے میں پہنچ گیا رات کا وقت تھا، چاندنی چٹکی ہوئی تھی

اتفاق سے عناق آپہنچی اور مجھے دیکھ لیا بلکہ پہچان لیا اور آواز دیکر کہا کیا مرثد ہے؟ میں نے کہا ہاں مرثد ہوں اس نے بڑی خوشی ظاہر کی اور مجھ سے کہنے لگی چلو رات میرے ہاں گذارنا میں نے کہا عناق اللہ تعالیٰ نے زناکاری حرام کر دی ہے جب وہ مایوس ہو گئی تو اس نے مجھے پکڑوانے کے لئے غل مچانا شروع کیا کہ اے خیمے والو ہوشیار ہو جاؤ دیکھو چور آ گیا ہے، یہی ہے جو تمہارے قیدیوں کو چرا کر لے جایا کرتا ہے۔ لوگوں میں جاگ ہو گئی اور آٹھ آدمی میرے پکڑنے کو میرے پیچھے دوڑے میں مٹھیاں بند کر کے خندق کے راستے بھاگا اور ایک غار میں جا چھپا یہ لوگ میرے پیچھے ہی پیچھے غار میں آپہنچے لیکن میں انہیں نہ ملا یہ وہیں پیشاب کرنے کو بیٹھے واللہ ان کا پیشاب میرے سر پر آرہا تھا، لیکن اللہ نے انہیں اندھا کر دیا ان کی نگاہیں مجھ پر نہ پڑیں ادھر ادھر ڈھونڈھ بھال کر واپس چلے گئے، میں نے کچھ دیر گذار کر جب یہ یقین کر لیا کہ وہ پھر سو گئے ہوں گے تو یہاں سے نکلا پھر مکے کی راہ لی اور وہیں پہنچ کر اس مسلمان قیدی کو اپنی کمر پر چڑھایا اور وہاں سے لے بھاگا چونکہ وہ بھاری بدن کے تھے میں جب اذخر میں پہنچا تو تھک گیا میں نے انہیں کمر سے اتار کر ان کے بندھن کھول دیئے اور آزاد کر دیا، اب اٹھاتا چلاتا مدینے پہنچ گیا، چونکہ عناق کی محبت میرے دل میں تھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں اس سے نکاح کر لوں آپ خاموش ہو رہے میں نے دوبارہ یہی سوال کیا پھر بھی آپ خاموش رہے اور یہ آیت اتری، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مرثد زانیہ سے نکاح زانی یا مشرک ہی کرتا ہے تو اس سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دے، امام ابو داؤد اور نسائی بھی اسے اپنی سنن کی کتاب النکاح میں لائے ہیں، ابو داؤد وغیرہ میں ہے زانی جس پر کوڑے لگ چکے ہوں وہ اپنے جیسے سے ہی نکاح کر سکتا ہے، مسند امام احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں جو جنت میں نہ جائیں گے

اور جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھیگا (۱) ماں باپ کا نافرمان بردار (۲) وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت کریں (۳) اور دیوث، اور تین قسم کے لوگ ہیں جنکی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھیگا (۱) ماں باپ کا نافرمان (۲) ہمیشہ کا نشے کا عادی (۳) اور راہ خدا میں دیکر احسان جتانیوالا، مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے، ہمیشہ کا شرابی، ماں باپ کا نافرمان اور اپنے گھر والوں میں خباثت کو برقرار رکھنے والا، ابوداؤد طیالسی میں ہے جنت میں کوئی دیوث نہیں جائیگا ابن ماجہ میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے پاک صاف ہو کر ملنا چاہتا ہے اُسے چاہئے کہ پاکدامن عورتوں سے نکاح کرے جو لونڈیاں نہ ہوں، اس کی سند ضعیف ہے دیوث کہتے ہیں بے غیرت شخص کو، نسائی میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے اپنی بیوی سے بہت ہی محبت ہے لیکن اس میں یہ عادت ہے کہ کسی ہاتھ کو واپس نہیں لوٹاتی آپ نے فرمایا طلاق دیدے اس نے کہا مجھے تو صبر نہیں آئیگا آپ نے فرمایا پھر جا اس سے فائدہ اٹھا، لیکن یہ حدیث ثابت نہیں اس کا راوی عبدالکریم قوی نہیں دوسرا راوی اس کا ہارون ہے جو اس سے قوی ہے مگر ان کی روایت مرسل ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے یہی روایت مسند میں مروی ہے لیکن امام نسائی کا فیصلہ یہ ہے کہ مسند کرنا خطا ہے اور صواب یہی ہے کہ یہ مرسل ہے یہ حدیث اور کتابوں میں اور سندوں سے بھی مروی ہے، امام احمد رح تو اسے منکر کہتے ہیں امام ابن قتیبہ رح اس کی تاویل کرتے ہیں کہ یہ جو کہا ہے کہ وہ کسی چھونے والے کے ہاتھ کو نہیں لوٹاتی اس سے مراد بے حد سخاوت ہے کہ وہ کسی سائل سے انکار ہی نہیں کرتی لیکن اگر یہی مطلب ہوتا تو حدیث میں بجائے لامس کے لفظ ملتمس کا لفظ ہونا چاہئے تھا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی خصلت ایسی معلوم ہوتی تھی نہ یہ کہ وہ برائی کرتی تھی کیونکہ اگر یہی عیب اس میں ہوتا تو پھر آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس صحابی کو اس کے رکھنے کی اجازت نہ دیتے کیونکہ یہ تو دیوثی ہے جس پر سخت وعید آئی ہے ہاں یہ

ممکن ہے کہ خاوند کو اس کی عادت ایسی لگی ہو اور اس کا اندیشہ ظاہر کیا ہو تو آپ نے مشورہ دیا کہ پھر طلاق دیدو لیکن جب اس نے کہا کہ مجھے اس سے بہت ہی محبت ہے تو آپ نے بسانیکی اجازت دیدی کیونکہ محبت تو موجود ہے اسے ایک خطرے کے صرف وہم پر توڑ دینا ممکن ہے کوئی برائی پیدا کر دے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ الغرض زانیہ عورتوں سے پاکدامن مسلمانوں کو نکاح منع ہے ہاں جب وہ توبہ کر لے تو نکاح حلال ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ ایک ایسی ہی واہی عورت سے میرا برا تعلق تھا لیکن اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں توبہ کی توفیق دی تو میں چاہتا ہوں کہ اس سے نکاح کر لوں لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ زانی ہی زانیہ اور مشرکہ سے نکاح کرتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں اس آیت کا یہ مطلب نہیں تم اس سے اب نکاح کر سکتے ہو جاؤ اگر کوئی گناہ ہو تو میرے ذمے حضرت یحییٰ سے جب یہ ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کے بعد کی آیت وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ سے امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں ۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ
جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر
يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ
چار گواہ پیش نہ کر سکیں ۔ تو انہیں
ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ
اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی
شَهَادَةً أَبَدًا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۴﴾
قبول نہ کرو ، یہ لوگ فاسق لوگ ہیں
إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَ
ہاں جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح
أَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۵﴾
کر لیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربانی کرنیوالا ہے

جو لوگ کسی عورت پر یا کسی مرد پر زناکاری کی تہمت لگائیں اور شہادت پیش نہ کر سکیں تو انہیں اسی کوڑے لگائے جائیں گے ہاں اگر شہادت پیش کر دیں تو حد سے بچ جائیں گے اور جن پر جرم ثابت ہوا ہے انھیں ان کی حد ماری جائیگی اگر شہادت نہ پیش کر سکے تو اسی کوڑے بھی لگیں گے اور آئندہ کے لئے ہمیشہ ان کی شہادت غیر مقبول رہے گی اور وہ عادل نہیں بلکہ فاسق سمجھے جائیں گے اس آیت میں جن لوگوں کو مخصوص اور مستثنیٰ کر دیا ہے تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ استثنا صرف فاسق ہونے سے ہے یعنی بعد از توبہ وہ فاسق نہیں رہیں گے، بعض کہتے ہیں نہ فاسق رہیں گے نہ مردود الشہادۃ، بلکہ پھر ان کی شہادت بھی لی جائے گی، ہاں حد جو ہے وہ توبہ سے کسی طرح ہٹ نہیں سکتی۔ امام مالک احمد اور شافعی رح کا مذہب تو یہ ہے کہ توبہ سے شہادت کا مردود ہونا اور فسق ہٹ جائے گا سید التابعین حضرت سعید بن مسیب رح اور سلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے لیکن امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں صرف فسق دور ہو جائے گا لیکن شہادت قبول نہیں ہو سکتی، بعض اور لوگ بھی یہی کہتے ہیں، شعبی اور ضحاک کہتے ہیں کہ اگر اس نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ اس نے بہتان باندھا تھا اور پھر توبہ بھی پوری کی تو اس کی شہادت اس کے بعد مقبول ہے واللہ اعلم ۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ
جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کا
يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ
کوئی گواہ بجز خود ان کی اپنی ذات کے نہ ہو
فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ
تو ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم
بِاللَّهِ ۙ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۶﴾ وَ
کھا کر کہیں کہ وہ سچوں میں سے ہیں ، اور
الْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن
پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر خدا کی لعنت ہو اگر
كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۷﴾ وَيَدْرَأُ
وہ جھوٹوں میں سے ہو ، اس عورت سے

عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ

سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ

شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ

خدا کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اس کا جھوٹ

الْكٰذِبِيْنَ ۝۸ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ

بولنے والوں میں ہے اور پانچویں دفعہ کہے کہ

غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ

اس پر خدا کا غضب ہو، اگر اس کا خاوند سچوں

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۹ وَلَوْلَا فَضْلُ

میں ہو۔ اگر اللہ تعالےٰ کا فضل

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ

و کرم تم پر نہ ہوتا اور اللہ

اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰

توبہ کا قبول کرنے والا باحکمت ہے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ رب العالمین نے ان خاوندوں کو لئے جو اپنی بیویوں کی نسبت ایسی بات کہدیں چھٹکارے کی صورت بیان فرمائی ہے کہ جب وہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو لعان کریں اس کی صورت یہ ہے امام کے سامنے آکر وہ اپنا بیان دے جب شہادت نہ پیش کر سکے تو حاکم اسے چار گواہوں کے قائم مقائم چار قسمیں دیگا اور یہ قسم کھا کر کہے گا کہ وہ سچا ہے جو بات کہتا ہے وہ حق ہے پانچویں دفعہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت، اتنا کہتے ہی امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک اس کی عورت اس سے بائن ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی، یہ مہر ادا کر دیگا اور اس عورت پر حد زنا ثابت ہو جائے گی لیکن اگر وہ عورت بھی سامنے ملاعنہ کرے تو حد اس پر سے ہٹ جائے گی یہ بھی چار مرتبہ حلفیہ بیان دیگی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہیگی کہ اگر وہ سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو، اس لطیفے کو بھی خیال میں رکھیے کہ عورت کے لئے غضب کا لفظ کہا گیا۔

اس لئے کہ عموماً کوئی مرد نہیں چاہتا کہ وہ اپنی بیوی کو خواہ مخواہ تہمت لگائے اور اپنے تئیں بلکہ اپنے کنبہ کو بھی بدنام کرے عموماً وہ سچا ہی ہوتا ہے اور اپنے صدق کی بنا پر ہی وہ معذور سمجھا جا سکتا ہے، اسی لئے پانچویں مرتبہ میں اس سے یہ کہلوایا گیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر خدا کا غضب آئے، پھر غضب والے وہ ہوتے ہیں جو حق کو جان کر پھر اس سے روگردانی کریں پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ کا فضل و رحم تم پر نہ ہوتا تو ایسی آسانیاں تم پر نہ ہوتیں بلکہ تم پر مشقت اترتی، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمایا کرتا ہے گو کیسے ہی گناہ ہوں اور گو کیسی وقت بھی توبہ ہو وہ حکیم ہے اپنی شرع میں اپنے حکموں میں اپنی ممانعت میں، اس آیت کے بارے میں جو روائتیں ہیں وہ بھی سن لیجئے، مسند احمد میں ہے جب یہ آیت اتری تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انصار کے سردار ہیں کہنے لگے یا رسول اللہ کیا یہ آیت اسی طرح اتاری گئی ہے؟ آپ نے فرمایا، انصاریو! سنتے نہیں ہو؟ یہ تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ درگذر فرمائیے یہ صرف ان کی بڑھی چڑھی غیرت کا باعث ہے اور کچھ نہیں ان کی غیرت کا یہ حال ہے کہ انہیں کوئی بیٹی دینے کی جرأت نہیں کرتا، حضرت سعد رضی نے فرمایا یا رسول اللہ یہ تو میرا ایمان ہے کہ یہ حق ہے لیکن مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ اگر میں کسی کو اس کے پاؤں پکڑے ہوئے دیکھ لوں تو بھی میں اسے کچھ نہیں کر سکتا یہاں تک کہ میں چار گواہ لاؤں تب تک تو وہ اپنا کام پورا کر لیگا اس بات کو ذرا سی ہی دیر ہوئی ہوگی کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے یہ ان تین شخصوں میں سے ہیں جن کی توبہ قبول ہوئی تھی یہ اپنی زمین سے عشاء کیوقت اپنے گھر آئے تو دیکھا کہ گھر میں ایک غیر مرد ہے خود آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنیں صبح ہی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا آپ کو بہت برا معلوم ہوا اور طبیعت پر نہایت ہی شاق گذرا انصار سب جمع ہو گئے اور کہنے لگے حضرت سعد بن عبادہ رض کے قول کی

ع ۱۰

وجہ سے ہم اس آفت میں مبتلا کئے گئے مگر اس صورت میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہلال بن امیہ کو تہمت کی حد لگائیں اور اس کی شہادت کو مردود ٹھہرائیں، حضرت ہلال رض کہنے لگے واللہ میں سچا ہوں اور مجھے خدائے تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا چھٹکارا کر دے گا کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھتا ہوں کہ میرا کلام آپ کی طبیعت پر بہت گراں گذرا یا رسول اللہ ص مجھے خدا کی قسم ہے میں سچا ہوں اللہ خوب جانتا ہے لیکن چونکہ گواہ پیش نہیں کر سکتے تھے قریب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حد مارنے کو فرمائیں اتنے میں وحی اترنی شروع ہوئی صحابہ آپ کے چہرے کو دیکھ کر علامت سے پہچان گئے کہ اسوقت وحی نازل ہو رہی ہے جب اتر چکی تو آپ ص نے حضرت ہلال رض کی طرف دیکھ کر فرمایا اے ہلال خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کشادگی اور چھٹی نازل فرما دی، حضرت ہلال رض کہنے لگے الحمدللہ مجھے خدائے رحیم کی ذات سے یہی امید تھی، پھر آپ نے حضرت ہلال رض کی بیوی کو بلوایا اور ان دونوں کے سامنے آیت ملاعنہ پڑھ کر سنائی اور فرمایا دیکھو آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے سخت ہے ہلال فرمانے لگے یا رسول اللہ میں بالکل سچا ہوں، اس عورت نے کہا حضور ص یہ جھوٹ کہہ رہا ہے آپ نے حکم دیا کہ اچھا لعان کرو، تو ہلال کو کہا گیا کہ اس طرح چار قسمیں کھاؤ اور پانچویں دفعہ یوں کہو حضرت ہلال رض جب چار بار کہہ چکے اور پانچویں بار کی نوبت آئی تو آپ سے کہا گیا کہ ہلال اللہ سے ڈر جا دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں سے بہت ہلکی ہے یہ پانچویں بار تیری زبان سے نکلتے ہی تجھ پر عذاب واجب ہو جائے گا تو آپ نے کہا یا رسول اللہ ص قسم خدا کی جس طرح اللہ نے مجھے دنیا کی سزا سے میری صداقت کی وجہ سے بچایا اسی طرح آخرت کے عذابوں سے بھی میری سچائی کی وجہ سے میرا رب مجھے محفوظ رکھے گا پھر پانچویں دفعہ کے الفاظ بھی زبان سے ادا کر دیئے، اب اس عورت سے کہا گیا کہ تو چار دفعہ قسمیں کھا، کہ یہ جھوٹا ہے جب وہ چاروں قسمیں کھا چکی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پانچویں دفعہ کے اس کلمہ کے کہنے سے روکا اور جس طرح حضرت ہلال رض کو سمجھایا گیا تھا، اس سے بھی فرمایا تو اُسے کچھ خیال پیدا ہو گیا، رکی، جھجکی زبان کو سنبھالا قریب تھا کہ اپنے قصور کا اقرار کر لے لیکن پھر کہنے لگی میں ہمیشہ کے لئے اپنی قوم کو رسوا نہیں کرنے کی پھر کہہ دیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر خدا کا غضب نازل ہو، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں جدائی کرا دی اور حکم دیدیا کہ اُسے جو اولاد ہو وہ حضرت ہلال رض کی طرف منسوب کی جائے نہ اُسے حرام کی اولاد کہی جائے، جو اس بچے کو حرامی کہے یا اس عورت پر تہمت رکھے وہ حد لگایا جائے گا یہ بھی فیصلہ کر دیا کہ اس کا کوئی نان نفقہ اس کے خاوند پر نہیں کیونکہ جدائی کر دی گئی ہے نہ طلاق ہوتی ہے نہ خاوند کا انتقال ہوا ہے اور فرمایا دیکھو اگر یہ بچہ سرخ سفید رنگ موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہو تو تو اُسے ہلال کا سمجھنا اور اگر وہ پتلی پنڈلیوں والا سیاہی مائل رنگ کا پیدا ہوا تو اس شخص کا سمجھنا جس کے ساتھ اس پر الزام قائم کیا گیا ہے جب بچہ ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ بری صفت پر تھا جو الزام کی حقانیت کی نشانی تھی اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ مسئلہ قسموں پر طے شدہ نہ ہوتا تو میں اس عورت کو قطعاً حد لگاتا یہ صاحبزادے بڑے ہو کر مصر کے والی بنے تھے، اور ان کی نسبت ان کی ماں کی طرف تھی (ابو داؤد) اس حدیث کے اور بھی بہت سے شاہد ہیں بخاری شریف میں بھی یہ حدیث ہے اس میں ہے کہ شریک بن سحماء کے وقت تہمت لگائی گئی تھی اور حضور ص کے سامنے جب حضرت ہلال رض نے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تھا گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگے گی، حضرت ہلال رض نے کہا یا رسول اللہ ص ایک شخص اپنی بیوی کو برے کام پر دیکھ کر گواہ ڈھونڈنے جائے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں کے سامنے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خدا خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے کیا تم میں سے کوئی توبہ کر کے اپنے جھوٹ سے ہٹتا ہے؟ اور روایت میں ہے کہ پانچویں دفعہ آپ نے کسی سے کہا کہ اس کا منہ بند کر دو پھر اسے نصیحت کی

اور فرمایا خدا کی لعنت سے ہر چیز ہلکی ہے، اسی طرح اس عورت کے ساتھ کیا گیا الخ سعید بن جبیر رح فرماتے ہیں کہ لعان کرنے والے مرد وعورت کی نسبت مجھ سے دریافت کیا گیا کہ ان میں جدائی کرائی جائے؟ یہ واقعہ ہے حضرت ابن زبیر رض کی امارت کا مجھ سے تو اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا، تو میں اپنے مکان سے چل کر حضرت عبداللہ بن عمر رض کی منزل پر آیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ سب سے پہلے یہ بات فلاں بن فلاں نے دریافت کی تھی کہ یا رسول اللہ کوئی شخص اپنی عورت کو کسی برے کام پر پائے تو اگر زبان سے نکالے تو بھی بڑی بے شرمی کی بات ہے اور اگر خاموش رہے تو بھی بڑی بے غیرتی کی خاموشی ہے آپ سن کر خاموش ہو رہے پھر وہ آیا اور کہنے لگا حضور میں نے جو سوال جناب سے کیا تھا افسوس وہی واقعہ میرے ہاں پیش آیا پس اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی یہ آیتیں نازل فرمائیں آپ نے دونوں کو پاس بلا کر ایک ایک کو الگ الگ وعظ کہا بہت کچھ سمجھایا لیکن ہر ایک نے اپنا سچا ہونا ظاہر کیا پھر دونوں نے آیت کے مطابق قسمیں کھائیں اور آپ نے ان میں جدائی کرا دی، اور روایت میں ہے کہ صحابہ کا ایک مجمع شام کے وقت جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھا ہوا تھا جو ایک انصاری نے کہا جبکہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو پائے تو اگر وہ اسے مار ڈالے تو تم اسے مار ڈالو گے اور اگر زبان سے نکالے تو تم شہادت موجود نہ ہونے کی وجہ سے اسی کو کوڑے لگاؤ گے اور اگر یہ اندھیر دیکھ کر خاموش ہو کر بیٹھ رہے تو بڑی بے غیرتی اور بڑی بے حیائی ہے واللہ اگر میں صبح تک زندہ رہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی بابت دریافت کروں گا، چنانچہ اس نے انہی لفظوں میں حضور ص سے پوچھا اور دعا کی کہ اللہ اس کا فیصلہ نازل فرما، پس آیت لعان اتری اور سب سے پہلے یہی شخص اس میں مبتلا ہوا، اور روایت میں ہے کہ حضرت عویمر نے حضرت عاصم بن عدی سے کہا کہ ذرا جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پائے تو کیا کرے؟ ایسا تو نہیں کہ وہ قتل کرے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا؟ چنانچہ عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال سے بہت ناراض ہوئے جب عویمر رض عاصم سے ملے تو پوچھا کہ کہو تم نے حضور ص سے دریافت کیا؟ اور آپ نے کیا جواب دیا؟ عاصم نے کہا تم نے مجھ سے کوئی اچھی خدمت نہیں لی افسوس میرے اس سوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیب پکڑا اور برا مانا عویمر رض نے کہا اچھا میں خود جا کر آپ سے دریافت کرتا ہوں، یہاں آئے تو حکم نازل ہو چکا تھا چنانچہ لعان کے بعد عویمر رض نے کہا اب اگر میں اسے اپنے گھر لے جاؤں تو گویا میں نے اس پر جھوٹ تہمت باندھی تھی، پس آپ کے حکم سے پہلے ہی اس عورت کو جدا کر دی پھر سے لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ مقرر ہو گیا الخ اور روایت میں ہے کہ یہ عورت حاملہ تھی اور ان کے خاوند نے اس سے انکار کیا کہ یہ حمل ان سے ہو، اس لئے یہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوتا تھا پھر سنت طریقہ یوں جاری ہوا کہ یہ اپنی ماں کا وارث ہوگا۔ اور ماں اس کی وارث ہوگی، ایک مرسل اور غریب حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت صدیق رض اور حضرت عمر رض سے پوچھا کہ اگر تمہارے ہاں ایسی واردات ہو تو کیا کرو دونوں نے کہا گردن اڑا دیں ایسے وقت چشم پوشی وہی کر سکتے ہیں جو دیوث ہوں اس پر یہ آیتیں اتریں، ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلا لعان مسلمانوں میں ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی کے درمیان ہوا تھا الخ ؛

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ

جو لوگ یہ بہت بڑا طوفان باندھ لائے ہیں یہ بھی تم میں سے ہی

مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ

ایک گروہ ہے تم اسے اپنے لئے برا نہ سمجھو بلکہ یہ تو

خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا

تمہارے حق میں بہتر ہے، ہاں ان میں سے ہر ایک شخص پر

اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ

اتنا گناہ ہے جتنا اس نے آپ کمایا ہے، اور ان میں سے جس نے

كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۱۱)

اس کے بہت بڑے حصے کا سرانجام دیا ہو اسکے لئے عذاب بھی بہت ہی بڑا ہے

اس آیت سے لے کر دس آیتوں تک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جب کہ منافقین نے آپ پر بہتان باندھا تھا جس پر خدا کو بہ سبب قرابت داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیرت آئی اور یہ آیتیں نازل فرمائیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو پر حرف نہ آئے ان بہتان بازوں کی ایک پارٹی تھی، اس لعنتی کام میں سب سے پیش پیش عبداللہ بن اُبی سلول تھا جو تمام منافقوں کا گرو گھنٹال تھا، اسی بے ایمان نے ایک ایک کان میں بنا بنا کر اور مصالحہ چڑھا چڑھا کر یہ باتیں خوب گھڑ گھڑ کر پہنچائی تھیں، یہاں تک کہ بعض مسلمانوں کی زبان بھی کھلنے لگی تھی اور یہ چہ میگوئیاں قریب قریب مہینے بھر تک چلتی رہی ہیں یہاں تک کہ قرآن کریم کی یہ آیتیں نازل ہوئیں، اس واقعہ کا پورا بیان صحیح حدیثوں میں موجود ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ سفر میں جانے کے وقت آپ اپنی بیویوں کے نام کا قرعہ ڈالتے اور جس کا نام ڈالتے اُسے اپنے ساتھ لے جاتے چنانچہ ایک غزوے کے موقعہ پر میرا نام نکلا میں آپ کے ساتھ چلی یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے میں اپنے ہودج میں بیٹھی رہتی اور جب قافلہ کہیں اترتا تو میرا ہودج اتار لیا جاتا میں اسی میں بیٹھی رہتی جب قافلہ چلتا یونہی ہودج رکھ دیا جاتا، ہم گئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوے سے فارغ ہوتے واپس لوٹے مدینے کے قریب آگئے رات کو چلنے کی آواز لگائی گئی، میں قضاء حاجت کے لئے نکلی اور لشکر کے پڑاؤ سے دور جاکر میں نے قضاء حاجت کی پھر واپس لوٹی لشکر گاہ کے قریب آکر میں نے اپنے گلے کو ٹٹولا تو ہار نہ پایا، میں واپس اس کے ڈھونڈ کے لئے چلی اور تلاش کرتی رہی یہاں یہ ہوا کہ لشکر نے کوچ کر دیا جو لوگ میرا ہودج اٹھاتے تھے انہوں نے یہ سمجھ کر کہ میں حسب عادت اندر ہی ہوں ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اور چل پڑے یہ بھی یاد رہے کہ اسوقت تک عورتیں نہ کچھ ایسا کھاتی پیتی تھیں نہ وہ بھاری بدن کی بوجھل تھیں، تو میرے ہودج کو اٹھانیوالوں کو میرے ہونے نہ ہونے کا مطلق پتہ نہ چلا۔ اور میں اسوقت اوائل عمر کی تو تھی ہی الغرض بہت دیر کے بعد مجھے میرا ہار ملا یہاں جو میں پہنچی تو کسی آدمی کا نام و نشان بھی نہ تھا نہ کوئی پکارنے والا نہ جواب دینے والا میں اپنے نشان کے مطابق وہیں پہنچی جہاں ہمارا اونٹ بٹھایا گیا تھا اور وہیں انتظار میں بیٹھ گئی کہ جب آگے چل کر میرے نہ ہونے کی خبر پائیں گے تو مجھے تلاش کرنے کے لئے یہیں آئیں گے مجھے بیٹھے بیٹھے نیند آگئی، اتفاق سے حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو لشکر کے پیچھے رہے تھے اور پچھلی رات کو چلے تھے صبح کے چاندنے میں یہاں پہنچ گئے ایک سوتے ہوئے آدمی کو دیکھ کر خیال ہونا ہی تھا غور سے دیکھا تو چونکہ پردے کے حکم سے پہلے مجھے وہ دیکھے ہوئے تھے دیکھتے ہی پہچان گئے اور باواز بلند ان کی زبان سے انا للہ و انا الیہ راجعون نکلا ان کی آواز سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانپ کر سنبھل بیٹھی انہوں نے جھٹ سے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اس کے ہاتھ پر اپنا پاؤں رکھا میں اٹھی اور اونٹ پر سوار ہوگئی انہوں نے اونٹ کو کھڑا کیا اور بھگاتے ہوئے لے چلے قسم خدا کی نہ وہ مجھ سے کچھ بولے نہ میں نے ان سے کوئی کلام کیا نہ سوائے انا للہ کے میں نے ان کے منہ سے کوئی کلمہ سنا دوپہر کے قریب ہم اپنے قافلے سے مل گئے بس اتنی سی بات کا ہلاک ہونیوالوں نے بتنگڑ بنا لیا ان کا سب سے بڑا اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانیوالا عبداللہ بن اُبی بن سلول تھا مدینے میں آتے ہی میں بیمار پڑ گئی اور مہینہ بھر تک بیماری میں گھر میں رہی نہ میں نے کچھ سنا نہ کسی نے مجھ سے کہا جو کچھ غل غپاڑہ لوگوں میں ہو رہا تھا میں اس سے محض بے خبر تھی البتہ میرے جی میں یہ خیال بسا اوقات گذرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر و محبت میں کمی کی کیا وجہ ہے؟ بیماری میں عام طور پر جو شفقت حضور م

گو میرے ساتھ ہوتی تھی اس بیماری میں وہ بات نہ پاتی تھی اس لئے مجھے رنج تو بہت تھا مگر کوئی وجہ معلوم نہ تھی بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے سلام کرتے اور دریافت فرماتے طبیعت کیسی ہے؟ اور کوئی بات نہ کرتے اس سے مجھے بڑا صدمہ ہوتا مگر بہتان بازوں کی تہمت سے میں بالکل غافل تھی اب سنئے اس وقت تک گھروں میں پاخانے بنے ہوتے نہ تھے اور عرب کی قدیم عادت کے مطابق ہم لوگ میدان میں قضاء حاجت کیلئے جایا کرتے تھے عورتیں عموماً رات کو جایا کرتی تھیں گھروں میں پاخانے بنانے سے عام طور پر نفرت تھی، حسب عادت میں ام مسطح بنت ابی رحم بن عبد المطلب بن عبد المناف کے ساتھ قضاء حاجت کے لئے چلی اس وقت میں بہت ہی کمزور ہو رہی تھی یہ ام مسطح میرے والد صاحب رضی اللہ عنہ کی خالا تھیں ان کی والدہ صخر بن عامر کی لڑکی تھیں ان کے لڑکے کا نام مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبد المطلب تھا جب ہم واپس آنے لگے تو حضرت ام مسطح کا پاؤں چادر کے دامن میں الجھا اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ مسطح غارت ہو مجھے بہت برا لگا اور میں نے کہا تم نے بہت برا کلمہ بولا تو بہ کرو تم ایسے کو گالی دیتی ہو جس نے جنگ بدر میں شرکت کی اس وقت ام مسطح نے کہا بھولی بیوی آپ کو کیا معلوم؟ میں نے کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ بھی ان لوگوں میں ہے جو آپ کو بدنام کرتے پھرتے ہیں، مجھے سخت حیرت ہوئی میں ان کے سر ہو گئی۔ کہ کم از کم مجھ سے سارا واقعہ تو کہو، اب انہوں نے بہتان باز لوگوں کی تمام کارستانیاں مجھے سنائیں میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے رنج و غم کا پہاڑ مجھ پہ ٹوٹ پڑا، مارے صدمے کے میں تو اور بیمار ہو گئی، بیمار تو پہلے سے ہی تھی اس خبر نے تو نڈھال کر دیا، جوں توں کر کے گھر پہنچی، اب صرف یہ خیال تھا کہ میں اپنے میکے جا کر اور اچھی طرح معلوم تو کروں کہ کیا واقعی میری نسبت ایسی افواہ پھیلائی گئی ہے؟ اور کیا کیا مشہور کیا جا رہا ہے اور اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے سلام کیا اور دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے؟

میں نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو اپنے والد صاحب کے ہاں ہو آؤں آپ نے اجازت دیدی میں یہاں آئی اپنی والدہ سے پوچھا کہ اماں جان لوگوں میں کیا باتیں پھیل رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا بیٹی یہ تو بہت معمولی بات ہے تم! اتنا اپنا دل بھاری نہ کرو کسی شخص کی اچھی بیوی جو اسے محبوب ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں وہاں ایسی باتوں کا کھڑا ہونا تو لازمی امر ہے میں نے کہا سبحان اللہ کیا واقعی لوگ میری نسبت ایسی افواہیں اڑا رہے ہیں؟ اب تو مجھے رنج و غم نے اسقدر گھیرا کہ بیان سے باہر ہے اسوقت سے جو رونا شروع ہوا واللہ ایک دم بھر کے لئے میرے آنسو نہیں تھے میں سر ڈال کر روتی رہی کس کا کھانا پینا کس کا سونا بیٹھنا کہاں کی بات چیت غم و رنج اور رونا ہے اور میں ہوں، ساری رات اسی عالم میں گذری آنسو کی لڑی نہ تھمی دن کو بھی یہی حال رہا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا وحی میں دیر ہوئی خدا کی طرف سے آپ کو کوئی بات معلوم نہ ہوئی تھی اس لئے آپ نے ان دونوں حضرات سے مشورہ کیا کہ آپ مجھے الگ کر دیں یا کیا؟ حضرت اسامہ نے تو صاف کہا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کی اہل پر کوئی برائی نہیں جانتے ہمارے دل ان کی محبت عزت اور شرافت کی گواہی دینے کیلئے حاضر ہیں؟ ہاں حضرت علی رضہ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ خدا کی طرف سے آپ پر کوئی تنگی نہیں عورتیں ان کے سوا بھی بہت ہیں اگر آپ گھر کی خادمہ سے پوچھیں تو آپ کو صحیح واقعہ معلوم ہو سکتا ہے آپ نے اسی وقت گھر کی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور ان سے فرمایا کہ عائشہ رضہ کی کوئی بات شک و شبہ والی کبھی بھی دیکھی ہو تو بتلاؤ؟ بریرہ نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے انکی کوئی بات کبھی اس قسم کی نہیں دیکھی ہاں صرف یہ بات ہے کہ کم عمری کیوجہ سے ایسا ہو جاتا ہے کہ کبھی کبھی گندھا ہوا آٹا یونہی رکھا رہتا ہے اور سو جاتی ہیں تو بکری آکر کھا جاتی ہے اس کے سوا میں نے ان کا کوئی قصور کبھی نہیں دیکھا چونکہ کوئی ثبوت اس واقعہ کا نہ ملا اس لئے اسی دن رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم ممبر پر کھڑے ہوئے اور مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کون ہے جو مجھے اس شخص کی ایذاؤں سے بچائے جس نے مجھے ایذائیں پہنچاتے پہنچاتے اب تو میری گھر والیوں میں بھی مجھے ایذائیں پہنچانی شروع کر دی ہیں واللہ میں جہاں تک جانتا ہوں مجھے اپنی گھر والیوں میں سوائے بھلائی کے کوئی برائی معلوم نہیں جس شخص کا نام یہ لوگ لے رہے ہیں میری دانست تو اس کے متعلق بھی سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں وہ میرے ساتھ ہی گھر میں آتا تھا یہ سنتے ہی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے یا رسول اللہ میں موجود ہوں اگر وہ قبیلہ اوس کا شخص ہے تو ابھی ہم اسکی گردن تن سے جدا کر دیتے ہیں اور اگر وہ ہمارے خزرج بھائیوں سے ہے تو بھی آپ جو حکم دیں ہمیں اس کی تعمیل میں کوئی عذر نہ ہوگا یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے قبیلہ خزرج کے سردار تھے، تھے تو یہ بڑے نیک بخت مگر حضرت سعد بن معاذ رضہ کی اسوقت کی گفتگو سے انھیں اپنے قبیلہ کی حمیت آگئی اور ان کی طرفداری کرتے ہوئے حضرت سعد بن معاذ رضہ سے کہنے لگے نہ تو تو اسے قتل کرے گا نہ اس کے قتل پر تو قادر ہے اگر وہ تیرے قبیلے کا ہوتا تو تو اسکا قتل کیا جانا کبھی پسند نہ کرتا یہ سنکر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے یہ حضرت سعد بن معاذ رضہ کے بھتیجے ہوتے تھے کہنے لگے اے سعد بن عبادہ تم جھوٹ کہتے ہو ہم اسے ضرور مار ڈالیں گے آپ منافق آدمی ہیں کہ منافقوں کی طرفداری کر رہے ہیں اب ان کا قبیلہ اور ان کی طرف سے ان کا قبیلہ ایک دوسرے کے مقابلہ پر آگیا اور قریب تھا کہ اوس و خزرج کے یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑ پڑیں، حضور نے ممبر پر سے ہی انھیں سمجھانا اور چپ کرانا شروع کیا یہانتک کہ دونوں طرف خاموشی ہو گئی حضور بھی چپ ہو رہے یہ تو تھا، ..... وہاں کا واقعہ میرا یہ حال تھا کہ سارا دن بھی رونے میں ہی گذارا میرے اس رونے نے میری ماں باپ کی بھی نیند گم کر دی تھی وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ رونا میرا کلیجہ پھاڑ دیگا دونوں حیرت زدہ مغموم بیٹھے ہوتے تھے اور مجھے رونے کے سوا

اور کوئی کام ہی نہ تھا جو انصار کی ایک عورت آئیں اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگیں ہم یونہی بیٹھے ہوئے تھے جو اچانک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گئے قسم خدا کی جب سے یہ بہتان بازی ہوئی تھی آج تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کبھی نہیں بیٹھے تھے، مہینہ بھر گذر گیا تھا کہ حضورم کی یہی حالت تھی کوئی وحی نہیں آئی تھی کہ فیصلہ ہو سکے، آپ نے بیٹھتے ہی اوّل تو تشہد پڑھا پھر امابعد فرما کر فرمایا کہ اے عائشہ تیری نسبت مجھے یہ خبر پہنچی ہے اگر تو واقعی پاکدامن ہے تو تو اللہ تعالیٰ تیری پاکیزگی ظاہر فرما دیگا اور اگر فی الحقیقت تو کسی گناہ میں آلودہ ہو گئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور توبہ کر بندہ جب گناہ کر کے اپنے گناہ کے اقرار کے ساتھ خدا کی طرف جھکتا ہے اور اس سے معافی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے آپ اتنا فرما کر خاموش ہو گئے یہ سنتے ہی میرا رونا دھونا سب جاتا رہا آنسو تھم گئے یہاں تک کہ میں آنسو کا ایک قطرہ بھی نہ پاتی تھی میں نے اوّل تو اپنے والد سے درخواست کی کہ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی جواب دیجئے لیکن انہوں نے فرمایا کہ واللہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں حضورم کو کیا جواب دوں؟ اب میں نے اپنی والدہ کی طرف دیکھا اور ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے لیکن انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں نہیں سمجھ سکتی کہ میں کیا جواب دوں؟ آخر میں نے خود ہی جواب دینا شروع کیا، میری ..... عمر کچھ ایسی بڑی تو نہ تھی اور نہ مجھے زیادہ قرآن حفظ تھا میں نے کہا، آپ سب نے سنی اسے اپنے دل میں بٹھا لی اور گویا سچ سمجھ لی اب اگر میں کہوں گی کہ میں اس سے بالکل بری ہوں اور خدا خوب جانتا ہے کہ واقع میں اس سے بالکل بری ہوں لیکن تم لوگ نہیں ماننے کے ہاں اگر میں کسی امر کا اقرار کر لوں حالانکہ خدا کو خوب علم ہے کہ میں بالکل بے گناہ ہوں تو تم ابھی مان لو گے میری اور تمہاری مثال تو بالکل حضرت ابو یوسف علیہ السلام کا یہ قول ہے فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝ پس صبر ہی اچھا ہے جس میں شکایت کا نام ہی نہ ہو اور تم جو باتیں

بتاتے ہو ان میں اللہ ہی میری مدد کرے اتنا کہہ کر میں نے کروٹ پھیرلی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی، قسم بخدا مجھے یقین تھا کہ چونکہ میں پاک ہوں اللہ تعالیٰ میری برآت اپنے رسول ص کو ضرور معلوم کرادیگا لیکن یہ تو میرے شان گمان میں بھی نہ تھا کہ میرے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل ہوں میں اپنے آپ کو اس سے بہت کمتر جانتی تھی کہ میرے بارے میں کلام خدا کی آیتیں اتریں، ہاں مجھے زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوتا تھا کہ ممکن ہے خواب میں اللہ تعالیٰ حضور ص کو میری برآت دکھادے، تو اللہ ابھی تو نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے ہٹے تھے، اور نہ گھر والوں میں سے کوئی گھر سے باہر نکلا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونی شروع ہوگئی اور چہرے پر وہی نشان ظاہر ہوئے جو وحی کے وقت ہوتے تھے اور پیشانی سے پسینے کی پاک بوندیں ٹپکنے لگیں سخت جاڑوں میں بھی وحی کے نزول کی یہی کیفیت ہوا کرتی تھی جب وحی اتر چکی تو ہم نے دیکھا کہ حضور ص کا چہرہ ہنسی سے شگفتہ ہو رہا ہے سب سے پہلے آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا عائشہ خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہاری برآت نازل فرمادی اسی وقت میری والدہ نے فرمایا بچی حضور کے سامنے کھڑی ہو جاؤ میں نے جواب دیا کہ واللہ نہ تو میں آپ کے سامنے کھڑی ہوؤں اور نہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی تعریف کروں اسی نے میری برآت اور پاکیزگی نازل فرمائی ہے، پس اِنَّ الَّذِيۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ سے لیکر دس آیتوں تک نازل ہوئیں ان آیتوں کے اترنے کے بعد اور میری پاکدامنی ثابت ہو چکنے کے بعد چونکہ اس شر کے پھیلانے میں حضرت مسطح بن اثاثہ بھی شریک تھے اور انہیں میرے والد صاحب انکی محتاجی اور اُن کی قرابت داری کی وجہ سے ہمیشہ کچھ دیتے رہتے تھے اب انہوں نے کہا جب اس شخص نے میری بیٹی پر تہمت باندھنے میں حصہ لیا تو اب میں اس کے ساتھ کچھ بھی سلوک نہ کروں گا اس پر آیت وَلَا يَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ الخ نازل ہوئی یعنی تم میں سے جو

لوگ بزرگی اور وسعت والے ہیں انہیں نہ چاہیے کہ قرابت داروں اور مسکینوں اور خدا کی راہ کے مہاجروں سے سلوک کرنے کی قسم کھا بیٹھیں کیا تم نہیں چاہتے کہ وہ بخشش والا اور مہربانی والا خدا تمہیں بخشدے؟ اسی وقت اس کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قسم خدا کی میں تو بخشش کا خواہاں ہوں چنانچہ اسی وقت سے حضرت مسطح رض کا وظیفہ جاری کردیا اور فرمادیا واللہ اب عمر بھر تک اس میں کمی یا کوتاہی نہ کروں گا، میرے اس واقعہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی جو آپ کی بیوی صاحبہ تھیں آپ نے دریافت فرمایا تھا یہی بیوی صاحبہ رض تھیں جو حضور ص کی تمام بیویوں میں میرے مقابلہ کی تھیں لیکن یہ اپنی پرہیزگاری اور دینداری کی وجہ سے صاف بچ گئیں اور جواب دیا کہ حضور ص میں تو سوائے بہتری کے عائشہ رض کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی میں اپنے کانوں کو اور اپنی نگاہ کو محفوظ رکھتی ہوں، گو انھیں ان کی بہن حمنہ بنت جحش نے بہت کچھ بھڑکایا بھی دیئے بلکہ لڑ لڑ پڑیں لیکن انہوں نے اپنی زبان سے میری برائی کا کوئی کلمہ نہیں نکالا، ہاں ان کی بہن نے تو زبان کھول دی اور میرے بارے میں ہلاک ہونے والوں میں شامل ہوگئی، یہ روایت بخاری مسلم وغیرہ حدیث کی بہت سی کتابوں میں ہے ایک سند سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے اپنے اس خطبے میں یہ بھی فرمایا تھا کہ جس شخص کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ سفر حضر میں میرے ساتھ رہا میری عدم موجودگی میں کبھی میرے گھر نہیں آیا، اس میں ہے کہ سعد بن معاذ رض کے مقابلے میں جو صاحب کھڑے ہوئے انہی کے قبیلہ میں ام حسان تھیں اس میں یہ بھی ہے کہ اسی خطبے والے دن کے بعد رات کو میں ام مسطح کے ساتھ نکلی تھی اس میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ یہ پھسلیں اور انھوں نے اپنے بیٹے مسطح کو کوسا میں نے منع کیا پھر پھسلیں پھر کوسا میں نے پھر منع کیا پھر تیسری بار پھسلیں پھر کوسا تو

میں نے انہیں ڈانٹنا شروع کیا اس میں ہے کہ اسی وقت سے
مجھے بخار چڑھ آیا اس میں ہے کہ میری والدہ کے گھر پہنچانے کے
لئے میرے ساتھ حضور م نے ایک غلام کر دیا تھا میں جب وہاں
پہنچی تو میرے والد اوپر کے گھر میں تھے تلاوت قرآن میں مشغول
تھے اور والدہ نیچے کے مکان میں تھیں مجھے دیکھتے ہی میری والدہ
نے دریافت فرمایا کہ آج کیسے آنا ہوا، تو میں نے تمام بپتا کہہ
سنائی لیکن میں نے دیکھا کہ انہیں یہ بات نہ کوئی انوکھی بات
معلوم ہوئی نہ اتنا صدمہ اور رنج ہوا جس کی توقع مجھے تھی اس
میں ہے کہ میں نے والدہ سے پوچھا کیا میرے والد صاحب کو
بھی اس کا علم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے کہا اور رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی ہے؟ جواب دیا کہ ہاں اب
تو مجھے پھوٹ پھوٹ کر رونا آنے لگا یہاں تک کہ میری آواز
اوپر میرے والد صاحب کے کان میں بھی پہنچی وہ جلدی سے
نیچے آئے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ میری والدہ نے
کہا انہیں اس تہمت کا علم ہو گیا ہے جو ان پر لگائی گئی ہے یہ سنکر
اور میری حالت دیکھ کر میرے والد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے اور مجھ سے کہنے لگے بیٹی میں تمہیں
قسم دیتا ہوں کہ ابھی ہی اپنے گھر کو لوٹ جاؤ چنانچہ میں واپس
چلی گئی یہاں میرے پیچھے گھر کی خادمہ سے بھی میری بابت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں کی موجودگی میں دریافت
فرمایا تھا جس نے جواب دیا کہ میں عائشہ میں کوئی برائی نہیں دیکھی
بجز اس کے کہ وہ آٹا گوندھا ہوا چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوتی ہیں بے
خبری سے سو جاتی ہیں بسا اوقات بکریاں آ کر کھا جاتی ہیں بلکہ
[illegible] بہت ڈانٹا ڈپٹا تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ
[illegible] بات [illegible] تہمت تھی کی
[illegible] طرح کوئی
[illegible] طرح [illegible]
[illegible]
[illegible]

کسی عورت کا بازو کھولا نہیں، بالآخر یہ خدا کی راہ میں شہید
ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم میرے پاس عصر کی نماز کے بعد تشریف لائے تھے،
اس وقت میری ماں اور میرے والد میرے دائیں بائیں بیٹھے
ہوئے تھے اور وہ انصاریہ عورت جو آئی تھیں وہ دروازے پر
بیٹھی ہوئی تھیں اس میں ہے کہ جب حضور م نے مجھے نصیحت شروع
کی اور مجھ سے دریافت احوال کیا تو میں نے کہا ہائے کیسی بے شرمی
کی بات ہے؟ اس عورت کا بھی تو خیال نہیں؟ اس میں ہے کہ
میں نے بھی خدا کی حمد و ثنا کے بعد جواب دیا تھا اس میں یہ بھی ہے
کہ میں نے اس وقت ہر چند حضرت یعقوب ع کا نام تلاش کیا لیکن
واللہ وہ زبان پر نہ چڑھا اس لئے میں نے ابو یوسف کہہ دیا، اس
میں ہے کہ جب حضور م نے وحی کے اترنے کے بعد مجھے خوشخبری
سنائی واللہ اس وقت میرا غم بھرا غصہ بہت ہی بڑھ گیا تھا میں
میں نے اپنے ماں باپ سے کہا تھا کہ میں اس معاملے میں تمہاری
بھی شکر گذار نہیں، تم سب نے ایک بات سنی لیکن نہ تم نے
انکار کیا نہ تمہیں ذرا غیرت آئی۔ اس میں ہے کہ اس قصے کو زبان
پر لانے والے حمنہ مسطح حسان بن ثابت اور عبداللہ بن ابی منافق
تھے یہ سب کا بڑا تھا اور یہی زیادہ تر لگاتا بجھاتا تھا اور حدیث
میں ہے کہ میرے عذر کی یہ آیتیں اترنے کے بعد رسول اللہ صلی
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مردوں اور ایک عورت کو
تہمت کی حد لگائی یعنی حسان بن ثابت مسطح بن اثاثہ اور حمنہ
بنت جحش کو۔ ایک روایت میں ہے کہ جب مائی عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے اوپر تہمت لگنے کا اور اس کا علم آپکے
والد کو اور حضور م کو ہو جانے کا واقعہ معلوم ہوا تو آپ
بے ہوش ہو کر گر پڑیں، جب ذرا ہوش میں آئیں تو سارا بدن بھیگ
رہا تھا اور زور کا بخار چڑھا ہوا تھا اور کانپ رہی تھیں آپ کی
والدہ نے اسی وقت لحاف اڑھا دیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم آئے پوچھا یہ کیا حال ہے؟ میں نے کہا جاڑے سے بخار
چڑھا ہے آپ نے فرمایا شاید اس خبر کو سن کر یہ حال ہو گیا ہوگا

جب آپ کے عذر کی آیتیں اتریں اور آپ نے انھیں سن کر فرمایا کہ یہ اللہ کے فضل سے ہے نہ کہ آپ کے، تو حضرت صدیق اکبر رضہ نے فرمایا تم رسول اللہ سے اس طرح کہتی ہو؟ صدیقہ رضہ نے فرمایا ہاں؟ اب آیتوں کا مطلب سنئے جو لوگ جھوٹ بہتان گھڑی ہوئی بات لے آتے اور ہیں بھی وہ کئی ایک اسے تم اے آل ابی بکر رضہ اپنے لئے برا نہ سمجھو بلکہ انجام کے لحاظ سے دین و دنیا میں وہ تمہارے لئے بھلا ہے، دنیا میں تمہاری صداقت ثابت ہوگی۔ آخرت میں بلند مراتب ملیں گے، حضرت عائشہ رضہ کی برأت قرآن کریم میں نازل ہوگی جس کے آس پاس بھی باطل نہیں آسکتا یہی وجہ تھی کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مائی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان کے آخری وقت آئے تو فرمانے لگے ام المومنین آپ خوش ہوجائیے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ رہیں اور حضور م محبت سے پیش آتے رہے اور حضور م نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ سے نکاح نہیں کیا اور آپ کی برأت آسمان سے نازل ہوئی، ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضہ اور حضرت زینب رضہ اپنے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرنے لگیں تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میرا نکاح آسمان سے اترا، اور حضرت عائشہ رضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میری پاکیزگی کی شہادت قرآن میں آسمان سے اتری جب کہ صفوان بن معطل رضہ مجھے اپنی سواری پر بٹھالائے تھے حضرت زینب نے پوچھا یہ تو بتلاؤ جب تم اس اونٹ پر سوار ہوئی تھیں تو تم نے کیا کلمات کہے تھے؟ آپ نے فرمایا حَسْبِیَ اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ ۔ اس پر وہ بول اٹھیں کہ تم نے مومنوں کا کلمہ کہا تھا پھر فرمایا جس جس نے پاک دامن صدیقہ رضہ پر تہمت لگائی ہے ہر ایک کو بڑا عذاب ہوگا اور جس نے اس کی ابتداء اٹھائی ہے جو اُسے اِدھر اُدھر پھیلاتا رہا ہے اس کے لئے سخت تر عذاب ہیں، اس سے مراد عبداللہ بن اُبی بن سلول ملعون ہے ٹھیک قول یہی ہے گو کسی کسی نے کہا کہ مراد اس سے حسّان ہیں لیکن یہ قول ٹھیک نہیں، چونکہ یہ قول بھی ہے اس لئے ہم نے اُسے بیان کر دیا ورنہ اس کے بیان میں بھی چنداں نفع نہیں کیونکہ حضرت حسّان رضی اللہ عنہ بڑے بزرگ صحابہ میں سے ہیں ان کی بہت سی فضیلتیں اور بزرگیاں احادیث میں موجود ہیں یہی تھے جو کافر شاعروں کی ہجو کے شعروں کا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیتے تھے انہی سے حضور ص نے فرمایا تھا کہ تم کفار کی مذمت بیان کرو جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں حضرت مسروق کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا جو حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انھیں عزت کے ساتھ بٹھایا حکم دیا کہ ان کے لئے گدی بچھاؤ جب وہ واپس چلے گئے تو میں نے کہا کہ آپ انہیں کیوں آنے دیتی ہیں؟ ان کے آنے سے کیا فائدہ؟ خدائے تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ان میں سے جو تہمت کا والی ہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے تو مائی صاحبہ رضہ نے فرمایا اندھاپے سے بڑا عذاب اور کیا ہوگا یہ نابینا ہوگئے تھے، تو فرمایا شاید یہی عذاب عظیم ہو پھر فرمایا تمہیں نہیں خبر؟ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافروں کے ہجو والے اشعار کا جواب دینے پر مقرر تھے ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسان رضہ نے اس وقت حضرت عائشہ رضہ کی مدح میں شعر پڑھا تھا کہ آپ پاک دامن بھولی تمام اچھے کاموں سے اور غیبت اور برائی سے پرہیز کرنے والی ہیں تو آپ نے فرمایا تم تو ایسے نہ تھے حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں مجھے حسّان کے شعروں سے زیادہ اچھے اشعار نظر نہیں آتے اور میں جب کبھی ان شعروں کو پڑھتی ہوں تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ حسّان جنتی ہیں وہ ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب کو خطاب کر کے اپنے شعروں میں فرماتے ہیں تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی ہے جس کا جواب دیتا ہوں اور اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ سے پاؤں گا، میرے باپ دادا اور میری عزت آبرو سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سے قربان ہے میں ان سب کو فنا کر کے بھی تمہاری بدزبانیوں کے مقابلے سے ہٹ نہیں سکتا، تجھ جیسا شخص جو میرے نبی کا ذکر پا

کی ہمسری بھی نہیں کر سکتا حضور ﷺ کی ہجو کرے؟ یاد رکھو کہ تم جیسے بد حضور ﷺ جیسے نیک پر فدا ہیں جب تم نے حضور ﷺ کی ہجو کی ہے تو اب میری زبان سے جو تیز دھار دار بے عیب تلوار سے بھی تیز ہے بچ کر تم کہاں جاؤ گے؟ ام المومنین رضہ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ لغو کلام نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ لغو کلام تو شاعروں کی وہ بکواس ہے جو عورتوں وغیرہ کے بارے میں ہوتی ہے آپ سے پوچھا گیا کیا قرآن میں نہیں کہ اس تہمت میں بڑا حصہ لینے والے کے لئے بڑا عذاب ہے؟ فرمایا ہاں لیکن کیا جو عذاب انہیں ہوا بڑا نہیں؟ آنکھیں ان کی جاتی رہیں تلوار ان پر اٹھی وہ تو کہئے حضرت صفوان رک گئے ورنہ عجب نہیں کہ انکی نسبت یہ بات سن کر انہیں قتل ہی کر ڈالتے۔

لَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ

اسے سنتے ہی مومن مردوں عورتوں نے اپنے حق میں

وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا

نیک گمانی کیوں نہ کی؟ اور کیوں نہ کہہ دیا کہ

هَٰذَآ إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿۱۲﴾ لَّوْلَا جَآءُو

یہ تو کھلم کھلا صریح بہتان ہے　وہ اس بات پر

عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَإِذْ لَمْ

چار گواہ کیوں نہ لائے؟　اور جب

يَأْتُوا بِالشُّهَدَآءِ فَأُولَٰٓئِكَ

گواہ نہیں لائے تو یہ بہتان باز لوگ یقیناً خدا کے

عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿۱۳﴾

نزدیک محض جھوٹے ہیں۔

ان آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ مومنوں کو ادب سکھاتا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں جو کلمات منہ سے نکالے وہ ان کی شایان شان نہ تھے بلکہ انہیں چاہئے تھا کہ یہ کلام سنتے ہی اپنی شرعی ماں کے ساتھ کم ازکم وہ خیال کرتے جو اپنے نفسوں کے ساتھ کرتے جب کہ وہ اپنے تئیں بھی ایسے کام کے لائق نہ پاتے تو شان ام المومنین کو اس سے بہت اعلیٰ اور بالا جانتے۔ ایک واقعہ بھی بالکل اسی طرح کا ہوا تھا، حضرت ابوایوب خالد بن انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی بیوی صاحبہ ام ایوب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ نے وہ بھی سنا جو حضرت عائشہ رضہ کی نسبت کہا جا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور یہ یقیناً جھوٹ ہے اُمّ ایُّوب تم ہی بتلاؤ کیا تم کبھی ایسا کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا نعوذ باللہ ناممکن۔ آپ نے فرمایا پس حضرت عائشہ رضہ تو تم سے کہیں افضل اور بہتر ہیں پس جب آیتیں اتریں تو پہلے تو بہتان بازوں کا ذکر ہوا، یعنی حضرت حسان رضہ اور ان کے ساتھیوں کا، پھر ان آیتوں میں ذکر ہوا حضرت ابوایوب رضہ اور ان کی بیوی صاحبہ رضہ کی اس بات چیت کا جو اوپر مذکور ہوئی، یہ بھی ایک قول ہے کہ یہ مقولہ حضرت اُبی بن کعب کا تھا رضی اللہ عنہ، الغرض مومنوں کو صاف باطن رہنا اور اچھے خیال کرنے چاہئیں بلکہ زبان سے بھی ایسے واقعہ کی تردید اور تکذیب کر دینی چاہئے اس لئے کہ جتنا کچھ واقعہ گذرا اس میں شک شبہ کی گنجائش بھی نہ تھی ام المومنین رضی اللہ عنہا کھلم کھلا سواری پر سوار دن دوپہر کو بھرے لشکر میں پہنچتی ہیں، خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اگر خدا نہ خواستہ کام بد ہن کوئی بھی ایسی بات ہوتی تو یہ اس طرح کھلے بندوں عام مجمع میں نہ آتے بلکہ خفیہ اور پوشیدہ طور پر شامل ہو جاتے جو کسی کو کانوں کان خبر تک نہ پہنچے پس صاف ظاہر ہے کہ بہتان بازوں کی زبان نے جو فقرہ گھڑا وہ محض جھوٹ بہتان اور افترا ہے جس سے انہوں نے اپنے ایمان اور اپنی عزت کو غارت کیا، پھر فرمایا کہ ان بہتان بازوں نے جو کچھ کہا اپنی سچائی پر چار گواہ واقعہ کے کیوں پیش نہیں کرتے؟ اور جب کہ یہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو شرعاً خدا کے نزدیک وہ جھوٹے ہیں فاسق و فاجر ہیں۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر دنیا اور

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي

آخرت میں نہ ہوتا یقیناً تم نے جس بات کے چرچے

مَآ أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۱۴)

شروع کر رکھے تھے اس بارے میں تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا

إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ

جبکہ تم اسے اپنی زبانوں سے نقل در نقل کرنے لگے اور اپنے منہ سے وہ بات نکالنے

مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ

لگے جس کی تمہیں مطلق خبر نہ تھی　گو تم اسے ہلکی بات

هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ (۱۵)

سمجھتے رہے　لیکن خدا کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی ؂

فرمان ہے کہ اے وہ لوگو جنہوں نے صدیقہ رض کی بابت اپنی زبانوں کو بری حرکت دی اگر خدائے تعالیٰ کا فضل وکرم تم پر نہ ہوتا کہ دنیا میں تمہاری توبہ قبول کرے اور آخرت میں تمہیں تمہارے ایمان کی وجہ سے معاف فرمادے تو جس بہتان میں تم نے اپنی زبانیں ہلائیں اس میں تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جن کے دلوں میں ایمان تھا لیکن رواروی میں کچھ کہہ گئے تھے جیسے حضرت مسطح حضرت حسّان حضرت حمنہ رضی اللہ عنہم، لیکن جن کے دل ایمان سے خالی تھے جو اس طوفان کے اٹھانے والے تھے جیسے عبداللہ بن اُبی بن سلول وغیرہ منافقین یہ لوگ اس حکم میں نہیں، کیونکہ نہ اس کے پاس ایمان تھا نہ عمل صالح، یہ بھی یاد رہے کہ جس بدی پر جو وعید ہے وہ اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب توبہ نہ ہو اور اس کے مقابلہ میں اس جیسی یا اس سے بڑی نیکی نہ ہو، جب کہ تم اس بات کو پھیلا رہے تھے اس سے سن کر اس سے کہی اور اس نے سن کر دوسرے سے کہی، حضرت عائشہ رض کی قرأت میں إِذْ تَلِقُونَهُ ہے یعنی جب کہ تم اس جھوٹ کی اشاعت رہے تھے پہلی قرأت جمہور کی ہے اور یہ قرأت ان کی ہے جنہیں اس آیت کا زیادہ علم تھا اور تم وہ بات زبان سے نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا، تم گو اس کلام کو ہلکا سمجھتے رہے لیکن دراصل خدا کے نزدیک وہ بڑا بھاری کلام تھا، کسی مسلمان عورت کی نسبت ایسی تہمت جرم عظیم ہے پھر اللہ کے رسول ؐ کی زوجہ مطہرہ کے اوپر ایسا کلمہ سمجھ لو کہ کتنا بڑا کبیرہ گناہ ہوا؟ اسی لئے رب کی غیرت اپنے نبی کی وجہ سے جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر خاتم الانبیاء، سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی ثابت فرمائی، ہر نبی کی بیوی کو اللہ تعالیٰ نے اس بے حیائی سے دُور رکھا ہے پس کیسے ممکن تھا کہ تمام نبیوں کی بیویوں سے افضل اور اُن کی سردار تمام نبیوں سے افضل اور تمام اولادِ آدم کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اس میں آلودہ ہوں، حَاشَا وَ كَلَّا، پس تم گو اس کلام کو بے وقعت سمجھو لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے صحیحین میں ہے کہ انسان بعض مرتبہ خدا کی ناراضگی کا کوئی کلمہ کہہ گذرتا ہے جس کی کوئی وقعت اس کے نزدیک نہیں ہوتی لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم کے اتنے نیچے طبقے میں پہنچ جاتا ہے کہ جتنی زمین آسمان سے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نیچا ہوتا ہے ؂

وَلَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ

تم نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات

لَنَآ أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا

منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں　خدایا تو پاک ہے یہ تو

بُهْتَانٌ عَظِيمٌ (۱۶) يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن

بہت بڑا بہتان ہے اور تہمت ہے اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے

تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن كُنتُم

پھر کبھی بھی ایسا کام نہ کرنا　اگر تم سچے

مُّؤْمِنِينَ (۱۷) وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ

مومن ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں بیان فرمارہا ہے

الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (۱۸)

اور اللہ علم و حکمت والا ہے

پہلے تو نیک گمانی کا حکم دیا یہاں دوسرا حکم دے رہا ہے کہ بھلے لوگوں کی شان میں کوئی برائی کا کلمہ بے تحقیق ہرگز نہ نکالنا چاہئے برے خیالات گندے الزامات اور شیطانی وسوسوں سے دُور رہنا چاہئے کبھی ایسے کلمات زبان سے نہ نکالنے چاہئیں گو دل میں

کوئی ایسا وسوسۂ شیطانی پیدا بھی ہو تو زبان قابو میں رکھنی چاہئے حضورؐ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے درگذر فرما لیا ہے جب تک وہ زبان سے نہ کہیں یا عمل میں نہ لائیں (بخاری مسلم) تمہیں چاہیے تھا کہ ایسے واہی کلام کو سنتے ہی کہدیتے کہ ہم ایسی لغویات پر اپنی زبان نہیں لگاڑتے ہم سے یہ بے ادبی نہیں ہو سکتی کہ خدا کے خلیل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی صاحبہؓ کی نسبت کوئی ایسی لغو بات کہیں اللہ کی ذات پاک ہے، دیکھو...... خبردار آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ ہو ورنہ ایمان کے ضبط ہونے کا اندیشہ ہے، ہاں اگر کوئی شخص ایمان سے ہی کورا ہو تو وہ بے ادب گستاخ اور بھلے لوگوں کی اہانت کرنیوالا ہوتا ہی ہے، احکام شرعیۃ کو خدائے تعالیٰ تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان فرما رہا ہے، وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا ٭

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ

جو لوگ مسلمانوں میں برائی پھیلانے کے

الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ

آرزو مند رہتے ہیں ان کے لئے

عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں

وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۹﴾

اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے

یہ تیسری تنبیہ ہے کہ جو شخص کوئی ایسی بات سنے اسے اس کا پھیلانا حرام ہے، جو ایسی خبروں کو کو اڑاتے پھرتے ہیں، انہیں دنیوی سزا یعنی حد بھی لگے گی اور اخروی سزا یعنی عذاب جہنم بھی ہوگا، خدا عالم ہے تم بے علم ہو، پس تمہیں اللہ کی طرف تمام امور لوٹانے چاہئیں، حدیث شریف میں ہے بندگانِ خدا کو ایذا نہ دو انھیں عار نہ دلاؤ، ان کی پوشیدہ

ٹٹولو جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب ٹٹولے گا اللہ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائیگا اور اُسے یہاں تک رسوا کرے گا کہ اس کے گھر والے بھی اُسے بری نظر سے دیکھنے لگیں گے ٭

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے

وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۰﴾ يَا أَيُّهَا

اور یہ بھی کہ اللہ بڑی شفقت رکھنے والا مہربان ہے

الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ

ایمان والو شیطان کے قدم بقدم

الشَّيْطَانِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ

نہ چلو جو شخص شیطانی قدموں کی پیروی کرے

فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ۚ

تو وہ بے حیائی اور برائی کے کاموں کا ہی حکم کرے گا

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ

اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا

مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَٰ

تو تم سے کوئی بھی کبھی پاک صاف نہ ہوتا

كِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ ۗ

لیکن اللہ تعالیٰ جسے پاک کرنا چاہے کر دیتا ہے

وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۱﴾

اللہ سب سننے والا سب جاننے والا ہے

یعنی اگر اللہ کا فضل و کرم لطف و رحم نہ ہوتا تو اس وقت کوئی اور ہی بات ہو پڑتی، مگر اس نے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمائی، پاک ہونے والوں کو بذریعہ حدِ شرعی کے پاک کر دیا شیطانی طریقوں پر شیطانی راہوں میں نہ چلو اس کی باتیں نہ مانو، وہ تو برائی کا بدی کا بدکاری کا بے حیائی کا حکم دیتا ہے پس تمہیں اس کی باتیں ماننے سے پرہیز کرنا چاہئے اس کے عمل سے بچنا چاہئے، اس کے وسوسوں سے دور رہنا چاہئے

خدا کیونکر ہو نا فرمانی میں قدم شیطان کی پیروی ہے، ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضہ سے کہا کہ میں نے فلاں چیز نہ کھانے کی قسم کھالی ہے آپ نے فرمایا یہ شیطان کا بہکاوا ہے اپنی قسم کا کفارہ دیدو اور اسے کھالو، ایک شخص نے حضرت شعبی سے کہا کہ میں نے اپنے بچے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے، آپنے فرمایا یہ شیطانی حرکت ہے ایسا نہ کرو اسکے بدلے ایک بھیڑ ذبح کرے، ابو رافع کہتے ہیں ایک مرتبہ میرے اور میری بیوی کے درمیان جھگڑا ہو پڑا، وہ بگڑ کر کہنے لگیں ایکدن وہ یہودیہ ہے اور ایکدن نصرانیہ ہے اور اسکے تمام غلام آزاد ہیں اگر تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دیدے، میں نے آکر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپنے فرمایا یہ شیطانی حرکت ہے زینب بنت ام سلمہ جو اسوقت سب سے زیادہ دینی سمجھ رکھنے والی عورت تھیں انہوں نے بھی یہی فتویٰ دیا، اور عاصم بن عمرو کی بیوی نے بھی یہی بتلایا، پھر فرماتا ہے اگر خدا کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے ایک بھی اپنے تئیں شرک و کفر سے برائی اور بدی سے نہ بچا سکتا، یہ رب کا احسان ہے کہ وہ تمہیں توبہ کی توفیق دیتا ہے پھر تم پر مہربانی سے رجوع کرتا ہے اور تمہیں پاک صاف بنا دیتا ہے اللہ جسے چاہے پاک کرتا اور جسے چاہے ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتوں کو سننے والا ان کے احوال کو جاننے والا ہے مستحق ہدایت اور رہبر ضلالت سب اس کی نگاہ میں ہیں اور اسمیں بھی اس حکیم مطلق کی بے پایاں حکمت ہے۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ

تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں انھیں

وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ

اپنے قرابت داروں اور مسکینوں اور

وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ

مہاجروں کو راہ للہ دینے سے قسم نہ کھالینی چاہیے۔

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ

بلکہ معاف کر دینا اور درگذر کر لینا چاہیے کیا تم نہیں چاہتے کہ

أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ

اللہ تمہارے قصور معاف فرما دے؟ اللہ قصوروں کا معاف

رَّحِيمٌ (۲۲)

فرمانے والا مہربان ہے۔

تم میں سے جو کشادہ روزی والے صاحب مقدرت ہیں اور احسان کرنیوالے ہیں انھیں اس بات کی قسم نہ کھانی چاہیے کہ وہ اپنے قرابت داروں کو مسکینوں کو مہاجروں کو کچھ دیں ہی نہیں، اس طرح انھیں متوجہ فرما کر پھر اور نرم کر کے فرمایا کہ انکی طرف سے کوئی قصور بھی سرزد ہو گیا ہو تو انہیں معاف کر دینا چاہیے ان سے کوئی برائی یا ایذا پہنچی ہو تو ان سے درگذر کر لینا چاہیے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حلم و کرم اور لطف و رحم ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے یہ آیت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے جبکہ آپ نے حضرت مسطح بن اثاثہ کے ساتھ کسی قسم کا سلوک کرنے سے قسم کھالی تھی، کیونکہ بہتان صدیقہ رضہ میں یہ بھی شامل تھے جیسے کہ پہلے کی آیتوں کی تفسیر میں یہ واقعہ گذر چکا ہے تو جب اصل بات اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دی ام المومنین بری ہو گئیں مسلمانوں کے دل روشن ہو گئے مومنوں کی توبہ قبول ہو گئی تہمت رکھنے والوں کو حد شرعی لگ چکی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق رضہ کو حضرت مسطح رضہ کی طرف متوجہ فرمایا جو آپ کی خالہ صاحبہ کے فرزند تھے اور مسکین شخص تھے، حضرت صدیق رضہ ہی ان کی پرورش کرتے رہے تھے یہ مہاجر تھے لیکن اس بارے میں اتفاقیہ زبان کھل گئی تھی انہیں تہمت کی حد بھی لگائی گئی تھی، حضرت صدیق رضہ کی سخاوت مشہور تھی کیا اپنے کیا غیر سب کے ساتھ آپ کا سلوک عام تھا، آیت کے خصوصاً جب یہ الفاظ حضرت الصدیق رضی اللہ عنہ کے کان میں پڑے کہ کیا تم بخشش خدا کے طالب نہیں ہو

آپ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ ہاں قسم ہے خدا کی ہماری تو عین چاہت ہے کہ خدا ہمیں بخشے اور اسی وقت سے مسطح کو جو کچھ دیا کرتے تھے جاری کر دیا گویا ان آیتوں میں ہمیں تلقین ہوئی کہ جسطرح ہم چاہتے ہیں کہ ہماری تقصیریں معاف ہو جائیں ہمیں چاہیئے کہ دوسروں کی تقصیروں سے بھی درگذر کر لیا کریں، یہ بھی خیال ہے کہ جس طرح آپ نے پہلے یہ فرمایا تھا کہ واللہ میں اس کے ساتھ کبھی بھی سلوک نہ کروں گا اب عہد کیا کہ واللہ میں اس سے کبھی بھی اس کا مقررہ روزینہ نہ روکوں گا سچ ہے صدیق صدیق ہی تھے رضی اللہ عنہ۔

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ

جو لوگ پاکدامن بھولی بھالی باایمان عورتوں پر

الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا

تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں

وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۲۳)

ملعون ہیں اور ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ

جب کہ ان کے مقابلے میں ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ

وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۲۴)

پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ

اس دن اللہ تعالی انہیں پورا پورا بدلہ حق و انصاف کے ساتھ

وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ

دیگا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی حق ہے اور

الْمُبِينُ (۲۵)

وہی ظاہر کرنے والا ہے۔

جب کہ عام مسلمان عورتوں پر طوفان اٹھانیوالوں کی سزا یہ ہے تو انبیاء کی بیویوں پر جو مسلمانوں کی مائیں ہیں بہتان باندھنے والوں کی سزا کیا ہو گی؟ اور خصوصاً اس بیوی پر جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا علماء

کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ان آیتوں کے نازل ہو چکنے کے بعد بھی جو شخص مائی صاحبہ رضہ کو اس الزام سے یاد کرے وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے قرآن سے خلاف کیا، آپ کے اور ازواج مطہرات کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ وہ بھی مثل صدیقہ رضہ کے ہیں واللہ اعلم، فرماتا ہے کہ ایسے موذی بہتان پرداز دنیا اور آخرت میں لعنت خدا کے مستحق ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ الخ یعنی جو لوگ خدا اور اس کے رسول صلعم کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے رسوا کرنے والے عذاب تیار ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مخصوص ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ، ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی فرماتے ہیں، سعید بن جبیر مقاتل بن حیان کا بھی یہی قول ہے ابن جریر نے بھی حضرت عائشہ رضہ سے یہ نقل کیا ہے لیکن پھر جو تفصیل وار روایت لائے ہیں اس میں آپ پر تہمت لگنے حضور صلعم پر وحی آنے اور اس آیت کے نازل ہونے کا ذکر ہے، لیکن اس حکم کے آپ کے ساتھ مخصوص ہونے کا ذکر نہیں پس سبب نزول گو خاص ہو لیکن حکم عام رہتا ہے۔ ممکن ہے ابن عباس رضہ وغیرہ کے قول کا بھی یہی مطلب ہو واللہ اعلم، بعض بزرگ فرماتے ہیں، کل ازواج مطہرات کا تو یہ حکم ہے لیکن اور مومنہ عورتوں کا یہ حکم نہیں، ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ اس آیت سے تو مراد حضور صلعم کی بیویاں ہیں کہ اہل نفاق جو اس تہمت میں تھے سب راندۂ درگاہ ہو گئے، لعنتی ٹھیرے اور غضب خدا کے مستحق بن گئے۔ اس کے بعد مومنہ عورتوں کے بدکاری کے بہتان باندھنے والوں کے حکم میں آیت وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا الخ اتری، پس انہیں کوڑے لگیں گے، اگر انہوں نے توبہ کی تو توبہ قبول ہے لیکن انکی گواہی پھر سے ہمیشہ تک غیر معتبر رہے گی، حضرت ابن عباس رضہ نے ایک مرتبہ سورۂ نور کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ آیت تو حضور صلعم کی بیویوں کے بارے میں اتری ہے، ان بہتان بازوں کی

کی توبہ قبول نہیں، اس آیت میں ابہام ہے، اور چار گواہ نہ لا سکنے کی آیت عام ایماندار عورتوں پر تہمت لگانیوالوں کے حق میں ہے ان کی توبہ مقبول ہے، یہ سن کر مجمع میں سے لوگوں کا ارادہ ہوا کہ آپ کی پیشانی چوم لیں، کیونکہ آپ نے نہایت ہی عمدہ تفسیر کی تھی۔ ابہام سے مراد یہ ہے کہ حرمت تہمت عام ہے ہر پاکدامن عورت کی شان میں اور ایسے لوگ سب ملعون ہیں حضرت عبدالرحمٰن رض فرماتے ہیں ہر ایک بہتان باز اس حکم میں تو ہے لیکن حضرت عائشہ رض بطور اولیٰ ہیں، امام ابن جریر رح بھی عموم کو ہی پسند فرماتے ہیں اور یہ صحیح بھی ہے۔ اور عموم کی تائید میں یہ حدیث بھی ہے کہ حضور ص فرماتے ہیں سات گناہوں سے بچو جو مہلک ہیں پوچھا گیا وہ کیا کیا ہیں؟ فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا جادو۔ کسی کو بے وجہ مار ڈالنا، سود کھانا، یتیم کا مال مارنا، جہاد سے بھاگنا، پاکدامن بھولی مومنہ پر تہمت لگانا (بخاری و مسلم) اور حدیث میں ہے پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانیوالے کی سو سال کی نیکیاں غارت ہیں، ابن عباس رض کا فرمان ہے کہ جب مشرکین دیکھیں گے کہ جنت میں سوائے نمازیوں کے اور کوئی نہیں بھیجا جاتا تو وہ کہیں گے آؤ ہم بھی انکار کر دیں چنانچہ اپنے شرک کا یہ انکار کر دیں گے، اسی وقت ان کے منہ پر مہر لگ جائے گی، اور ہاتھ پاؤں گواہی دینے لگیں گے اور خدا سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے، حضور ص فرماتے ہیں کافروں کے سامنے جب انکی بداعمالیاں پیش کی جائیں گی، تو وہ انکار کر جائیں گے اور اپنی بے گناہی بیان کرنے لگیں گے تو کہا جائے گا کہ یہ ہیں تمہارے پڑوسی یہ تمہارے خلاف گواہی دے رہے ہیں یہ کہیں گے یہ سب جھوٹے ہیں تو کہا جائے گا کہ اچھا خود تمہارے کنبے قبیلے کے لوگ موجود ہیں، یہ کہدیں گے یہ بھی جھوٹے ہیں تو کہا جائیگا اچھا تم قسمیں کھاؤ یہ قسمیں کھالیں گے، پھر اللہ انھیں گونگا کر دیگا اور خود انکے ہاتھ پاؤں انکی بداعمالیوں کی گواہی دیں گے پھر انہیں جہنم میں بھیجدیا جائیگا، حضرت انس رض فرماتے ہیں ہم حضور ص کی خدمت میں حاضر تھے جو آپ ہنس دیئے اور فرمایا

لگے جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟ ہم نے کہا خدا ہی جانتا ہے آپ نے فرمایا بندہ قیامت کے دن اپنے رب سے جو حجت بازی کریگا، اس پر یہ کہیگا کہ خدایا کیا تو نے مجھے ظلم سے رُوکا تھا؟ اللہ فرمائیگا ہاں، تو یہ کہیگا پس آج جو گواہ میں سچا مانوں اُس کی شہادت میرے بارے میں معتبر مانی جاتے، اور وہ گواہ سوا میرے اور کوئی نہیں اللہ فرمائے گا اچھا یونہی سہی تو ہی اپنا گواہ رہ۔ اب منہ پر مہر لگ جائیگی اور اعضاء سے سوال ہو گا تو وہ ساری عقدے کھول دیں گے اس وقت بندہ کہیگا تم غارت ہو جاؤ تمھیں بربادی آئے تمہاری طرف سے ہی تو میں لڑ جھگڑ رہا تھا (مسلم) قتادہ رح فرماتے ہیں اے ابن آدم تو خود اپنی بداعمالیوں کا گواہ ہے تیرے کل جسم کے اعضاء تیرے خلاف بولیں گے ان کا خیال رکھ اللہ سے پوشیدگی اور ظاہری میں ڈرتا رہ اسکے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اندھیرا اسکے سامنے چاندنا ہے چھپا ہوا اسکے سامنے کھلا ہوا ہے، اللہ کے ساتھ نیک گمانی کی حالت میں مرو اللہ ہی کیلئے ہماری قوتیں ہیں، یہاں دین سے مُراد حساب ہے جمہور کی قرأت میں حقّ کا زبر ہے کیونکہ وہ دین کی صفت ہے مجاہد رح نے حقّ پڑھا ہے اس بناء پر کہ یہ لعنت ہے لفظ اللہ کی، اُبی بن کعب کے مصحف میں یَوۡمَئِذٍ یُّوَفِّیۡهِمُ اللّٰهُ الۡحَقُّ دِیۡنَهُمۡ بعض سلف سے پڑھنا مروی ہے، اسوقت جان لیں گے کہ اللہ کے وعدے وعید حق ہیں اس کا حساب عدل والا ہے۔ ظلم سے دور ہے:

اَلۡخَبِيۡثٰتُ لِلۡخَبِيۡثِيۡنَ وَالۡخَبِيۡثُوۡنَ

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں　اور خبیث مرد

لِلۡخَبِيۡثٰتِۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيۡنَ وَ

خبیث عورتوں کے لائق ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لائق ہیں

الطَّيِّبُوۡنَ لِلطَّيِّبٰتِۚ اُولٰٓئِكَ

اور پاک مرد پاک عورتوں کے لائق ہیں ایسے پاک لوگوں کے متعلق

مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا يَقُوۡلُوۡنَؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ

جو کچھ بکواس بہتان باز کر رہے ہیں وہ ان سے بالکل بے لگاؤ ہیں ان کیلئے بخشش ہے

وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (۲۶)

عزت و روزی

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایسی بری بات برے لوگوں کیلئے ہے، بات کے مقدار بھلے لوگ ہوتے ہیں یعنی اہل نفاق نے صدیقہؓ پر تو تہمت باندھی اور ان کی شان میں جو بدالفاظی کی اسکے لائق وہی ہیں اسلئے کہ وہی بد ہیں اور خبیث ہیں، صدیقہ رضی اللہ عنہا چونکہ پاک ہیں اسلئے وہ پاک کلموں کے لائق ہیں وہ ناپاک بہتانوں سے بری ہیں، یہ آیت بھی حضرت عائشہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ خدا کے رسول جو ہر طرح طیب ہیں محض ناممکن ہے کہ ان کے نکاح میں خدا کسی ایسی عورت کو دے جو خبیثہ ہو، خبیثہ عورتیں تو خبیث مردوں کے لائق ہوتی ہیں، اسی لئے فرمایا کہ یہ لوگ ان تمام تہمتوں سے پاک ہیں جو دشمنان خدا باندھ رہے ہیں انہیں انکی بدکلامیوں سے جو رنج و ایذا پہنچی وہ بھی انکے لئے باعث مغفرت ہوگی اور یہ چونکہ حضورؐ کی بیوی ہیں، جنت عدن میں بھی آپکے ساتھ ہی رہیں گی۔ ایک مرتبہ اسید بن جابرؓ حضرت عبداللہؓ کے پاس آکر کہنے لگے آج تو میں نے ولید بن عقبہ سے ایک نہایت ہی عمدہ بات سنی تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا ٹھیک ہے مومن کے دل میں ایک بات اترتی ہے اور وہ اس کے سینے میں آجاتی ہے پھر وہ اسے زبان سے بیان کرتا ہے وہ بات چونکہ بھلی ہوتی ہے بھلے سننے والے اسے اپنے دل میں بٹھالیتے ہیں اور اسی طرح بری بات برے لوگوں کے دلوں سے سینوں تک اور وہاں سے زبانوں تک آتی ہے۔ برے لوگ اسے سنتے ہیں اور اپنے دل میں بٹھاتے ہیں، پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی، مسند احمد میں حدیث ہے کہ جو شخص بہت سی باتیں سنے پھر ان میں جو سب سے خراب ہو اسے بیان کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بکریوں والوں سے ایک بکری مانگے وہ اسے کہے کہ جا اس ریوڑ میں سے تجھے جو پسند ہو لے لے یہ جائے اور ریوڑ کے کتے کا کان پکڑ کر لے جائے اور حدیث میں ہے حکمت کا کلمہ مومن کی گم گشتہ دولت ہے جہاں سے پائے لے لے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا

اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں

غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا

جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے

عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ

والوں کو سلام کرو، یہی تمہارے لئے سراسر بہتری ہے تاکہ

تَذَكَّرُونَ (۲۷) فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا

تم نصیحت حاصل کرو۔ اگر وہاں کوئی بھی نہ مل سکے

أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ

تو بھی پروانگی لئے بغیر اندر نہ جاؤ

لَكُمْ ۖ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا

اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ ہی جاؤ

هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

یہی بات تمہارے لئے پاکیزگی والی ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ

عَلِيمٌ (۲۸) لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن

خوب جانتا ہے۔ ہاں غیر آباد گھروں میں جہاں تمہارا کوئی

تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا

فائدہ یا اسباب ہو جانے میں تم پر کوئی

مَتَاعٌ لَّكُمْ ۚ

گناہ نہیں۔ تم جو کچھ بھی

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ

ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اللہ

وَمَا تَكْتُمُونَ (۲۹)

سب کچھ جانتا ہے۔

شرعی ادب بیان ہو رہا ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت مانگو جب اجازت مل جائے پہلے سلام کرو اگر پہلی دفعہ کی اجازت طلبی پر جواب نہ ملے تو پھر اجازت مانگو

تین مرتبہ اجازت چاہو اگر پھر بھی اجازت نہ ملے تو لوٹ جاؤ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ کے پاس گئے، تین دفعہ اجازت مانگی جب کوئی نہ بولا تو آپ واپس لوٹ گئے۔ تھوڑی دیر میں حضرت عمر رضؓ نے لوگوں سے کہا دیکھو عبداللہ بن قیس رضؓ آنا چاہتے ہیں انھیں بلالو، لوگ گئے دیکھا تو وہ چلے گئے ہیں واپس آکر حضرت عمر رضؓ کو خبر دی۔ دوبارہ جب حضرت ابو موسیٰ رضؓ اور حضرت عمرؓ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ واپس کیوں چلے گئے تھے؟ جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ تین دفعہ اجازت چاہنے کے بعد بھی اگر اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جاؤ میں نے تین بار اجازت چاہی جب جواب نہ آیا تو میں اس حدیث پر عمل کر کے واپس لوٹ گیا، حضرت عمر رضؓ نے فرمایا اس پر کسی گواہ کو پیش کر دو ورنہ میں تمھیں سزا دونگا آپ وہاں سے اٹھ کر انصار کے ایک مجمع میں پہنچے اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا اور فرمایا کہ تم سے کسی نے اگر حضورؐ کا یہ حکم سُنا ہو تو میرے ساتھ چل کر عمرؓ سے کہدے۔ انصار نے کہا یہ مسئلہ تو عام ہے بیشک حضورؐ نے فرمایا ہے ہم سب نے سُنا ہے ہم اپنے سب سے نو عمر لڑکے کو تیرے ساتھ کر دیتے ہیں یہی گواہی دے آئینگے چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضؓ گئے، اور حضرت عمرؓ سے جا کر کہا کہ میں نے بھی حضورؐ سے یہی سُنا ہے حضرت عمر رضؓ اسوقت افسوس کرنے لگے کہ بازاروں کے لین دین نے مجھے اس مسئلہ سے غافل رکھا۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے حضرت سعد بن عبادہ رضؓ سے اجازت مانگی، فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضرت سعدؓ نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ تو کہدیا لیکن ایسی آواز سے کہ آپ نہ سنیں چنانچہ تین بار یہی ہوا، حضورؐ سلام کرتے آپ جواب دیتے۔ لیکن اس طرح کہ حضور سنیں نہیں، اس کے بعد آپ وہاں سے واپس لوٹ چلے۔ حضرت سعد رضؓ آپؐ کے پیچھے لپکے ہوئے آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ آپ کی تمام آوازیں میرے کانوں میں پہنچ رہی تھیں میں نے ہر سلام کا جواب بھی دیا، لیکن اس خیال سے کہ آپ کی دعائیں بہت ساری لوں اور زیادہ

برکت حاصل کروں آپ کو سنائی دے اس طرح نہ دیا اب آپ چلے تشریف رکھئے چنانچہ حضورؐ گئے انہوں نے آپکے سامنے کشمش لا رکھیں آپ نے نوش فرمائیں اور فارغ ہو کر فرمانے لگے تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا فرشتے تم پر رحمت بھیج رہے ہیں، تمہارے ہاں روزہ داروں نے روزہ کھولا اور روایت میں ہے کہ جسوقت حضورؐ نے سلام کیا اور حضرت سعدؓ نے آہستہ جواب دیا تو ان کے لڑکے حضرت قیس رضؓ نے عرض کیا کہ آپ حضورؐ کو اجازت کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا خاموش رہو دیکھو حضورؐ دوبارہ سلام کہیں گے ہمیں دوبارہ آپکی دعا ملے گی اس میں یہ بھی ہے کہ یہاں جا کر حضورؐ نے غسل کیا حضرت سعد نے زعفران یا ورس سے رنگی ہوئی ایک چادر پیش کی جسے آپ نے جسم مبارک سے لپیٹ لی پھر ہاتھ اٹھا کر حضرت سعد رضؓ کیلئے دعا کی کہ اے اللہ سعد بن عبادہ کی آل پر اپنے درود و رحمت نازل فرما پھر حضورؐ نے وہیں کھانا تناول فرمایا جب واپس جانیکا ارادہ کیا تو حضرت سعد رضؓ اپنے گدھے پر پالان کس لائے حضورؐ کی سواری کیلئے اسے پیش کیا اور انکے لڑکے قیس سے کہا تم حضورؐ کے ساتھ ساتھ جاؤ یہ ساتھ چلے مگر حضورؐ نے ان سے فرمایا قیس آؤ تم بھی سوار ہو جاؤ انہوں نے کہا حضورؐ مجھ سے تو یہ نہ ہو سکیگا، آپنے فرمایا دو باتوں میں سے ایک تمہیں ضرور کرنی ہوگی یا تو میرے ساتھ اس جانور پر سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ حضرت قیس رضؓ نے واپس جانا منظور کر لیا یہ یاد رہے کہ اجازت مانگنے والا گھر کے بالمقابل کھڑا نہ رہے بلکہ دائیں بائیں قدرے کھسک کر کھڑا رہے، کیونکہ ابو داؤد میں ہے کہ حضورؐ جب کسی کے ہاں جاتے تو اس کے دروازے کے بالکل سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ ادھر یا ادھر قدرے دور ہو کر زور سے سلام کہتے اسوقت تک دروازوں پر پردے بھی لٹکے نہیں رہا کرتے تھے۔ حضورؐ کے مکان کے دروازے کے سامنے ہی کھڑے ہو کر ایک شخص نے اجازت مانگی تو آپ نے اسے تعلیم دی کہ نظر نہ پڑے اسی لئے تو اجازت مقرر کی گئی ہے پھر دروازے کے سامنے کھڑے

ہو کر اد... ہے کیا معنی؟ یا تو ذرا سا ادھر ہو جاؤ یا ادھر۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی تیرے گھر میں تیری بے اجازت جھانکنے لگے اور تو اسے کنکر مارے جس سے اسکی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھے کوئی گناہ نہ ہوگا، حضرت جابر رض ایک مرتبہ اپنے والد مرحوم کے قرضے کی ادائیگی کی فکر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، دروازہ کھٹکھٹانے لگے تو آپ نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ حضرت جابر رض نے کہا میں، آپ نے فرمایا میں میں گویا آپ نے اس کہنے کو ناپسند فرمایا کیونکہ میں کہنے سے یہ تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون ہے جب تک کہ نام یا مشہور کنیت نہ بتائی جائے میں، تو ہر شخص اپنے لئے کہہ سکتا ہے، پس اجازت طلبی کا اصلی مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ اِسْتِئْنَاسٌ اور اِسْتِئْذَانٌ ایک ہی بات ہے ابن عباس فرماتے تھے تَسْتَأْنِسُوْا کاتبوں کی غلطی ہے تَسْتَأْذِنُوْا لکھنا چاہئے۔ ابن عباس رض کی یہی قرآت تھی اور ابی بن کعب کی بھی لیکن یہ بہت غریب ہے ابن مسعود کے اپنے مصحف میں حَتّٰی تُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا وَتَسْتَأْذِنُوْا ہے صفوان بن امیہ جب مسلمان ہو گئے ایک مرتبہ کلاہ بن حنبل کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا آپ اس وقت وادی کے اونچے حصے میں تھے، یہ سلام کئے بغیر اور اجازت لئے بغیر ہی آپکے پاس پہنچ گئے، آپنے فرمایا لوٹ جاؤ اور کہو السلام علیکم کیا میں آ جاؤں اور حدیث میں ہے قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص آپکے گھر آیا اور کہنے لگا میں اندر آ جاؤں؟ آپنے اپنے غلام سے فرمایا جاؤ اور اسے اجازت مانگنے کا طریقہ سکھاؤ کہ پہلے تو سلام کرے پھر دریافت کرے، اس شخص نے یہ سن لیا اور اسی طرح سلام کر کے اجازت چاہی آپنے اجازت دیدی اور وہ اندر گئے۔ اور حدیث میں ہے آپنے اپنی خادمہ سے فرمایا تھا (ترمذی) اور حدیث میں ہے کلام سے پہلے سلام ہونا چاہئے، یہ حدیث ضعیف ہے ترمذی میں موجود ہے حضرت ابن عمر رض حاجت سے فارغ ہو کر آ رہے تھے لیکن دھوپ کی تاب نہ لا سکے تو ایک قریش کی جھونپڑی کے پاس پہنچکر فرمایا السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں؟ اس نے

کہا سلامتی سے آ جاؤ آپ نے پھر یہی کہا اس نے پھر یہی جواب دیا، آپ کے پاؤں جل رہے تھے کبھی اس قدم پر سہارا لیتے کبھی اس قدم پر فرمایا یوں کہو کہ آ جاؤ اس نے کہا کہ آ جاؤ اب آپ اندر تشریف لے گئے، حضرت عائشہ رض کے پاس چار عورتیں گئیں اجازت چاہی کیا ہم آ جائیں؟ آپنے فرمایا نہیں تم میں جو اجازت کا طریقہ جانتی ہو اسے کہو کہ وہ اجازت لے تو ایک عورت نے پہلے سلام کیا پھر اجازت مانگی حضرت عائشہ رض نے اجازت دیدی پھر یہی آیت پڑھ سنائی۔ ابن مسعود رض فرماتے ہیں اپنی ماں اور بہنوں کے پاس بھی جانا ہو تو ضرور اجازت لے لیا کرو انصار کی ایک عورت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں بعض دفعہ گھر میں اس حالت میں ہوتی ہوں کہ اگر میرے باپ بھی آ جائیں، یا میرا اپنا لڑکا بھی اسوقت آ جائے تو مجھے برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ حالت ایسی نہیں ہوتی کہ اسوقت کسی کی بھی نگاہ مجھ پر پڑے تو میں ناخوش ہوں اور گھر والوں میں کوئی آ ہی جاتا ہے اسوقت یہ آیت اتری ابن عباس رض فرماتی ہیں تین آیتیں ہیں، لوگوں نے ان پر عمل چھوڑ رکھا ہے ایک تو یہ کہ اللہ فرماتا ہے تم میں سب سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو سب سے زیادہ خوف خدا رکھتا ہے اور لوگوں خیال یہ ہے کہ سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ امیر ہو اور ادب کی آیتیں بھی لوگ چھوڑ دیتے ہیں، حضرت عطار رح نے پوچھا میرے گھر میں میری یتیم بہنیں ہیں جو ایک ہی گھر میں رہتی ہیں اور میں ہی انھیں پالتا ہوں، کیا ان کے پاس جانے کیلئے بھی مجھے اجازت کی ضرورت ہے؟ آپنے فرمایا ہاں، ضرور اجازت طلب کیا کرو میں نے دوبارہ یہی سوال کیا کہ شاید کوئی رخصت کا پہلو نکل آئے لیکن آپ نے فرمایا کیا تم انھیں ننگا دیکھنا پسند کرو گے؟ میں نے کہا نہیں، فرمایا پھر ضرور اجازت مانگا کرو، میں نے پھر یہی سوال دہرایا تو آپ نے فرمایا کیا تو اللہ کا حکم مانے گا یا نہیں؟ میں نے کہا ہاں مانوں گا، آپ نے فرمایا پھر بے اطلاع ہرگز ان کے پاس بھی نہ جاؤ، حضرت طاؤس رح فرماتے ہیں محرمات ابدیہ پر ان کی عریانی کی حالت میں نظر پڑ جائے اس سے

زیادہ برائی میرے نزدیک اور کوئی نہیں، ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ اپنی ماں کے پاس بھی گھر میں بغیر اطلاع کے نہ جاؤ، عطاءؒ سے پوچھا گیا کہ بیوی کے پاس بھی بغیر اجازت کے نہ جائے؟ فرمایا یہاں اجازت کی ضرورت نہیں یہ قول بھی محمول ہے اس پر کہ اس سے اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں لیکن تاہم اطلاع ضرور ہونی چاہیے ممکن ہے وہ اس وقت ایسی حالت میں ہو کہ وہ نہیں چاہتی کہ خاوند بھی اس حالت پر اسے دیکھے، حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ میرے خاوند حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب میرے پاس گھر میں آتے تو کھنکھار کر آتے کبھی بلند آواز سے دروازے کے باہر کسی سے باتیں کرنے لگتے تاکہ گھر والوں کو انکے آنے کی اطلاع ہو جائے چنانچہ حضرت مجاہدؒ نے تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی بھی یہی کئے ہیں کہ کھنکھار دینا تھوک دینا وغیرہ، امام احمدؒ فرماتے ہیں مستحب ہے کہ جب انسان اپنے گھر میں جانا چاہے باہر ہی کھنکھار دے یا جوتیوں کی آہٹ سنادے، ایک حدیث میں ہے کہ سفر سے رات کے وقت بے اطلاع گھر آجانے سے حضور صلعم نے منع فرمایا ہے کیونکہ اس سے گویا گھر والوں کی خیانت کا پوشیدہ طور پر ٹٹولنا ہے آپ ایک مرتبہ ایک سفر سے صبح کے وقت آئے تو حکم دیا کہ بستی کے پاس لوگ اتریں تاکہ مدینہ میں خبر مشہور ہو جائے شام کو اپنے گھروں میں جانا اسلئے کہ اس اثناء میں عورتیں اپنی صفائی ستھرائی کرلیں، اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ سے پوچھا گیا سلام تو ہم جانتے ہیں لیکن استیناس کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر بلند آواز سے کہہ دینا یا کھنکھار دینا جس سے گھر والے معلوم کرلیں کہ فلاں آرہا ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ تین بار کی اجازت اس لئے مقرر کی ہے کہ پہلی دفعہ میں تو گھر والے معلوم کرلیں کہ فلاں ہے۔ دوسری دفعہ میں وہ سنبھل جائیں اور ہوشیار ہو جائیں تیسری مرتبہ میں اگر وہ چاہیں اجازت دیں چاہیں منع کردیں۔ جب اجازت نہ ملے پھر دروازے پر ٹھہرا رہنا برا ہے لوگوں کو اپنے کام اور اشغال ایسے ضروری ہوتے ہیں کہ وہ اس وقت اجازت نہیں دے سکتے۔ مقاتل بن حیان فرماتے ہیں جاہلیت کے زمانے میں سلام کا دستور نہیں تھا ایک، دوسرے سے ملتے تھے لیکن سلام نہ کرتے تھے کسی کے، گھر جاتے تھے تو اجازت نہیں لیتے تھے، یونہی جا دھمکتے پھر کہہ دیا کرتے کہ میں آگیا ہوں تو بسا اوقات یہ گھر والے پر گراں گذرتا، ایسا بھی ہوا کہ وہ اپنے گھر میں ایسے حال میں ہوتا کہ اسے اس وقت بہت برا لگتا اللہ تعالیٰ نے یہ تمام برے دستور اچھے آداب سکھا کر بدل دیے، اسی لئے فرمایا کہ یہی طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے اس میں مکان والے کو آنے والے کو دونوں کو راحت ہے، یہ چیزیں تمہاری نصیحت اور خیر خواہی کی ہیں: اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو بے اجازت اندر نہ جاؤ۔ کیونکہ یہ دوسری کی ملک میں تصرف کرنا ہے جو ناجائز ہے، مالک مکان کو حق ہے اگر وہ چاہے اجازت دے چاہے روک دے، اگر تمہیں کہا جائے لوٹ جاؤ تو تمہیں واپس چلا جانا چاہیئے اس میں برا ماننے کی بات نہیں بلکہ یہ تو بڑا ہی پیارا طریقہ ہے، بعض مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین افسوس کیا کرتے تھے کہ ہمیں اپنی پوری عمر میں اس آیت پر عمل کرنیکا موقعہ نہیں ملا کہ کوئی ہم سے کہتا لوٹ جاؤ اور ہم اس آیت کے ماتحت وہاں سے واپس ہو جاتے اجازت نہ ملنے پر دروازے پر ٹھہرے رہنا بھی منع فرمایا اللہ تمہارے عملوں سے باخبر ہے، یہ آیت اگلی آیت سے مخصوص ہے اس میں ان گھروں میں بلا اجازت جانیکی رخصت ہے جہاں کوئی نہ ہو اور وہاں اس کا کوئی سامان وغیرہ ہو جیسے کہ مہمان خانہ وغیرہ یہاں جب پہلی مرتبہ اجازت مل گئی پھر ہر بار کی اجازت ضروری نہیں تو گویا یہ آیت پہلی آیت سے استثنا ہے اسی طرح کے ایسے ہی تاجروں کی گودام مسافر خانے وغیرہ ہیں اور اول بات زیادہ ظاہر ہے واللہ اعلم، زید کہتے ہیں مراد اس سے بیت الشعر ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی

وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ

شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے

إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ (٣٠)

لوگ جو کچھ کریں اللہ سب سے خبردار ہے

حکم ہوتا ہے کہ جن چیزوں کا دیکھنا میں نے حرام کر دیا ہے ان پر نگاہیں نہ ڈالو، حرام چیزوں سے آنکھیں نیچی کرلو۔ اگر بالفرض اچانک نظر پڑ جائے تو بھی دوبارہ نظر بھر کر نہ دیکھو۔ صحیح مسلم میں ہے، حضرت جریر بن عبداللہ بجلی ؓ نے حضور ؐ سے اچانک نگاہ پڑ جانے کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا اپنی نگاہ فوراً ہٹا لو، نیچی نگاہ کرنا یا ادھر اُدھر دیکھنے لگ جانا خدا کی حرام کردہ چیزوں کو نہ دیکھنا آیت کا مقصود ہے، حضرت علیؓ سے آپ نے فرمایا علی نظر پر نظر نہ جماؤ، اچانک جو پڑ گئی وہ تو معاف ہے قصداً معاف نہیں، حضور ؐ نے ایک مرتبہ فرمایا راستوں پر بیٹھنے سے بچو، لوگوں نے کہا حضور کام کاج کیلئے وہ تو ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا تو راستوں کا حق ادا کرتے رہو، انہوں نے کہا وہ کیا؟ فرمایا نیچی نگاہ رکھنا، کسی کو ایذا نہ دینا سلام کا جواب دینا اچھی باتوں کی تعلیم کرنا، بری باتوں سے روکنا آپ فرماتے ہیں چھ چیزوں کے تم ضامن ہو جاؤ میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوتا ہوں، بات کرتے ہوئے جھوٹ نہ بولو، امانت میں خیانت نہ کرو، وعدہ خلافی نہ کرو، نظر نیچی رکھو، ہاتھوں کو ظلم سے بچائے رکھو، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، صحیح بخاری میں ہے جو شخص زبان اور شرمگاہ کو خدا کے فرمان کے ماتحت رکھے میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں، عبیدہ کا قول ہے کہ جس چیز کا نتیجہ نافرمانی خدا ہو وہ کبیرہ گناہ ہے چونکہ نگاہ پڑنے کے بعد دل میں فساد کھڑا ہوتا ہے اس لئے شرمگاہ کو بچانے کے لئے نظریں نیچی رکھنے کا فرمان ہوا۔ نظر بھی ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے پس زنا سے بچنا بھی ضروری ہے اور نگاہ نیچی رکھنا ضروری ہے، حضور ؐ فرماتے ہیں اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے، محرمات کو نہ دیکھنے سے دل پاک ہوتا ہے اور دین صاف ہوتا ہے جو لوگ اپنی نگاہ حرام چیزوں پر نہیں ڈالتے اللہ ان کی آنکھوں میں نور بھر دیتا ہے، اور ان کے دل بھی نورانی کر دیتا ہے، آپ فرماتے ہیں جس کی نظر کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑ جائے پھر وہ اپنی نگاہ ہٹا لے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک ایسی عبادت اسے عطا فرماتا ہے جس کی لذت وہ اپنے دل میں پاتا ہے، اس حدیث کی سندیں تو ضعیف ہیں مگر ہے یہ رغبت دلانے کے بارے میں، اور ایسی حدیثوں میں سند کی اتنی زیادہ دیکھ بھال نہیں ہوتی۔ طبرانی میں ہے کہ یا تو تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو گے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو گے اور اپنے منہ سیدھے رکھو گے یا اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں بدل دے گا (اعاذنا اللہ من کل عذابہ) فرماتے ہیں نظر ابلیسی تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص خوف خدا سے اپنی نگاہ روک رکھے اللہ اس کے دل میں ایسا نور ایمان پیدا کر دیتا ہے کہ اسے مزہ آنے لگتا ہے لوگوں کا کوئی عمل اللہ پر پوشیدہ نہیں وہ آنکھوں کی خیانت کو دل کے بھیدوں کو جانتا ہے، حضور ؐ فرماتے ہیں ابن آدم کے ذمے اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جسے وہ لامحالہ پالیگا آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے زبان کا زنا بولنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، ہاتھوں کا زنا تھامنا ہے، پیروں کا زنا چلنا ہے۔ دل، خواہش تمنا آرزو کرتا ہے، پھر شرمگاہ یا تو سب کو سچا کر دیتی ہے یا سب کو جھوٹا بنا دیتی ہے (رواہ البخاری تعلیقاً) اکثر سلف لڑکوں کی گھورا گھوری سے بھی منع کرتے تھے، ائمہ صوفیہ میں کے بہتوں نے اس بارے میں بہت کچھ سختی کی ہے، اہل علم کی جماعت نے اسے مطلق حرام کہا ہے اور بعضوں نے اسے کبیرہ گناہ فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر آنکھ قیامت کے دن روئیگی مگر وہ آنکھ جو خدا کی حرام کردہ چیزوں کے دیکھنے سے بند رہے اور وہ آنکھ جو خدا کی راہ میں جاگتی رہے اور وہ آنکھ جو خوف خدا سے رو دے گو اس میں سے آنسو صرف مکھی کے سر کے برابر ہی نکلا ہو؛

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ

مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی

أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ

رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا

اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ

اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بکل مارے رہیں

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ

اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے

أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ

یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا

أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ

اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے

إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي

بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے

أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ

بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا اپنے

أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ

غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے

مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ

نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی

يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ وَلَا

باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح

يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ

زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ اُن کی پوشیدہ زینت

مِنْ زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ

معلوم ہو جائے اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی

جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ

جناب میں توبہ کرو تاکہ تم

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾

نجات پاؤ۔

یہاں اللہ تعالیٰ مومنہ عورتوں کو حکم دیتا ہے تاکہ اُن کے باغیرت مردوں کو تسکین ہو اور جاہلیت کی بری رسمیں نکل جائیں، مروی ہے کہ اسماء بنت مرشد رضی اللہ عنہا کا مکان بنو حارثہ کے محلہ میں تھا ان کے پاس عورتیں آتی تھیں اور دستور کے مطابق اپنے پیروں کے زیور اور سینے اور بال کھولے ہوئے آیا کرتی تھیں، حضرت اسماء رضی نے کہا کہ یہ کیسی بری بات ہے؟ اس پر یہ آیتیں اتریں پس حکم ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں کو بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں سوا اپنے خاوند کے کسی کو بہ نظر شہوت نہ دیکھنا چاہئے۔ اجنبی مردوں کی طرف تو دیکھنا ہی حرام ہے خواہ شہوت سے ہو خواہ بغیر شہوت کے ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما بیٹھی تھیں جو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے حضور نے فرمایا کہ پردہ کر لو انہوں نے کہا یا رسول اللہ وہ تو نابینا ہیں۔ نہ ہمیں دیکھیں گے نہ پہچانیں گے، آپ نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو کہ اسے نہ دیکھو؟ ہاں بعض علماء نے بے شہوت نظر کو حرام نہیں کہا ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ عید والے دن حبشی لوگوں نے مسجد میں ہتھیاروں کے کرتب شروع کئے اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا آپ دیکھ رہی تھیں یہاں تک کہ جی بھر گیا اور تھک کر چلی گئیں، عورتوں کو بھی اپنی عصمت کا بچاؤ چاہیئے، بدکاری سے دور رہیں اپنا آپا کسی کو نہ دکھائیں۔ اجنبی غیر مردوں کے سامنے اپنی زینت کی کسی چیز کو ظاہر نہ کریں۔ ہاں جس کا چھپانا ممکن ہی نہ ہو، اس کی اور بات ہے جیسے چادر اور اوپر کا کپڑا وغیرہ جن کا پوشیدہ رکھنا عورتوں کے لئے ناممکنات میں سے ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد چہرہ پہنچوں تک کے ہاتھ اور انگوٹھی ہے، لیکن ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ یہی زینت کے وہ محل ہیں جن کے ظاہر کرنے سے شریعت نے ممانعت کر دی۔ جب کہ حضرت عبد اللہ سے روایت ہے کہ وہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں یعنی بالیاں ہار پاؤں کا زیور وغیرہ۔ فرماتے ہیں زینت

دو طرح کی ہے ایک تو وہ جسے خاوند ہی دیکھے جیسے انگوٹھی اور کنگن اور دوسری زینت وہ جسے غیر بھی دیکھیں جیسے اوپر کا کپڑا زہری رضہ فرماتے ہیں کہ اسی آیت میں جن رشتہ داروں کا ذکر ہے ان کے سامنے تو کنگن دوپٹیاں بالیاں کھل جائیں تو حرج نہیں لیکن اور لوگوں کے سامنے صرف انگوٹھیاں ظاہر ہوجائیں تو پکڑ نہیں، اور روایت میں انگوٹھیوں کے ساتھ ہی پیر کے خلخال کا بھی ذکر ہے، ہوسکتا ہے کہ مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر ابن عباس رضہ وغیرہ رضہ اور پہنچوں سے کی ہو جیسے ابوداؤد میں ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں کپڑے باریک پہنے ہوئے تھیں تو آپ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا جب عورت بلوغت کو پہنچ جائے تو سوا اس کے اور اس کے چہرے کے اور پہنچوں کے اس کا کوئی عضو دکھانا ٹھیک نہیں، لیکن یہ مرسل ہے خالد بن دریک رح اسے حضرت عائشہ رضہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کا مائی صاحبہ سے ملاقات کرنا ثابت نہیں، واللہ اعلم، عورتوں کو چاہئے کہ اپنے دوپٹوں سے یا اور کپڑوں سے بکل مار لیں تاکہ سینہ اور گلے کا زیور چھپا ہوا رہے، جاہلیت میں اس کا بھی رواج نہ تھا، عورتیں اپنے سینوں پر کچھ نہیں ڈالتی تھیں، بسا اوقات گردن اور بال چوٹی بالیاں وغیرہ صاف نظر آتی تھیں، اور آیت میں ہے اے نبی اپنی بیویوں سے اپنی بیٹیوں سے اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی چادریں اپنے اوپر لٹکا لیا کریں تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں، خمر خمار کی جمع ہے۔ خمار کہتے ہیں ہر اس چیز کو جو ڈھانپ لے چونکہ دوپٹا سر کو ڈھانپ لیتی ہے اس لئے اسے بھی خمار کہتے ہیں پس عورتوں کو چاہیئے کہ یا تو اپنی اوڑھنی سے یا کسی اور کپڑے سے اپنا گلا اور سینہ بھی چھپا رکھیں۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر رحم فرمائے، جنھوں نے شروع شروع ہجرت کی تھی کہ جب یہ آیت اتری انھوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر دوپٹے بنائے بعض نے اپنے تہمد کے کنارے کاٹ کر ان سے سر ڈھک لیا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضہ کے پاس عورتوں نے قریش عورتوں کی فضیلت بیان

کرنا شروع کی تو آپ نے فرمایا ان کی فضیلت کی قائل میں بھی ہوں لیکن واللہ میں نے انصار کی عورتوں سے افضل عورتیں نہیں دیکھیں، ان کے دلوں میں جو کتاب اللہ کی تصدیق اور اس پر کامل ایمان ہے۔ وہ بیشک قابل قدر ہے۔ سورۃ نور کی آیت وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ جب نازل ہوئی اور ان کے مردوں نے گھر میں جا کر یہ آیت انھیں سنائی اسی وقت ان عورتوں نے اس پر عمل کر لیا اور صبح کی نماز میں وہ آئیں تو سب کے سروں پر دوپٹے موجود تھے گویا کوّا رکھے ہوئے ہیں، اس کے بعد ان مردوں کا بیان فرمایا جن کے سامنے عورت ہوسکتی ہے اور بغیر بناؤ چناؤ کے ان کے سامنے شرم و حیا کے ساتھ آجا سکتی ہے گو ظاہری بعض زینت کی چیزوں پر بھی ان کی نظر پڑ جائے سوائے خاوند کے اس کے سامنے تو عورت اپنا پورا بناؤ چناؤ زیب زینت کرے گو چچا اور ماموں بھی ذی محرم ہیں لیکن ان کا نام یہاں اس لئے نہیں لیا گیا کہ ممکن ہے وہ اپنے بیٹوں کے سامنے ان کے محاسن بیان کریں اس لئے ان کے سامنے بغیر دوپٹے کے نہ آنا چاہئے۔ پھر فرمایا تمھاری عورتیں یعنی مسلمان عورتوں کے سامنے بھی اس زینت کے اظہار میں کوئی حرج نہیں۔ اہل ذمہ کی عورتوں کے سامنے اس لئے رخصت نہیں دی گئی کہ بہت ممکن ہے وہ اپنے مردوں میں ان کی خوبصورتی اور زینت کا ذکر کریں مومن عورتوں سے بھی گو یہ خوف ہے مگر شریعت نے چونکہ اسے حرام قرار دیا ہے۔ اسلئے مسلمان عورتیں تو ایسا نہ کریں گی لیکن ذمی کافروں کی عورتوں کو اس سے کون چیز روک سکتی ہے، بخاری مسلم میں ہے کہ کسی عورت کو جائز نہیں کہ دوسری عورت سے مل کر اس کے اوصاف اپنے خاوند کے سامنے اس طرح بیان کرے کہ گویا وہ دیکھ رہا ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مسلمان عورتیں حمام میں جاتی ہیں ان کے ساتھ مشرک عورتیں بھی ہوتی ہیں، سنو کسی مسلمان عورت کو حلال نہیں کہ وہ اپنا جسم کسی غیر مسلمہ عورت کو دکھائے۔ حضرت مجاہد رح

یعنی اَوْ نِسَآئِهِنَّ کی تفسیر میں فرماتے ہیں مراد اس سے مسلمان عورتیں ہیں تو ان کے سامنے وہ زینت ظاہر کر سکتی ہے جو اپنے ذی محرم رشتہ داروں کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے یعنی گلا بالیاں ہار، پس مسلمان عورت کو ننگے سر کسی مشرکہ عورت کے سامنے ہونا جائز نہیں، ایک روایت میں ہے کہ جب صحابہ رضی بیت المقدس پہنچے تو ان کی بیویوں کے لئے دایہ یہودیہ اور نصرانیہ عورتیں ہی تھیں، پس اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو محمول ہوگا ضرورت پر یا ان عورتوں کی ذلت پر، پھر اس میں غیر ضروری جسم کا کھلنا بھی نہیں، واللہ اعلم، ہاں مشرکہ عورتوں میں سے جو لونڈیاں باندیاں ہوں وہ اس حکم سے خارج ہیں۔ بعض کہتے ہیں غلاموں کا بھی یہی حکم ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان کے دینے کو ایک غلام لیکر آئے، حضرت فاطمہ اسے دیکھ کر اپنے تئیں اپنے دوپٹے میں چھپانے لگیں، لیکن چونکہ کپڑا چھوٹا تھا سر ڈھانپتی تھیں تو پیر کھل جاتے تھے، اور پیر ڈھانپتی تھیں تو سر کھل جاتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا بیٹی کیوں تکلیف کرتی ہو میں تمہارا باپ ہوں اور یہ تمہارا غلام ہے۔ ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اس غلام کا نام عبداللہ بن مسعدہ تھا۔ یہ فزاری تھے سخت سیاہ فام حضرت فاطمۃ الزہراء رضی نے انھیں پرورش کر کے آزاد کر دیا تھا صفین کی جنگ میں یہ حضرت معاویہ رضی کے ساتھ تھے اور حضرت علی رضی کے بہت مخالف تھے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا تم میں سے جس کسی کا مکاتب غلام ہو جس سے یہ شرط ہو گئی ہو کہ اتنا روپیہ دیدے تو تو آزاد۔ پھر اس کے پاس اتنی رقم بھی جمع ہو گئی ہو تو چاہیئے کہ اس سے پردہ کرے۔ پھر بیان فرمایا کہ نوکر چاکر کام کاج کرنے والے ان مردوں کے سامنے جو مردانگی نہیں رکھتے، عورتوں کی خواہش جنھیں نہیں اس مطلب کے ہی وہ نہیں ان کا حکم بھی ذی محرم مردوں کا ہے، یعنی ان کے سامنے بھی اپنی ایسی زینت کے اظہار میں مضائقہ نہیں یہ وہ لوگ ہیں جو سست

ہو گئے ہیں عورتوں کے کام کے ہی نہیں لیکن وہ مخنث اور ہیجڑے جو بدزبان اور برائی پھیلانے والے ہوتے ہیں ان کا یہ حکم نہیں جیسے کہ بخاری مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک ایسا ہی شخص حضور ص کے گھر آیا تھا چونکہ اسے اسی آیت کے ماتحت آپ کی ازواج مطہرات رضی نے سمجھا اسے منع نہ کیا تھا اتفاق سے اسیوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگئے۔ اسوقت وہ حضرت ام سلمہ رضی کے بھائی عبداللہ رضی سے کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جب طائف کو فتح کرائے گا۔ میں تجھے غیلان کی لڑکی دکھاؤں گا کہ آتے ہوئے اس کے پیٹ پر چار شکنیں پڑتی ہیں، اور واپس جاتے ہوئے آٹھ نظر آتی ہیں اسے سنتے ہی حضور ص نے فرمایا خبردار ایسے لوگوں کو ہرگز نہ آنے دیا کرو اس سے پردہ کرو۔ چنانچہ اسے مدینہ سے نکال دیا گیا۔ بیداء میں یہ رہنے لگا۔ وہاں سے جمعہ کے روز آجاتا اور لوگوں سے کھانے پینے کو کچھ لے جاتا۔ چھوٹے بچوں کے سامنے ہونے کی اجازت ہے جو اب تک عورتوں کے مخصوص اوصاف سے واقف نہ ہوں عورتوں پر انکی للچاتی ہوئی نظریں نہ پڑتی ہوں، ہاں جب وہ اس عمر کو پہنچ جائیں کہ ان میں تمیز آجائے۔ عورتوں کی خوبیاں ان کی نگاہوں میں جچنے لگیں۔ خوبصورت بدصورت کا فرق معلوم کر لیں۔ پھر ان سے بھی پردہ ہے گو وہ پورے جوان نہ بھی ہوئے ہوں صحیحین میں ہے حضور ص نے فرمایا لوگو عورتوں کے پاس جانے سے بچو، پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ص دیور جیٹھ؟ آپ نے فرمایا وہ تو موت ہے پھر فرمایا کہ عورتیں اپنے پیروں کو زمین پر زور زور سے مار کر نہ چلیں۔ جاہلیت میں اکثر ہوتا تھا کہ وہ زور سے پاؤں زمین پر رکھ کر چلتی تھیں۔ تاکہ پیر کا زیور بجے اسلام نے اسے منع فرما دیا پس عورت کو ہر ایک ایسی حرکت منع ہے جس سے اس کا کوئی چھپا ہوا سنگھار کھل سکے۔ پس اسے گھر سے عطر اور خوشبو لگا کر باہر نکلنا بھی ممنوع ہے، ترمذی میں ہے کہ ہر آنکھ زانیہ ہے عورت جب عطر لگا کر پھول پہن کر مہکتی ہوئی مردوں کی کسی مجلس کے پاس سے گذرے تو وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی زانیہ ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

ایک عورت خوشبو سے مہکتی ہوئی ملی، آپ نے اس سے پوچھا کیا تو مسجد سے آرہی ہے؟ اس نے کہا ہاں! فرمایا کیا تم نے خوشبو لگائی ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا میں نے اپنے حبیب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو عورت اس مسجد میں آنے کے لئے خوشبو لگائے اسکی نماز نامقبول ہے جب تک کہ وہ لوٹ کر جنابت کی طرح غسل نہ کرے، ترمذی میں ہے کہ اپنی زینت کو غیر جگہ ظاہر کرنیوالی عورت کی مثال قیامت کے اس اندھیرے جیسی ہے جس میں نور نہ ہو، ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں عورتوں کو راستے میں ملے جلے چلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا عورتو تم ادھر اُدھر ہو جاؤ تمہیں بیچ راہ میں نہ چلنا چاہیے، یہ سنکر عورتیں دیواروں سے لگی لگی چلنے لگیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے دیواروں سے رگڑتے تھے، پھر فرماتا ہے کہ تم سنو! میرا کہا کرو ان نیک صفتوں کو لے لو جاہلیت کی بد خصلتوں سے رک جاؤ پوری فلاح اور نجات اور کامیابی اسی کے لئے ہے جو خدا کا فرمانبردار ہو اس کے منع کردہ کاموں سے رک جاتا ہو، اللہ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

ع

وَاَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ

تم میں جو مرد عورت مجرد ہوں انکا نکاح کر دیا کرو اور اپنے نیک بخت

عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ

غلام لونڈیوں کا بھی اگر وہ مفلس بھی ہونگے تو اللہ تعالےٰ

یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ

انہیں اپنے فضل سے امیر بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور

عَلِیْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا

علم والا ہے اور ان لوگوں کو پاکدامن رہنا چاہیے جو اپنا نکاح کرنے

یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ

کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے

مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ

مالدار بنا دے، تمہارے غلاموں میں سے جو کوئی کچھ تمہیں

الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ

دیکر آزادی کی تحریر کرانی چاہے تو تم ایسی تحریر انہیں

اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ

کر دیا کرو اگر تم کو ان میں کوئی بھلائی نظر آتی ہو اور خدا نے جو مال تمہیں

مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا

دے رکھا ہے اس میں سے انھیں بھی دو تمہاری جو لونڈیاں

فَتَیٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا

پاکدامن رہنا چاہتی ہیں انہیں دنیا کی زندگی کے فائدے کی غرض

لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَمَنْ

سے بدکاری پر مجبور نہ کرو اور انہیں جو مجبور

یُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ

کر دے تو اللہ ان پر جبر کے بعد بخشش دینے والا اور

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ

مہربانی کرنے والا ہے۔ ہم نے تمہاری طرف کھلی اور

اِلَیْكُمْ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ

روشن آیتیں اتار دی ہیں اور ان لوگوں کی کہاوتیں

الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَ

جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور

مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۴﴾

پرہیزگاروں کے لئے نصیحت

اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام بیان فرما دیے ہیں اولاً نکاح کا علماء کی جماعت کا خیال ہے کہ جو شخص نکاح کی قدرت رکھتا ہے اس پر نکاح کرنا واجب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اے نوجوانو تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے، نکاح نظر کو نیچی رکھنے والا شرمگاہ کو بچانیوالا ہے اور جسے طاقت نہ ہو وہ لازمی طور پر روزے رکھے، یہی اس کے لئے خصی ہونا ہے (بخاری مسلم)، سنن میں ہے آپ فرماتے ہیں زیادہ اولاد جن سے ہونے کی امید ہو ان سے نکاح کرو۔ تاکہ نسل بڑھے۔ میں تمہارے ساتھ اور امتوں میں فخر کرنے والا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ یہاں تک کہ کچے گرے ہوئے بچے کی گنتی کے ساتھ بھی۔ اَیَامیٰ جمع ہے اَیِّمٌ کی، جوہری

کہتے ہیں اہل لغت کے نزدیک بے بیوی کا مرد اور بے خاوند کی عورت کو ایم کہتے ہیں، خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو۔ پھر مزید رغبت دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر وہ مسکین بھی ہونگے توخدا انھیں اپنے فضل وکرم سے مالدار بنادے گا خواہ وہ آزاد ہوں خواہ وہ غلام ہوں۔ صدیق اکبر رض کا قول ہے تم نکاح کے بارے میں خدا کا حکم مانو وہ تم سے اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ ابن مسعود رض فرماتے ہیں امیری کو نکاح میں طلب کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین قسم کے لوگوں کی مدد کا اللہ کے ذمہ حق ہے۔ نکاح کرنے والا جو حرام کاری سے بچنے کی نیت سے نکاح کرے۔ وہ لکھت لکھدینے والا غلام جس کا ارادہ ادائیگی کا ہو۔ وہ غازی جو خدا کی راہ میں نکلا ہو (ترمذی وغیرہ) اسی کی تائید میں وہ روایت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا نکاح ایک عورت سے کرا دیا جس کے پاس بجز تہبند کے اور کچھ نہ تھا یہاں تک کہ لوہے کی انگوٹھی بھی اس کے پاس سے نہیں نکلی تھی باوجود اس فقیری اور مفلسی کے آپ نے اس کا مہر یہ ٹھہرایا کہ جو قرآن اسے یاد ہے اپنی بیوی کو یاد کرادے۔ یہ اسی بنا پر ہے کہ نظریں خدا کے فضل وکرم پر تھیں کہ وہ مالک انھیں وسعت دے گا اور اتنی روزی پہنچائے گا کہ اسے اور اس کی بیوی کو کفایت ہو، ایک حدیث اکثر لوگ وارد کیا کرتے ہیں کہ فقیری میں بھی نکاح کیا کرو اللہ تمھیں غنی کردے گا۔ میری نگاہ سے تو یہ حدیث گذری نہیں نہ کسی قوی سند سے نہ ضعیف سند سے اور نہ ہمیں ایسی لا پتہ روایت کی اس مضمون میں کوئی ضرورت ہے۔ کیونکہ قرآن کی اس آیت اور ان حدیثوں میں یہ چیز موجود ہے فالحمد للہ۔ پھر حکم دیا کہ جنھیں نکاح کا مقدور نہیں وہ حرام کاری سے بچیں حضور فرماتے ہیں اے جوان عمر کے لوگو! تم میں سے جو نکاح کی وسعت رکھتے ہوں وہ نکاح کرلیں یہ نگاہ کو نیچی کرنے والا شرمگاہ کو بچانے والا ہے اور جسے اس کی طاقت نہ ہو وہ اپنے ذمے روزے کا رکھنا ضروری کرلے یہی اس کے لیے خصی ہونا ہے، یہ آیت مطلق ہے اور سورۂ نساء کی اس سے خاص ہے یعنی یہ فرمان وَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا پس لونڈیوں سے نکاح کرنے سے بہتر صبر کرنا ہے اس لئے کہ اس صورت میں اولاد پر غلامی کا حرف آتا ہے۔ عکرمہ فرماتے ہیں کہ جو مرد کسی عورت کو دیکھے اور اس کے دل میں خواہش پیدا ہو اسے چاہیے کہ اگر اس کی بیوی ہو تو اس کے پاس چلا جائے ورنہ خدا کی خدائی میں نظریں ڈالے اور صبر کرے یہاں تک کہ خدا اسے غنی کردے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے فرماتا ہے جو غلاموں کے مالک ہیں کہ اگر ان کے غلام ان سے اپنی آزادگی کی بابت کوئی تحریر کرنی چاہیں تو وہ انکار نہ کریں۔ غلام اپنی کمائی سے وہ مال جمع کرکے اپنے آقا کو دیدے گا اور آزاد ہو جائے گا، اکثر علماء فرماتے ہیں یہ حکم ضروری نہیں فرض و واجب نہیں بلکہ بطور استحباب کے اور خیر خواہی کے ہے۔ آقا کو اختیار ہے کہ غلام جب کوئی ہنر جانتا ہو اور وہ کہے کہ مجھ سے اتنا اتنا روپیہ لے لو اور مجھے آزاد کردو تو اسے اختیار ہے خواہ اس قسم کا معاہدہ کرے یا نہ کرے۔ علماء کی ایک اور جماعت آیت کے ظاہری الفاظ کو لے کر کہتی ہے کہ آقا پر واجب ہے کہ جب اس کا غلام اس سے اپنی آزادگی کی بابت تحریر چاہے وہ اس کی بات قبول کرلے۔ حضرت عمر رض کے زمانے میں حضرت انس رض کے غلام سیرین نے جو مالدار تھا ان سے درخواست کی کہ مجھ سے میری آزادی کی کتابت کرلو۔ حضرت انس رض نے انکار کیا، دربار فاروقی میں یہ مقدمہ گیا۔ آپ نے حضرت انس رض کو حکم دیا اور ان کے نہ ماننے پر کوڑے لگوائے اور یہی آیت تلاوت فرمائی یہاں تک کہ انھوں نے تحریر لکھوادی (بخاری) عطاء سے دونوں قول مروی ہیں۔ امام شافعی رح کا پہلا قول یہی تھا لیکن نیا قول یہ ہے کہ واجب نہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے مسلمان کا مال بغیر اس کی دلی خوشی کے حلال نہیں۔ امام مالک رح فرماتے ہیں یہ واجب نہیں۔ میں نے نہیں سنا کہ کسی امام نے کسی آقا کو مجبور کیا ہو کہ وہ اپنے غلام کی آزادگی کی تحریر کردے خدا کا

یہ حکم بطور اجازت کے ہے نہ بطور وجوب کے۔ یہی قول امام ابو حنیفہ رح وغیرہ کا ہے۔ امام ابن جریر رح کے نزدیک مختار قول وجوب کا ہے۔ خیر سے مراد امانت داری، سچائی مال اور مال حاصل کرنے پر قدرت وغیرہ ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں اگر تم اپنے ان غلاموں میں جو تم سے مکاتبت کرنا چاہیں۔ مال کے کمانے کی صلاحیت دیکھو تو ان کی اس خواہش کو پوری کردو ورنہ نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ لوگوں پر اپنا بوجھ ڈالیں گے یعنی ان سے سوال کریں گے اور رقم پوری کرنا چاہیں گے، اس کے بعد فرمایا ہے کہ انہیں اپنے مال میں سے کچھ دو، یعنی جو رقم ٹھہر چکی ہے اس میں سے کچھ معاف کردو چوتھائی یا تہائی یا آدھا یا کچھ حصہ۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ مال زکوٰۃ سے ان کی مدد کرو آقا بھی اور دوسرے مسلمان بھی اسے مال زکوٰۃ دیں تاکہ وہ مقررہ رقم پوری کرکے آزاد ہوجائے۔ پہلے حدیث گذر چکی ہے کہ جن تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ پر برحق ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے، حضرت عمرؓ کے غلام ابوامیہ نے مکاتبہ کیا تھا۔ جب وہ اپنی رقم کی پہلی قسط لے کر آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ اس رقم میں دوسروں سے بھی مدد طلب کرو۔ اس نے جواب دیا کہ امیرالمومنین آپ آخری قسط تک تو مجھے ہی محنت کرنے دیجئے فرمایا نہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں خدا کے اس فرمان کو ہم چھوڑ نہ بیٹھیں کہ انہیں اللہ کا وہ مال دو جو اس نے تمہیں دے رکھا ہے پس یہ پہلی قسطیں تھیں جو اسلام میں ادا کی گئیں۔ ابن عمرؓ کی عادت تھی کہ شروع شروع میں آپ نہ کچھ دیتے تھے نہ معاف فرماتے تھے کیونکہ خیال ہوتا تھا کہ ایسا نہ ہو آخر میں یہ رقم پوری نہ کرسکے تو میرا دیا ہوا مجھے ہی واپس آئے ہاں آخری قسطیں ہوتیں تو جو چاہتے اپنی طرف سے معاف کردیتے۔ ایک غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ چوتھائی چھوڑ دو لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ حضرت علی رضہ کا قول ہے، پھر فرماتا ہے کہ اپنی لونڈیوں سے زبردستی بدکاریاں نہ کراؤ۔ جاہلیت کے بدترین طریقوں میں ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنی لونڈیوں کو مجبور کرتے تھے کہ وہ زناکاری کرائیں اور وہ رقم اپنے مالکوں کو دیں۔ اسلام نے آکر اس بدرسم کو توڑا۔ منقول ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے بارے میں اتری ہے وہ ایسا ہی کرتا تھا تاکہ روپیہ بھی ملے اور لونڈی زادوں سے شانِ ریاست بھی بڑھے۔ اس کی لونڈی کا نام معاذہ تھا۔ اور روایت میں ہے اس کا نام مسیکہ تھا۔ اور تھی یہ اسلام والی، تو یہ بدکاری سے انکار کرتی تھی، جاہلیت میں تو یہ کام چلتا رہا یہاں تک کہ اسے ناجائز اولاد بھی ہوتی، لیکن اسلام لانے کے بعد اس نے انکار کردیا۔ اس پر اس منافق نے اسے زدوکوب کی۔ پس یہ آیت اتری۔ مروی ہے کہ بدکار کا ایک قریشی قیدی عبداللہ بن ابی کے پاس تھا وہ چاہتا تھا کہ اس کی لونڈی سے ملے لونڈی بوجہ اپنے اسلام لانے کے حرام کاری سے بچتی تھی، عبداللہ کی خواہش تھی کہ یہ اس لونڈی سے ملے اس لئے اُسے مجبور کرتا تھا اور مارتا پیٹتا تھا۔ پس یہ آیت اتری اور روایت میں ہے کہ یہ سردار منافقین اپنی اس لونڈی کو اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع کے لئے بھیجا کرتا تھا۔ اسلام کے بعد اس لونڈی سے جب یہ ارادہ کیا گیا تو اس نے انکار کردیا اور حضرت صدیق اکبرؓ سے اپنی یہ مصیبت بیان کی۔ حضرت الصدیق رضہ نے دربارِ محمدی میں یہ بات پہنچائی۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اس لونڈی کو اس کے ہاں نہ بھیجو۔ اس نے لوگوں میں غل مچانا شروع کیا کہ دیکھو محمدؐ ہماری لونڈیوں کو چھین لیتا ہے۔ اس پر یہ آسمانی حکم اترا۔ ایک روایت میں ہے کہ مسیکہ اور معاذہ دو لونڈیاں دو شخصوں کی تھیں جو اُن سے بدکاری کراتے تھے، اسلام کے بعد مسیکہ اور اس کی ماں نے آکر حضورؐ سے شکایت کی، اس پر یہ آیت اتری یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ لونڈیاں پاکدامنی کا ارادہ کریں اس سے یہ مطلب نہ لیا جائے کہ اگر ان کا ارادہ یہ نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ اس وقت واقعہ یہی تھا۔ اس لئے یوں فرمایا گیا۔ پس اکثریت اور غلبہ کے طور پر یہ فرمایا گیا ہے کوئی قید

در شرط نہیں ہے، اس سے غرض ان کی یہ تھی کہ مال حاصل ہو،
اولادیں ہوں جو لونڈیاں ہوں غلام بنیں ۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے پچھنے لگانے کی اجرت بدکاری کی اجرت کاہن کی اجرت
سے منع فرما دیا اور روایت میں ہے کہ زنا کی خرچی اور پچھنے لگانیوالے
کی کمائی اور کتے کی قیمت خبیث ہے، پھر فرماتا ہے جو شخص ان
لونڈیوں پر جبر کرے تو انھیں تو خدا بوجہ اُن کی مجبوری کے بخش دیگا
اور ان کے مالکوں کو جنھوں نے ان پر دباؤ زور زبردستی ڈالی تھی
انھیں پکڑ لے گا۔ اس صورت میں یہی گنہگار رہیں گے بلکہ حضرت
عبداللہ بن مسعود رضہ کی قرأت میں رَحِیْمٌ کے بعد لَّهُنَّ غَفُوْرٌ عَلیٰ
مَنْ اُکْرِھْنَ ہے یعنی اس حالت میں جبر اور زبردستی کرنے
والوں پر گناہ ہے۔ مرفوع حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
میری امت کی خطا سے بھول سے اور جن کاموں پر وہ مجبور
کر دیئے جائیں ان پر زبردستی کی جائے ان سے درگذر فرما لیا ہے
ان احکام کو تفصیل وار بیان کرنے کے بعد فرمان ہوتا ہے کہ ہم
نے اپنے پاک کلام قرآن کریم کی یہ روشن و واضح آیات تمہارے
سامنے بیان فرما دیں، اگلے لوگوں کے واقعات بھی تمہارے سامنے
آچکے کہ ان کی مخالفتِ حق کا انجام کیا اور کیسا ہوا؟ وہ ایک
افسانہ بنا دیئے گئے اور آنیوالوں کے لئے ایک عبرتناک واقعہ
بنا دیئے گئے کہ متقی ان سے عبرت حاصل کریں اور خدا کی نافرمانیوں
سے بچیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے قرآن میں تمہارے
اختلاف کے فیصلے موجود ہیں تم سے اگلوں کی خبریں موجود
ہیں، بعد میں ہونے والے امور کے احوال بیان ہیں، یہ
مفصل ہے بکواس نہیں، اسے جو بھی بے پرواہی سے چھوڑیگا
اسے خدا برباد کر دے گا۔ اور جو اس کے سوا دوسری
کتاب میں تلاش کریگا اسے خدا گمراہ کر دے گا۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مَثَلُ

اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس کے

نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ

نور کی مثال مثل ایک طاق کے ہے جس میں چراغ ہو

الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ

اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو اور شیشہ مثل

كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن

چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو وہ چراغ ایک

شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا

بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی

غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ

ہے نہ مغربی خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے گو

تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ ۗ

اُسے مطلقاً آگ لگی ہی نہ ہو نور پر نور ہے

يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۚ

اللہ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے

وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ

لوگوں کے سمجھانے کو یہ مثالیں اللہ بیان فرما رہا ہے

وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

اللہ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ ہادی ہے آسمان والوں کا اور زمین
والوں کا۔ وہی ان دونوں میں سورج چاند اور ستاروں کی تدبیر
کرتا ہے، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں نور خدا ہدایت ہے
ابن جریر اسی کو اختیار کرتے ہیں، حضرت اُبی بن کعبؓ فرماتے
ہیں اس کے نور کی مثال یعنی اس کا نور رکھنے والے مومن کی مثال
جس کے سینے میں ایمان و قرآن ہے اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے
بیان فرمائی ہے اولاً اپنے نور کا ذکر کیا پھر مومن کی نورانیت کا
کہ خدا پر ایمان رکھنے والے کے نور کی مثال۔ بلکہ حضرت اُبی اس
کو اس طرح پڑھتے تھے مَثَلُ نُوْرِ مَنْ اٰمَنَ بِہٖ ابن عباس رضہ کا
اس طرح پڑھنا بھی مروی ہے کَذٰلِكَ نُوْرُ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ بعض
کی قرأت میں اَللّٰهُ نَوَّرَ ہے یعنی اس نے آسمان و زمین کو نورانی
بنا دیا ہے۔ سدیؒ فرماتے ہیں اسی کے نور سے آسمان و زمین
روشن ہیں، سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ جس دن اہل طائف

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ایذا پہنچائی تھی آپ نے اپنی دعا میں فرمایا تھا اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت له الظلمات وصلح علیه امر الدنیا والاخرة ان تحل بی غضبک او ینزل بی سخطك لك العتبی حتی ترضی ولا حول ولا قوة الا باللہ۔ اس دعا میں ہے کہ میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ میں آرہا ہوں جو اندھیریوں کو روشن کر دیتا ہے اور جس پر دنیا اور آخرت کی صلاحیت موقوف ہے الخ۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حضور رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تب یہ فرماتے کہ خدایا تیرے ہی لئے سب تعریف سزاوار ہے تو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا نور ہے الخ۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں تمہارے رب کے ہاں رات اور دن نہیں اور اس کے چہرے کے نور سے اس کے عرش کا نور ہے۔ نورہ کی ضمیر کا مرجع بعض کے نزدیک لفظ اللہ ہی ہے۔ یعنی اللہ کی ہدایت جو مومن کے دل میں ہے، اس کی مثال یہ ہے، اور بعض کے نزدیک مومن ہے، جس پر سیاق کلام کی دلالت ہے، یعنی مومن کے دل کے نور کی مثال مثل طاق کے ہے جیسے فرمان ہے کہ ایک شخص ہے جو اپنے رب کی دلیل اور ساتھ ہی شاہد لئے ہوتے ہے الخ۔ پس مومن کے دل کی صفائی کو بلور کے فانوس سے مشابہت دی اور پھر قرآن اور شریعت سے جو مدد اسے ملتی رہتی ہے اس کی تشبیہ دی زیتون کے اس تیل سے جو خود صاف شفاف، چمکیلا اور روشن ہے، پس طاق اور طاق میں چراغ اور وہ بھی روشن چراغ۔ یہودیوں نے اعتراضاً کہا تھا کہ خدا کا نور آسمانوں کے پار کیسے ہوتا ہے؟ تو مثال دے کر سمجھایا گیا کہ جیسے فانوس کے شیشے سے روشنی، پس فرمایا کہ اللہ نور ہے آسمانوں کا اور نور ہے زمین کا۔ مشکوٰۃ کے معنی گھر کے طاق کے ہیں یہ مثال اللہ نے اپنی فرمانبرداری کی دی ہے اور اپنی اطاعت کو نور فرمایا ہے پھر اس کے اور بھی بہت سے نام ہیں۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں حبشہ کی لغت میں اسے طاق کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ایسا طاق جس میں کوئی اور سوراخ وغیرہ نہ ہو، فرماتے ہیں اسی میں قندیل رکھی جاتی ہے، پہلا قول زیادہ قوی ہے یعنی قندیل رکھنے کی جگہ، چنانچہ قرآن میں بھی ہے کہ اس میں چراغ ہے پس مصباح سے مراد نور ہے یعنی قرآن اور ایمان جو مسلمان کے دل میں ہوتا ہے سدی کہتے ہیں چراغ مراد ہے، پھر فرمایا یہ روشنی جس میں بہت ہی جوت ہے یہ صاف قندیل میں ہے یہ مثال ہے مومن کے دل کی، پھر وہ قندیل ایسی ہے جیسے موتی جیسا چمکیلا روشن ستارہ اس کی دوسری قرأت دری دریء بھی ہے، یہ ماخوذ ہے درء سے جس کے معنی دفع کے ہیں، جب کوئی ستارہ ٹوٹتا ہے اسوقت وہ بہت روشن ہوتا ہے اور جو ستارے غیر معروف ہیں انہیں بھی عرب دراری کہتے ہیں، مطلب چمکدار اور روشن ستارہ ہے جو خوب ظاہر ہو اور بڑا ہو، پھر اس چراغ میں تیل بھی مبارک درخت زیتون کا ہو زیتونۃ کا لفظ بدل ہے عطف بیان ہے، پھر وہ زیتون کا درخت بھی نہ مشرقی ہے کہ اول دن سے اس پر دھوپ آجائے، اور نہ مغربی ہے کہ غروب سورج سے پہلے اس پر سے سایہ ہٹ جائے بلکہ وسط جگہ میں ہے صبح سے شام تک سورج کی صاف روشنی میں رہے۔ پس اس کا تیل بھی بہت صاف چمکدار اور معتدل ہوتا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ درخت میدان میں ہے کوئی درخت یا پہاڑ یا غار یا کوئی اور چیز اسے چھپاتے ہوتے نہیں ہے، اس وجہ سے اس درخت کا تیل بہت صاف ہوتا ہے، عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ صبح سے شام تک کھلی ہوا اور صاف دھوپ اسے پہنچتی رہتی ہے کیونکہ وہ کھلے میدان میں درمیان کی جگہ ہے، اسی وجہ سے اس کا تیل بہت پاک صاف اور روشن چمکدار ہوتا ہے اور اسے نہ شرقی کہہ سکتے ہیں نہ غربی۔ ایسا درخت بہت سرسبز اور کھلا ہوتا ہے۔ پس جیسے یہ درخت آفتوں سے بچا ہوا ہوتا ہے اسی طرح مومن فتنوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر کسی فتنہ کی آزمائش میں پڑتا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدم رکھتا ہے پس اسے چار صفتیں قدرت دے

دیتی ہے بات میں سچ حکم میں عدل بلا پر صبر نعمت پر شکر پھر وہ تمام اور انسانوں میں ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی زندہ جو مُردوں میں ہو، حسن بصری رح فرماتے ہیں اگر یہ درخت دنیا میں زمین پر ہوتا تو ضرور تھا کہ مشرقی ہو یا مغربی لیکن یہ تو نورِ خدا کی مثال ہے ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ یہ مثال ہے نیک مرد کی جو نہ یہودی ہے نہ نصرانی۔ ان سب اقوال میں بہترین قول پہلا قول ہے کہ وہ درمیانہ زمین میں ہے کہ صبح سے شام تک بے روک ہوا پہنچتی ہے کیونکہ ہر طرف سے کوئی آڑ نہیں تو لامحالہ ایسے درخت کا تیل بہت زیادہ صاف ہوگا اور لطیف اور چمکدار ہوگا اسی لئے فرمایا کہ خود وہ تیل اتنا لطیف ہے کہ گویا بغیر جلائے روشنی دے نور پر نور ہے یعنی ایمان کا نور پھر اس پر نیک اعمال کا نور۔ خود زیتون کا تیل روشن پھر وہ جل رہا ہے اور روشنی دے رہا ہے۔ پس اسے پانچ نور حاصل ہو جاتے ہیں اس کا کلام نور ہے اس کا عمل نور ہے، اس کا آنا نور ہے اس کا جانا نور ہے اور اس کا آخری ٹھکانا نور ہے یعنی جنت، کعبؓ سے مروی ہے کہ یہ مثال ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ آپ کی نبوت اس قدر ظاہر ہے کہ گو آپ زبانی نہ بھی فرمائیں تاہم لوگوں پر ظاہر ہو جائے، جیسے یہ زیتون کے بغیر روشن کئے روشن ہے تو دو نور یہاں جمع ہیں ایک زیتون کا ایک آگ کا انکے مجموعے روشنی حاصل ہوئی اسی طرح نور قرآن نور ایمان جمع ہو جاتے ہیں اور مومن کا دل روشن ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ جسے پسند فرماتے اپنی ہدایت کی راہ لگا دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو ایک اندھیرے میں پیدا کیا پھر اس دن ان پر اپنا نور ڈالا جسے وہ نور پہنچا اس نے راہ پائی اور جو محروم رہا وہ گمراہ ہوا اسی لئے میں کہتا ہوں کہ قلم خدا کے علم کے مطابق چل کر خشک ہو گیا (مسند وغیرہ)، اللہ تعالیٰ نے مومن کے دل کی ہدایت کی مثال نور سے دیکر پھر فرمایا کہ اللہ یہ مثالیں لوگوں کے سمجھنے کے لئے بیان فرما رہا ہے اس کے علم میں بھی کوئی اس جیسا نہیں وہ ہدایت وضلالت کے ہر مستحق کو

بخوبی جانتا ہے، مسند کی ایک حدیث میں ہے دلوں کی چار قسمیں ہیں ایک تو صاف اور روشن۔ ایک غلاف دار اور بندھا ہوا ایک الٹا اور اوندھا ایک پھرا ہوا الٹا سیدھا پہلا دل تو مومن کا دل ہے جو نورانی ہوتا ہے اور دوسرا دل کافر دل کا دل ہے اور تیسرا دل منافق کا دل ہے کہ اس نے جانا پھر انجان ہو گیا، پہچان لیا پھر منکر ہو گیا چوتھا دل وہ ہے جس میں ایمان بھی ہے نفاق بھی ہے، ایمان کی مثال تو اس میں مثل ترکاری کے درخت کے ہے کہ اچھا پانی اسے بڑھا دیتا ہے اور نفاق کی مثال اس میں مثل پھوڑے کے ہے کہ خون پیپ اسے ابھار دیتا ہے اب جو غالب آگیا وہ اس دل پر چھا جاتا ہے ؎

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَ
ان گھروں میں جن کے ادب واحترام کا اور نام خدا کا وہاں
يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ ۙ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا
لئے جانے کا حکم خدا ہے وہاں صبح شام خدا کی تسبیح
بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿٣٦﴾ رِجَالٌ لَا
بیان کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں
تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ
تجارت اور خرید و فروخت ذکر خدا سے اور
اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ
نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں
الزَّكَاةِ ۙ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ
کرتا اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس دن بہت سے دل اور
فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴿٣٧﴾ لِيَجْزِيَهُمُ
بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی اس ارادے سے کہ اللہ انہیں
اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُمْ
انکے اعمال کا بہترین بدلہ دے بلکہ اپنے فضل سے اور بھی
مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ
زیادتی بھی عطا فرمائے اللہ جسے چاہے بے شمار

یَشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝۳۸

روزیاں دیتا ہے ۝

مومن کے دل کی اور اس میں جو ہدایت و علم ہے اس کی مثال اوپر والی آیت میں اس روشن چراغ سے دی تھی جو شیشہ کی ہانڈی میں ہو اور صاف زیتون کے روغن تیل سے جل رہا ہے اس لئے یہاں اسکی جگہ بیان فرمائی گئی یعنی ان مکانات یعنی مسجدوں میں جو سب سے زیادہ بہترین اور محبوب خدا جگہ ہیں جہاں اس کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کی توحید بیان ہوتی ہے جن کی نگہبانی کا اور جن کے پاک صاف رکھنے کا اور بے ہودہ اقوال و افعال سے جن کے بچانے کا حکم خدا ہے ابن عباس رضہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اَنْ تُرْفَعَ کے معنی اس میں بے ہودگی نہ کرنے کے ہیں قتادہؒ فرماتے ہیں مراد اس سے یہی مسجدیں ہیں جن کے بنانے کا اور آبادی کا اور ادب کا اور پاکیزگی کا حکم خدا ہے کعبؒ کہا کرتے تھے کہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے کہ زمین میں میرے گھر مسجدیں ہیں جو بھی باوضو میرے گھر پر میری ملاقات کے لئے آئیگا میں اس کی عزت کروں گا ہر اس شخص پر جس سے ملنے کے لئے کوئی اس کے گھر آئے حق ہے کہ وہ اس کی تکریم کرے (تفسیر ابن ابی حاتم) مسجدوں کے بنانے اور ان کا ادب احترام کرنے انہیں خوشبودار اور پاک صاف رکھنے کے بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جنھیں بحمد للہ میں نے ایک مستقل کتاب میں لکھی ہیں یہاں بھی ان میں سے تھوڑی بہت وارد کرتا ہوں، اللہ مدد کرے اسی پر ہمارا بھروسہ اور توکل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی نیت سے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسی جیسا گھر جنت میں بناتا ہے (بخاری مسلم) فرماتے ہیں کہ نام خدا کے ذکر کئے جانے کے لئے جو شخص مسجد بنائے اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے (ابن ماجہ) حضورؐ نے حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور پاک صاف اور خوشبودار رکھی جائیں (ترمذی وغیرہ) حضرت عمر رضہ کا فرمان ہے لوگوں کیلئے مسجدیں بناؤ جہاں انہیں جگہ ملے لیکن سرخ یا زرد رنگ سے بچو تاکہ لوگ فتنے میں نہ پڑیں (بخاری شریف) ایک ضعیف سند سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب تک کسی قوم نے اپنی مسجدوں کو ٹیپ ٹاپ والی نقش و نگار اور رنگ روغن والی نہ بنائیں ان کے اعمال برے نہیں ہوتے (ابن ماجہ) اس کی سند ضعیف ہے آپ فرماتے ہیں مجھے مسجدوں کو بلند و بالا اور پختہ بنانے کا حکم نہیں دیا گیا ابن عباس راوی حدیث فرماتے ہیں کہ تم یقیناً مسجدوں کو مزین منقش اور رنگ دار کرو گے جیسے کہ یہود و نصاریٰ نے کیا (ابوداؤد) فرماتے ہیں کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ مسجدوں کے بارے میں آپس میں ایک دوسرے پر فخر و غرور نہ کرنے لگیں (ابوداؤد وغیرہ) ایک شخص مسجد میں اپنے اونٹ کو ڈھونڈتا ہوا آیا اور کہنے لگا ہے کوئی سو مجھے میرے سرخ رنگ اونٹ کا پتہ دے؟ آپ نے بددعا کی کہ خدا کرے تجھے نہ ملے مسجدیں تو جس مطلب کے لئے بنائی گئیں ہیں اسی کام کے لئے ہیں (مسلم) حضورؐ نے مسجدوں میں بیوپار تجارت خرید و فروخت کرنے سے اور وہاں اشعار کے گائے جانے سے منع فرمادیا ہے (احمد وغیرہ) فرمان ہے کہ جسے مسجد میں خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو کہ اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے اور جب کسی کو گمشدہ جانور مسجد میں تلاش کرتا ہوا پاؤ تو کہو کہ اللہ کرے نہ ملے (ترمذی) ارشاد ہے بہت سی باتیں مسجد کے لائق نہیں مسجد کو راستہ نہ بنایا جائے مسجد میں ہتھیار نہ نکالے جائیں مسجد میں تیر کمان پر نہ لگایا جائے نہ تیر پھیلائے جائیں نہ کچا گوشت لایا جائے نہ یہاں حد ماری جائے نہ یہاں باتیں کی جائیں اور نہ قصے کہے جائیں نہ اسے بازار بنایا جائے (ابن ماجہ) فرمان ہے کہ ہماری مسجدوں سے اپنے بچوں کو اور دیوانوں کو اور خرید و فروخت کو اور لڑائی جھگڑے کو اور بلند آواز سے بولنے کو اور حدوں کے جاری کرنیکو اور تلواروں کے ننگی کرنے کو روکو لو اور دروازوں پر وضو وغیرہ کی جگہ بناؤ اور جمعہ کے دن انہیں خوشبو سے مہکادو (ابن ماجہ) اس کی سند ضعیف ہے بعض علماء نے بلا ضرورت سخت کے مسجدوں کو گذرگاہ بنانا مکروہ کہا ہے ایک اثر میں ہے کہ جو شخص بغیر

نماز پڑھے مسجد سے گذر جائے فرشتے اس پر تعجب کرتے ہیں، ہتھیاروں اور تیروں سے جو منع فرمایا یہ اسلئے کہ مسلمان وہاں بکثرت جمع ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کے لگ جائے اسی لئے حضورؐ کا حکم ہے کہ کوئی تیر یا نیزہ لے کر گذرے تو اسے چاہئے کہ اسکا پھل اپنے ہاتھ میں رکھے تاکہ کسی کو ایذا نہ پہنچے، کچا گوشت لانا اس لئے منع ہے کہ خوف ہے اس میں خون نہ ٹپکے جیسے کہ حائضہ عورت کو بھی اسی وجہ سے مسجد میں آنے کی ممانعت کردی گئی ہے مسجد میں حد لگانا اور قصاص لینا اس لئے منع کیا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ شخص مسجد کو نجس کردے، بازار بنانا اس لئے منع ہو کہ وہ خرید و فروخت کی جگہ ہے اور مسجد میں یہ دونوں باتیں منع ہیں کیونکہ مسجدیں ذکر اللہ اور نماز کی جگہ ہیں جیسے کہ حضورؐ نے اس اعرابی سے فرمایا تھا جس نے مسجد کے کسی گوشہ میں پیشاب کردیا تھا کہ مسجدیں اسلئے نہیں بنیں بلکہ وہ خدا کے ذکر اور نماز کی جگہ ہے پھر اس کے پیشاب پر ایک بڑا ڈول پانی کا بہانے کا حکم دیا، دوسری حدیث میں ہے اپنے بچوں کو اپنی مسجدوں سے روکو اس لئے کہ کھیل کود ہی ان کا کام ہے اور مسجد میں یہ مناسب نہیں۔ چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی بچے کو مسجد میں کھیلتا ہوا دیکھتے تو اسے کوڑے سے پیٹتے اور عشا کی نماز کے بعد مسجد میں کسی کو نہ رہنے دیتے دیوانوں کو بھی مسجدوں سے روکا گیا کیونکہ وہ بے عقل ہوتے ہیں اور لوگوں کے مذاق کا ذریعہ ہوتے ہیں اور مسجد اس تماشے کا لائق نہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ ان کی نجاست وغیرہ کا خوف ہے بیع وشرا سے روکا گیا کیونکہ وہ ذکر اللہ سے مانع ہے جھگڑے اور جھگڑوں کی چکوتیاں اس لئے منع کردی گئیں کہ اس میں آوازیں بلند ہوتی ہیں ایسے الفاظ بھی نکل جاتے ہیں جو آداب مسجد کے خلاف ہیں اکثر علماء کا قول ہے کہ فیصلے مسجد میں نہ کئے جائیں اسی لئے اس جملہ کے بعد بلند آوازی سے منع فرمایا، سائب بن یزید کندیؓ فرماتے ہیں میں مسجد میں کھڑا تھا کہ اچانک مجھ پر کسی نے کنکر پھینکا میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے مجھ سے فرمانے لگے جاؤ ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لاؤ جب میں انہیں آپ کے پاس انہیں لایا تو آپ نے فرمایا تم کون ہے؟ یا پوچھا کہ تم کہاں کے ہو انہوں نے کہا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں آپ نے فرمایا اگر تم یہاں کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا تم مسجد نبوی میں اونچی اونچی آوازوں سے بول رہے ہو؟ (بخاری) ایک شخص کی اونچی آواز سن کر جناب فاروق رضؓ نے فرمایا تھا جانتا بھی ہے کہ کہاں ہے؟ (نسائیؒ) اور مسجد کے دروازوں پر وضو کی اور پاکیزگی حاصل کرنے کی جگہ بنانے کا حکم دیا، مسجد نبوی کے قریب ہی کنوئیں تھے جن میں سے پانی کھینچ کر پیتے تھے اور وضو اور پاکیزگی حاصل کرتے تھے اور جمعہ کے دن اسے خوشبودار کرنے کا حکم ہوا کیونکہ اس دن لوگ بکثرت جمع ہوتے ہیں چنانچہ ابو یعلیٰ موصلی میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضؓ ہر جمعہ کے دن مسجد نبوی کو مہکا دیا کرتے تھے صحیحین میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جماعت کی نماز انسان کی اکیلی نماز پر جو گھر میں یا دکان پر پڑھی جائے پچیس درجے زیادہ ثواب رکھتی ہے یہ اس لئے کہ جب وہ اچھی طرح وضو کرکے صرف نماز کے ارادے سے چلتا ہے تو ہر ہر قدم کے اٹھانے پر اس کا ایک درجہ بڑھتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور جب نماز پڑھ چکتا ہے پھر جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ رہے فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں کہتے ہیں کہ خدایا اس پر اپنی رحمت نازل فرما اور اس پر رحم کر اور جب تک جماعت کے انتظار میں رہے نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے دارقطنی میں ہے مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی سنن میں ہے اندھیروں میں مسجد جانے والوں کو خوشخبری سنا دو کہ انہیں قیامت کے دن پورا پورا نور ملیگا یہ بھی مستحب ہے کہ مسجد میں جانیوالا پہلے اپنا داہنا قدم رکھے اور دعا پڑھے بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں آتے یہ کہتے أَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ فرمان ہے کہ جب کوئی شخص یہ پڑھتا ہے شیطان کہتا ہے میرے شر سے یہ تمام دن کے لئے محفوظ ہو گیا، مسلم میں حضورؐ کا فرمان مروی ہے کہ تم میں سے جب کوئی مسجد میں جانا چاہے یہ دعا پڑھے، اَللّٰهُمَّ

اَفْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ خدایا میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھولدے، اور جب مسجد سے باہر جاتے یہ کہتے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ پروردگار تو میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں جائے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے پھر اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ پڑھے اور جب مسجد سے نکلے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجکر اَللّٰھُمَّ اعْصِمْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○ پڑھے، ترمذی وغیرہ میں ہے کہ جب آپ مسجد میں جاتے تو درود پڑھکر اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ پڑھتے اور جب مسجد سے نکلتے تو درود کے بعد اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ پڑھتے، اس حدیث کی سند متصل نہیں الغرض یہ اور ان جیسی اور بہت سی حدیثیں اس آیت کے متعلق ہیں جو مسجد اور احکام مسجد کیساتھ تعلق رکھتی ہیں اور آیت میں ہے کہ تم ہر مسجد میں اپنا منہ سیدھا رکھو، اور خلوص کے ساتھ صرف خدا کو پکارو اور آیت میں ہے کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں اسکا نام ان میں لیا جائے یعنی کتاب اللہ کی تلاوت کی جائے صبح و شام وہاں اس خدا کی تسبیح بیان کی جائے اصال جمع ہے اصل کی شام کیوقت کو اصیل کہتے ہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں جہاں کہیں قرآن میں تسبیح کا لفظ ہے وہاں مراد نماز ہے پس یہاں مراد صبح کی اور عصر کی نماز ہے پہلے پہلے یہی دو نمازیں فرض ہوئی تھیں پس وہی یاد دلائی گئیں، ایک قرأت میں یُسَبَّحُ ہے اور اس قرأت پر آصال پر پورا وقف ہے اور رجالٌ سے پھر دوسری بات شروع ہے گویا کہ وہ مفسر ہے فاعل محذوف کے لئے تو گویا کہا گیا کہ وہاں تسبیح کون کون کرتے ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ ایسے لوگ اور یُسَبِّحُ کی قرأت پر رجالٌ فاعل ہے تو وقف فاعل کے بیان کے بعد چاہئے رجال کہتے ہیں اشارہ ہے انکے بہترین مقاصد اور ان کی پاک نیتوں اور اعلیٰ کاموں کی طرف کہ یہ خدا کے گھروں کے آباد رکھنے والے ہیں اسکی عبادت کی جگہیں انسے زینت پاتی ہیں توحید اور شکر گذاری کے کرنیوالے یہ ہیں، جیسے فرمان ہے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ الخ یعنی مومنوں میں ایسے بھی مرد ہیں جنھوں نے جو عہد خدا تعالیٰ سے کئے تھے انہیں پورے کر دکھلائے الخ ہاں عورتوں کیلئے تو مسجد کی نماز سے افضل گھر کی نماز ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عورت کی نماز اپنے گھر میں بہتر ہے اسکے حجرے کی نماز سے اور اس کے حجرے کی نماز سے اندر والے کمرے کی نماز افضل ہے، مسند میں ہے کہ عورتوں کی بہترین مسجد گھر کے اندر کا کونا ہے، مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا حضورؐ میں آپ کے ساتھ نماز ادا کرنا بہت پسند کرتی ہوں آپ نے فرمایا یہ مجھے بھی معلوم ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تیری اپنے گھر کی نماز انگنائی کی نماز سے اور حجرے کی نماز گھر کی نماز سے اور گھر کی کوٹھری کی نماز حجرے کی نماز سے افضل ہے اور محلے کی نماز سے افضل گھر کی نماز ہے اور محلے کی مسجد کی نماز میری مسجد کی نماز سے افضل ہے، یہ سن کر مائی صاحبہ نے اپنے گھر کے بالکل انتہائی حصے میں ایک جگہ کو بطور مسجد کے مقرر کر لیا اور آخری گھڑی تک وہیں نماز پڑھتی رہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہاں البتہ عورتوں کے لئے بھی مسجد میں مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ضرور ہے، بشرطیکہ مردوں پر اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں اور نہ خوشبو لگا کر نکلیں، صحیح حدیث میں فرمان رسولؐ ہے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو (بخاری مسلم وغیرہ) ابوداؤد میں ہے کہ عورتوں کے لئے ان کے گھر افضل ہیں، اور حدیث میں ہے کہ وہ خوشبو استعمال کر کے نہ نکلیں صحیح مسلم شریف میں ہے کہ آپ نے عورتوں سے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد آنا چاہے تو خوشبو کو ہاتھ بھی نہ لگائے صحیحین میں ہے کہ مسلمان عورتیں صبح کی نماز میں آتی تھیں پھر وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی چلی جاتی تھیں اور بوجہ رات کے قدرے اندھیرے کے وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ عورتوں نے یہ جو نئی نئی باتیں نکالی ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو پالیتے تو انھیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے جیسے کہ بنو اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں، (بخاری مسلم) ایسے لوگ جنھیں خرید و فروخت یاد خدا

سے نہیں روک سکتی جیسے ارشاد ہے ایمان والو مال و اولاد تمہیں ذکر خدا سے غافل نہ کر دے سورۂ جمعہ میں ہے کہ اذان سن کر ذکر اللہ کی طرف چل پڑو اور تجارت چھوڑ دو، مطلب یہ ہے کہ ان نیک لوگوں کو دنیا اور متاع دنیا آخرت اور ذکر اللہ سے غافل نہیں کر سکتی انہیں آخرت پر اور وہاں کی نعمتوں پر یقین کامل ہے اور انہیں باقی سمجھتے ہیں اور یہاں کی چیزوں کو فانی جانتے ہیں اس لئے انہیں چھوڑ کر اس طرف توجہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اس کی محبت کو اس کے احکام کو مقدم کرتے ہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ تجارت پیشہ حضرات کو اذان سن کر اپنے کام کاج چھوڑ کر مسجد کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا یہ لوگ انہیں میں سے ہیں، ابن عمرؓ سے بھی یہی مروی ہے ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیوپار تجارت کروں اگرچہ اسی میں مجھے ہر دن تین سو اشرفیاں ملتی ہوں لیکن میں نماز کے وقت ضرور سب چھوڑ کر چلا جاؤں گا میرا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تجارت کرنا حرام ہے بلکہ یہ ہے کہ ہم میں یہ وصف ہونا چاہئے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے سالم بن عبداللہ نماز کیلئے جا رہے تھے دیکھا کہ مدینہ شریف کے سوداگر اپنی اپنی دکانوں پر کپڑے ڈھک کر نماز کیلئے گئے ہوئے ہیں اور کوئی بھی دوکان پر موجود نہیں تو یہی آیت پڑھی اور فرمایا یہ انہی میں سے ہیں جن کی تعریف جناب باری نے فرمائی ہے، اس بات کا سلف میں یہاں تک خیال تھا کہ ترازو اٹھائے تول رہے ہیں اور اذان کان میں پڑی تو ترازو رکھ دی اور مسجد کی طرف چل دیئے فرض نماز با جماعت مسجد میں ادا کرینگا انہیں عشق تھا وہ وقتوں کی ارکان کی آداب کی حفاظت کے ساتھ نماز ادا کے پابند تھے، یہ اس لئے کہ دلوں میں خوف خدا تھا قیامت کا آنا برحق جانتے تھے اس دن کی خوفناکی سے واقف تھے کہ سخت ترگھبراہٹ اور کامل پریشانی اور بے حد الجھن کی وجہ سے آنکھیں پتھرا جائیں گی دل اڑ جائیں گے کلیجے دہل جائینگے جیسے فرمان ہے کہ میرے نیک بندے میری محبت کی بنا پر

مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور یتیموں اور قیدیوں کو بھی اور کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمہیں محض اللہ کی رضا جوئی کے لئے کھلا رہے ہیں ہمارا مقصد تم سے شکریہ طلب کرنے یا بدلہ لینے کا نہیں ہمیں تو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر ہے، جبکہ لوگ مارے رنج و غم کے سر بسورے ہوئے اور تیوریاں بدلے ہوتے ہونگے پس خدا انہیں اس دن کی مصیبتوں سے نجات دیگا اور انہیں تر و تازگی بشاشی ہنسی خوشی اور راحت و آرام سے ملا دیگا، اور ان کے صبر کے بدلے انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائیگا، یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان کی نیکیاں مقبول ہیں ان کی برائیاں معاف ہیں ان کے ایک ایک اعمال کا بہترین بدلہ مع زیادتی اور فضل خدا کے انہیں ضرور ملنا ہے جیسے فرمان ہے اللہ تعالیٰ بقدر ایک ذرے کے بھی ظلم نہیں کرتا اور آیت میں ہے نیکی دس گنی کر دی جاتی ہے اور آیت میں ہے جو اللہ کو اچھا قرض دیگا اسے اللہ تعالیٰ بڑھا چڑھا کر زیادہ سے زیادہ کر کے دے گا فرمان ہے یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وہ بڑھا دیتا ہے جس کے لئے چاہے یہاں فرمان ہے وہ جسے چاہے بے حساب دیتا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک تھیلہ دودھ لایا گیا آپ نے اپنی مجلس کے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو پلانا چاہا مگر سب روزے سے تھے اس لئے آپ ہی کے پاس پھر سے برتن آیا آپ نے یہی آیت یَخَافُوۡنَ سے پڑھی اور پی لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن جب کہ اول آخر سب جمع ہونگے اللہ تعالیٰ ایک منادی کو حکم دیگا جو بآواز بلند ندا کریگا جسے تمام اہل محشر سنیں گے کہ آج سب کو معلوم ہو جائیگا کہ خدا کے ہاں سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ پھر فرمائیگا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جنہیں بیوپار تجارت ذکر خدا سے روکتا نہ تھا پس وہ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ بہت ہی کم ہونگے سب سے پہلے انہیں حساب سے فارغ کر دیا جائیگا آپ فرماتے ہیں ان کی نیکیوں کا اجر یعنی جنت بھی انہیں ملے گی اور زائد فضل خدا یہ ہوگا کہ جن لوگوں نے ان کے ساتھ احسان کئے ہونگے اور ہونگے وہ مستحق شفاعت ان سب کی شفاعت

کا منصب انہیں حاصل ہو جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ

کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل

بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ

میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن

حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّ

جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا ہاں اللہ

وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ

کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے اللہ

وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (۳۹) اَوْ كَظُلُمٰتٍ

بہت جلد حساب کر دینے والا ہے، یا مثل ان اندھیروں کے ہے

فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ

جو نہایت گہرے سمندر کی تہ میں ہوں جسے اوپر تلے کی موجوں نے

مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ

ڈھانپ رکھا ہو پھر اوپر سے بادل چھائے ہوئے ہوں،

ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ

الغرض اندھیریاں ہیں جو اوپر تلے پے در پے ہیں۔

اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ

جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی قریب ہے کہ نہ دیکھ سکے

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا

بات یہ ہے کہ جسے خدا ہی نور نہ دے اس کے

فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (۴۰)

اس کوئی روشنی نہیں ہوتی۔

یہ دو مثالیں ہیں اور دو قسم کے کافروں کی ہیں جیسے سورۂ بقرہ کے شروع میں دو مثالیں دو قسم کے منافقوں کی بیان ہوئی ہیں ایک آگ کی ایک پانی کی اور جیسے کہ سورۂ رعد میں ہدایت و علم کی جو انسان کے دل میں جگہ پکڑ جائے ایسی ہی دو مثالیں آگ اور پانی کی بیان ہوئی ہیں دونوں سورتوں میں ان آیتوں کی تفسیر کامل گذر چکی ہے فالحمد للہ۔ یہاں پہلی مثال تو ان کافروں کی ہے، جو کفر کی طرف دوسروں کو بھی بلاتے ہیں اور اپنے تئیں ہدایت پر سمجھتے ہیں حالانکہ وہ محض بے راہ ہیں ان کی تو ایسی مثال ہے جیسے کسی پیاسے کو جنگل میں دور سے ریت کا چمکتا ہوا تودہ دکھائی دیتا ہے اور وہ اسے پانی کا موج زن دریا سمجھ بیٹھتا ہے قِیْعَۃٌ جمع ہے قاع کی جیسے کہ جار کی جمع ہے جیرۃ اور قاع واحد بھی ہوتا ہے اور جمع قیعان ہوتی ہے جیسے جار کی جمع جیران ہے معنی اس کے چٹیل وسیع پھیلے ہوئے میدان کے ہیں ایسے ہی میدانوں میں سراب نظر آیا کرتے ہیں، دوپہر کے وقت بالکل یہی معلوم ہوتا ہے کہ پانی کا وسیع دریا لہریں لے رہا ہے۔ جنگل میں جو پیاسا ہو پانی کی تلاش میں اسکی باچھیں کھل جاتی ہیں اور اسے پانی سمجھ کر جان توڑ کوشش کر کے وہاں تک پہنچتا ہے لیکن حیرت و حسرت سے اپنا منہ پیٹ لیتا ہے جب دیکھتا ہے کہ وہاں پانی کا قطرہ چھوڑ نام و نشان بھی نہیں اسی طرح یہ کفار ہیں کہ اپنے دل میں سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ اعمال کئے ہیں بہت سی بھلائیاں جمع کر لی ہیں لیکن قیامت والے دن دیکھیں گے کہ ایک نیکی بھی ان کے پاس نہیں یا تو ان کی بدنیتی سے وہ غارت ہو چکی ہے یا مطابق شرع نہ ہونے سے وہ برباد ہو گئی ہے غرض ان کے یہاں پہنچنے سے پہلے ان کے کام جہنم رسید ہو چکے ہیں یہاں یہ بالکل خالی ہاتھ رہ گئے ہیں، حساب کتاب کے موقعہ پر خدا خود موجود ہے اور وہ ایک ایک عمل کا حساب لے رہا ہے اور کوئی عمل انکا قابل ثواب نہیں نکلا، چنانچہ صحیحین میں ہے کہ یہودیوں سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے رہے وہ جواب دیں گے کہ خدا کے بیٹے عزیز کی کہا جائیگا کہ جھوٹے ہو خدا کا کوئی بیٹا نہیں، اچھا بتلاؤ اب کیا چاہتے ہو وہ کہیں گے خدایا ہم بہت پیاسے ہو رہے ہیں ہمیں پانی پلوایا جائے تو ان سے کہا جائیگا کہ دیکھو وہ کیا نظر آ رہا ہے؟ تم وہاں کیوں نہیں جاتے؟ اب انہیں دور سے جہنم ایسی نظر آئیگی جیسے دنیا میں سراب ہوتا ہے جس پر جاری پانی کا دھوکہ ہوتا ہے یہ وہاں جائیں گے اور دوزخ میں ڈالدیئے جائیں گے یہ مثال تو تھی جہل مرکب والوں کی، اب جہل بسیط والوں کی مثال سنیئے جو کورے مقلد تھے اپنی گرہ کی عقل مطلق نہیں رکھتے تھے اگلی مثال والے ائمہ کفر کی کوری تقلید کرتے تھے اور آنکھیں بند کئے انکی

آواز پڑے ہوئے تھے کہ انکی مثال گہرے سمندر کی تہ کی اندھیریوں جیسی ہے جسے اوپر سے تہ بہ تہ موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو اور پھر اوپر سے ابر ڈھانکے ہوئے ہوں، یعنی اندھیریوں پر اندھیریاں ہوں یہانتک کہ ہاتھ کو ہاتھ بھی سجھائی نہ دیتا ہو، یہی حال ان سفلے جاہل کافروں کا ہے کہ نرے مقلد ہیں یہانتک کہ جس کی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اسے بھی صحیح طور پر نہیں پہچانتے اس کا بھی حق یا ناحق پر ہونا انہیں معلوم نہیں، کوئی ہے جس کے پیچھے ہولتے ہیں لیکن نہیں معلوم کہ وہ انہیں کہاں لے جا رہا ہے؟ چنانچہ مثلاً کہا جاتا ہے کہ کسی جاہل سے پوچھا گیا کہ کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا ان کیساتھ جا رہا ہوں پوچھنے والے نے پھر دریافت کیا کہ یہ کہاں جا رہے ہیں؟ اس نے کہا مجھے تو معلوم نہیں، پس جیسے اس سمندر میں موجیں اٹھ رہی ہیں اسی طرح کافر کے دل پر اس کے کانوں پر اس کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوتے ہیں، جیسے فرمان ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے الخ اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ الخ تو نے انہیں دیکھا ہے جنھوں نے خواہش پرستی شروع کر رکھی ہے اور خدا نے انہیں علم پر بہکا دیا ہے اور ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے الخ ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ پانچ اندھیروں میں ہوتے ہیں کلام عمل جانا آنا اور انجام سب اندھیروں میں ہیں جسے خدا اپنے نور کی طرف ہدایت نہ کرے وہ نورِ ایمان سے خالی رہ جاتا ہے جہالت میں مبتلا رہ کر ہلاکت میں پڑ جاتا ہے جیسے فرمایا مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ جسے خدا گمراہ کرے اس کے لئے کوئی ہادی نہیں ہوتا، یہ بمقابلہ اس کے ہے جو مومنوں کی مثال کے بیان میں فرمایا تھا کہ اللہ اپنے نور کی ہدایت کرتا ہے جسے چاہے، اللہ تعالیٰ عظیم و کریم سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں میں نور پیدا کر دے اور ہمارے دائیں بائیں بھی نور عطا فرمائے اور ہمارے نور کو بڑھا دے اور اسے بہت بڑا اور زیادہ کرے آمین ۞

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی

کیا تو نہیں دیکھتا کہ آسمان و زمین کی کل مخلوق اللہ ہی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ

پھیلائے اڑنے والے کل پرند خدا کی تسبیح میں مشغول ہیں

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ ؕ

ہر ایک کی نماز اور تسبیح اسے معلوم ہے۔ لوگ

وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ۝۴۱

جو کچھ کریں اس سے اللہ بخوبی واقف ہے

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے۔

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ۝۴۲

اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے

کل کے کل انسان اور جنات اور فرشتے اور حیوان یہانتک کہ جمادات بھی اللہ کی تسبیح کے بیان میں مشغول ہیں اور مقام پر ہے کہ ساتوں آسمان اور سب زمینیں اور ان میں جو ہیں سب اللہ کی پاکیزگی کے بیان میں مشغول ہیں اپنے پروں سے اڑنیوالے پرند بھی اپنے رب کی عبادت اور پاکیزگی کے بیان میں ہیں، ان سب کو جو جو تسبیح لائق تھی خدا نے انہیں سکھا دی ہے سب کو اپنی عبادت کے مختلف جداگانہ طریقے سکھا دیئے ہیں اور خدا پر کوئی کام مخفی نہیں وہ عالم کل ہے حاکم متصرف مالک مختار، کل معبودِ حقیقی آسمان و زمین کا بادشاہ صرف وہی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس کے حکموں کو کوئی ٹالنے والا نہیں قیامت کے دن سب کو اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے وہ جو چاہے گا اپنی مخلوقات میں حکم فرمائے گا، برے لوگ بدلے پائیں گے، نیک نیکیوں کا پھل حاصل کریں گے خالق مالک وہی ہے دنیا اور آخرت کا حاکم حقیقی وہی ہے، اور اسی کی ذات لائق حمد و ثنا ہے ۞

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو چلاتا ہے

ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ
پھر انہیں ملاتا ہے پھر انہیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے
رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ
پھر تو دیکھتا ہے کہ ان کے درمیان میں سے مینہ برستا
مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ
ہے، وہی آسمان کی جانب سے اولوں کے پہاڑوں
مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ
میں سے اولے برساتا ہے، پھر جنہیں چاہے ان کے
بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ
پاس انہیں برسائے اور جن سے چاہے ان سے
مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ
انہیں ہٹا دے بادل ہی سے نکلنے والی بجلی کی چمک ایسی ہوتی ہے کہ
يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ
گویا اب آنکھوں کی روشنی لے چلی، اللہ ہی دن اور رات کو
الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
ردو بدل کرتا رہتا ہے آنکھوں والوں کے لئے تو
لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾
اس میں یقیناً بڑی بڑی عبرتیں ہیں ۔

پتلے دھوئیں جیسے بادل اول اول تو قدرت خدا سے اٹھتے ہیں پھر مل جل کر وہ جسیم ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر جم جاتے ہیں پھر ان میں سے بارش برستی ہے ہوائیں چلتی ہیں زمین کو قابل بناتی ہیں پھر ابر کو اٹھاتی ہیں پھر انہیں ملاتی ہیں پھر وہ پانی سے بھر جاتے ہیں پھر برس پڑتے ہیں پھر آسمان سے اولوں کے برسانے کا ذکر ہے، اس جملے میں پہلا مِنْ ابتداء غایت کا ہے دوسرا تبعیض کا تیسرا بیان جنس، یہ اس تفسیر کی بنا پر ہے کہ آیت کے معنی یہ کئے جائیں کہ اولوں کے پہاڑ آسمان پر ہیں اور جن کے نزدیک یہاں پہاڑ کا لفظ ابر کے لئے ہی بطور کنایہ ہے۔ ان کے نزدیک مِنْ ثانیہ بھی ابتداء غایت کے لئے ہے لیکن وہ پہلے سے بدل ہے واللہ اعلم۔ اس کے بعد کے جملے کا یہ مطلب ہے کہ بارش اور اولے جہاں خدا برسانا چاہے وہاں اس کی رحمت سے برستے ہیں اور جہاں نہ چاہے نہیں جاتے، یا یہ مطلب ہے کہ اولوں سے جن کی چاہے کھیتیاں اور باغات خراب کر دیتا ہے اور جن پر مہربانی فرمائے انہیں بچا لیتا ہے پھر بجلی کی چمک کی قوت بیان ہو رہی ہے کہ قریب ہے کہ وہ آنکھوں کی روشنی کھو دے، دن رات کا تصرف بھی اسی کے قبضے میں ہے جب چاہتا ہے دن کو چھوٹا اور رات کو بڑی کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے رات کو بڑی کر کے دن کو چھوٹا کر دیتا ہے یہ تمام نشانیاں ہیں جو قدرت قادر کو ظاہر کرتی ہیں خدا کی عظمت کو آشکارا کرتی ہیں جیسے فرمان ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش اور رات دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں الخ۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَاۗبَّةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ ۚ
تمام کے تمام چلنے پھرنے والے جانداروں کو اللہ ہی نے پانی سے پیدا کیا ہے
فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي بَطْنِهٖ ۚ
ان میں سے بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں،
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي رِجْلَيْنِ ۚ
بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓي اَرْبَعٍ ۭ
بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں
يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بیشک اللہ
عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾
ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی کامل قدرت اور زبردست سلطنت کا بیان فرماتا ہے کہ اس نے ایک ہی پانی سے طرح طرح کی مخلوق کو پیدا کر دی ہے سانپ وغیرہ کو دیکھو جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں انسان اور پرند کو دیکھو ان کے دو پاؤں ہوتے ہیں جن پر چلتے ہیں حیوانوں اور چوپاؤں کو دیکھو وہ چار پاؤں پر چلتے ہیں وہ بڑا قادر ہے

جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہو سکتا وہ قادر کل ہے ۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ

بلا شک وشبہ ہم نے روشن اور واضح آیتیں اتار دی ہیں

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ

اللہ جسے چاہے سیدھی

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴۶

راہ دکھا دیتا ہے ۔

یہ حکمت بھرے احکام یہ روشن مثالیں اس قرآن کریم میں اللہ ہی نے بیان فرمائی ہیں عقلمندوں کو ان کے سمجھنے کی توفیق دی ہے رب جسے چاہے اپنی سیدھی راہ پر لگاتے ۔

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ

کہتے ہیں کہ خدا اور رسول پر ایمان لائے

وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

اور فرمانبردار ہوئے پھر ان میں سے ایک فرقہ اس کے

مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ

بعد بھی پھر جاتا ہے ، یہ ایمان والے ہیں ہی

بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۷ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ

نہیں ، جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ خدا

وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ

اور اس کا رسول انکے جھگڑے چکا دے تو بھی ان کی ایک

مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۴۸ وَاِنْ يَّكُنْ

جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے ، ہاں اگر انہی کو حق

لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝۴۹

پہنچتا ہو تو مطیع و فرمانبردار ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں

اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ

کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے ؟ یا یہ شک شبہ میں پڑے ہوئے ہیں ؟

يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ

یا انہیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں خدا اور اسکا رسول انکی حق تلفی

ع ۶ / ۱۰ / ۳۱۲

رَسُوْلُهٗ ۭ بَلْ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۵۰ۧ

نہ کر دیں ؟ بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی بڑے بے انصاف ہیں

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا

ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس

دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ

لئے بلایا جاتا ہے کہ خدا اور اس کا رسول ان میں فیصلہ

بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ

کر دے ۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا یہی لوگ

وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵۱ وَمَنْ

کامیاب ہونے والے ہیں ۔ جو بھی خدا کی اور اسکے

يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ

رسول کی فرمانبرداری کریں خوف خدا رکھیں اور اسکے عذابوں سے ڈرتے رہیں

فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝۵۲

وہی نجات پانے والے ہیں ۔

منافقوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ زبان سے تو ایمان و اطاعت کا اقرار کرتے ہیں لیکن دل سے اس کے خلاف ہیں عمل کچھ ہے قول کچھ ہے اسلئے کہ دراصل ایمان دار نہیں، حدیث میں ہے کہ جو شخص بادشاہ کے سامنے بلوایا جائے اور وہ نہ جائے وہ ظالم ہے اور ناحق پر ہے، جب انہیں ہدایت کی طرف بلایا جاتا ہے قرآن حدیث کو ماننے کو کہا جاتا ہے تو یہ منہ پھیر لیتے ہیں اور تکبر کرنے لگتے ہیں جیسے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ الخ سے صُدُوْدًا تک کی آیتوں میں بیان گذر چکا ہے، ہاں اگر انہیں شرعی فیصلے میں اپنا نفع نظر آتا ہو تو لمبے لمبے کلمے پڑھتے ہوئے گردن ہلاتے ہوئے ہنسی خوشی چلے آئیں گے اور جب معلوم ہو جائے کہ شرعی فیصلہ ان کی طبعی خواہش کے خلاف ہے، دنیوی مفاد کے مخالف ہے تو مڑ کر حق کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں پس ایسے لوگ پختہ کافر ہیں اس لئے کہ تین حال سے خالی نہیں یا تو یہ کہ ان کے دلوں میں ہی بے ایمانی گھر کر گئی ہے، یا انہیں دین خدا کی حقانیت میں شکوک ہیں یا خوف

ہے کہ کہیں خدا رسول ان کا حق نہ مار لیں ان پر ظلم وستم کر لیں اور یہ تینوں صورتیں کفر کی ہیں اللہ ان میں سے ہر ایک کو جانتا ہے جو جیسا باطن میں ہے اس کے پاس وہ ظاہر ہے دراصل یہی لوگ فاجر ہیں ظالم ہیں خدا اور رسولِ خدا اس سے پاک ہیں حضورؐ کے زمانے میں ایسے کافر جو ظاہر میں مسلمان تھے بہت سے تھے انہیں جب اپنا مطلب قرآن حدیث میں نکلتا نظر آتا تو خدمتِ نبوی میں اپنے جھگڑے پیش کرتے اور جب انہیں دوسروں سے مطلب براری نظر پڑتی تو سرکارِ محمدی میں آنے سے صاف انکار کر جاتے، پس یہ آیت اتری اور حضورؐ نے جن دو شخصوں میں کوئی جھگڑا ہو اور وہ اسلامی حکم کے مطابق فیصلے کی طرف بلایا جائے اور وہ اس سے انکار کرے وہ ظالم ہے اور ناحق پر ہے یہ حدیث غریب ہے، پھر سچے مومنوں کی شان بیان ہوتی ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کے سوا کسی تیسری چیز کو داخلِ دین نہیں سمجھتے وہ تو قرآن حدیث سنتے ہی اس کی طرف کی ندا کان میں پڑتے ہی صاف کہدیتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا، یہ کامیاب بامراد اور نجات یافتہ لوگ ہیں، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بدری صحابی ہیں انصار ہیں انصاروں کے ایک سردار ہیں انہوں نے اپنے بھتیجے جنادہ بن امیہ سے بوقت انتقال فرمایا کہ آؤ مجھ سے سُن لو کہ تمہارے ذمے کیا ہے؟ سننا اور ماننا سختی میں بھی آسانی میں بھی خوشی میں بھی ناخوشی میں بھی اس وقت بھی جبکہ تیرا حق دوسرے کو دیا جا رہا ہو اپنی زبان کو عدل اور سچائی کے ساتھ سیدھی رکھ کام کے اہل لوگوں سے کام کو نہ چھین ہاں اگر کسی کھلی نافرمانی کا وہ حکم دیں تو بلانا کتاب اللہ کے خلاف کوئی بھی کہے ہرگز نہ ماننا، کتاب اللہ کی پیروی میں لگے رہنا۔ ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام بغیر خدا کی اطاعت کے نہیں اور بہتری جو کچھ ہے وہ جماعت میں اور خدا کی اور اس کے رسول کی اور خلیفۃ المسلمین کی اور عام مسلمان کی خیر خواہی میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کا مضبوط کڑا خدا کی وحدانیت کی گواہی نماز کی پابندی زکوٰۃ کی ادائیگی اور مسلمانوں کے بادشاہ کی اطاعت ہے جو احادیث وآثار کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کی اطاعت کے بارے میں اور مسلمان بادشاہوں کی ماننے کے بارے میں مروی ہیں وہ اس قدر کثرت سے ہیں کہ سب یہاں کسی طرح بیان ہو ہی نہیں سکتے۔ جو شخص خدا رسول کا فرمانبردار بن جائے جو حکم ملے بجا لائے جن چیزوں سے روک دیں رک جائے جو گناہ ہو جائے، اس سے خوف کھاتا رہے آئندہ کے لئے اس سے بچتا رہے ایسے لوگ تمام بھلائیوں کو سمیٹنے والے اور تمام برائیوں سے بچ جانے والے ہیں، دنیا اور آخرت میں وہ نجات یافتہ ہیں۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ
بڑی بلندی کے ساتھ خدا کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ آپ کا
لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا
حکم ہوتے ہی یہ نکل کھڑے ہوں گے، کہدے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ
تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
تمہاری اطاعت کی حقیقت معلوم ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ
خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ
اس سے باخبر ہے۔ کہدے کہ خدا کا حکم مانو رسول اللہ
وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا
کی اطاعت کرو، پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے
فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا
ذمے تو صرف وہی ہے جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے اور تم پر اس کی جوابدہی ہے جو تم پہ
حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا
رکھا گیا ہے، ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول کی ماتحتی کرو
عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾
سنو رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔

اہل نفاق کا حال بیان ہو رہا ہے کہ وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اپنی ایمانداری اور خیر خواہی جتاتے ہوئے قسمیں کھا کھا کر

یقین دلاتے تھے کہ ہم جہاد کے لئے تیار بیٹھے ہیں بلکہ بے قرار ہیں آپ کے حکم کی دیر ہے فرمان ہوتے ہی گھر بار بال بچے چھوڑ کر میدان جنگ میں پہنچ جائیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان سے کہدو کہ قسمیں نہ کھاؤ تمہاری اطاعت کی حقیقت تو روشن ہے زبانی ڈینگیں بہت ہیں عملی حصہ صفر تمہاری قسموں کی حقیقت بھی معلوم ہے دل میں کچھ ہے زبان پر کچھ ہے جتنی زبان مومن ہے اتنا ہی دل کافر ہے یہ قسمیں صرف مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ہیں۔ ان قسموں کو تو یہ لوگ ڈھال بنائے ہوئے ہیں تم سے ہی نہیں بلکہ کافروں کے سامنے بھی ان کی موافقت کی اور ان کی امداد کی قسمیں کھاتے ہیں لیکن ہیں اتنے بزدل ان کا ساتھ بھی خاک نہیں دے سکتے، اس جملے کے ایک معنیٰ یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہیں تو معقول اور پسندیدہ اطاعت کا شیوہ چاہیئے نہ کہ قسمیں کھانے اور ڈینگیں مارنے کا، تمہارے سامنے مسلمان موجود ہیں دیکھو نہ وہ قسمیں کھاتے ہیں نہ بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے ہیں ہاں کام کے وقت سب سے آگے نکل آتے ہیں اور فعلی حصہ بڑھ چڑھ کر لیتے ہیں، اللہ پر کسی کا کوئی عمل مخفی نہیں وہ اپنے بندوں کے ایک ایک عمل سے باخبر ہے، ہر عاصی اور مطیع اس پر ظاہر ہے ہر ایک کے باطن پر بھی اس کی نگاہیں ویسی ہی ہیں جیسی ظاہر پر گو تم ظاہر کچھ کرو لیکن وہ باطن پر بھی آگاہ ہے، اللہ کی اور اس کے رسول ؐ کی یعنی قرآن کی اور حدیث کی اتباع کرو اگر تم اس سے منہ موڑ لو اسے چھوڑ دو تو تمہارے اس گناہ کا وبال میرے نبی ؐ پر نہیں اس کے ذمے تو صرف پیغام خدا کا پہنچانا اور ادائے امانت کر دینا ہے تم پر وہ ہے جس کے ذمہ دار تم ہو یعنی قبول کرنا عمل کرنا وغیرہ، ہدایت صرف اطاعت رسول میں ہے اس لئے کہ صراط مستقیم کا داعی وہی ہے جو صراط مستقیم اس خدا تک پہنچاتی ہے جس کا راج پاٹ تمام زمین آسمان ہے، رسول ؐ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہی ہے حساب سب کا ہمارے ذمے ہے جیسے فرمان ہے فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ الخ تو صرف ناصح و واعظ ہے، انہیں نصیحت کر دیا کر کچھ تو ان کا وکیل یا داروغہ نہیں، وہب بن منبہ رح

فرماتے ہیں کہ شعیا نبی کی طرف وحی خدا آئی کہ تو بنی اسرائیل کے مجمع میں کھڑا ہو جا میں تیری زبان سے جو چاہوں گا نکلوا دوں گا چنانچہ آپ کھڑے ہوئے تو آپ کی زبان سے بحکم خدا یہ خطبہ بیان ہوا، اے آسمان سن لے زمین خاموش رہ اللہ تعالیٰ ایک شان پوری کرنا اور ایک امر کی تدبیر کرنا چاہتا ہو جسے وہ پورا کرنیوالا ہے وہ چاہتا ہے کہ جنگلوں کو آباد کر دے ویرانے کو بسا دے صحراؤں کو سر سبز بنا دے فقیروں کو غنی کر دے چرواہوں کو سلطان بنا دے، ان پڑھوں میں سے ایک اُمی کو نبی بنا کر بھیجے جو نہ بدگو ہو نہ بداخلاق ہو نہ بازاروں میں شور و غل کرنیوالا ہو، اتنا مسکین صفت اور متواضع ہو کہ اس کے دامن کی ہوا سے وہ چراغ بھی نہ بجھے جس کے پاس سے وہ گذرا ہو، اگر وہ سوکھے بانسو پر پیر رکھ کر چلے تو بھی چرچراہٹ کسی کے کان میں نہ پہنچے میں اسے بشیر و نذیر بنا کر بھیجوں گا وہ زبان کا پاک ہو گا اندھی آنکھیں اس کی وجہ سے روشن ہو جائیں گی بہرے کان اس کے باعث سننے لگیں گے غلاف والے دل اس کی برکت سے کھل جائیں گے، ہر ہر بھلے کام سے میں اسے سنوار دوں گا، ہر ہر خلق کریم سے میں اسے سرفراز فرماؤنگا، سکینت اسکا لباس ہوگی نیکی اس کا وطیرہ ہوگی تقویٰ اس کی ضمیر ہوگا، حکمت اس کی باتیں ہوں گی صدق و وفا اس کی طبیعت ہوگی عفو و درگذر کرنا اور عمدگی اور بھلائی چاہنا اس کی خصلت ہوگی حق اسکی شریعت ہوگی عدل اس کی سیرت ہوگی ہدایت اس کی امام ہوگی اسلام اس کی ملت ہوگی احمد ؐ اس کا نام ہوگا (صلی اللہ علیہ وسلم) گمراہی کے بعد اس کی وجہ سے میں ہدایت پھیلاؤں گا، جہالت کے بعد علم چمک اٹھیگا پستی کے بعد اس کی وجہ سے ترقی ہوگی، انجان پنا اس کی ذات سے پہچاننے سے بدل جائے گا کمی زیادتی سے بدل جائے گی فقیری کو اس کی وجہ سے میں امیری سے بدل دُونگا اس کی ذات سے جدا جدا لوگوں کو میں ملا دوں گا فرقت کے بعد الفت ہوگی پھوٹ کے بعد ایکا ہوگا اختلاف کے بعد اتفاق ہوگا، مختلف دل جدا گانہ خواہشیں ایک ہو جائیں گی بے شمار

بندگانِ خدا ہلاکت سے بچ جائیں گے اس کی امت کو میں تمام امتوں سے بہتر کردوں گا جو لوگوں کے نفع کے لئے ہوگی بھلائیوں کا حکم کرنے والی برائیوں سے روکنے والی ہوگی موحد مومن مخلص ہوں گے خدا کے جتنے رسولؐ خدا کی طرف سے جو کچھ لائے ہیں یہ سب کو مانیں گے کسی کے انکاری نہ ہوں گے ۞

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ
تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
خدا وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور ملک کا حاکم
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو حاکم بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے
مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ
اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کیساتھ محکم کرکے جما دیگا
الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف و خطر کو وہ
مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ
امن و امان سے بدل دیگا، کہ میری عبادت کرتے رہیں گے
لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ
میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے اس کے بعد بھی جو لوگ
ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝55
ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہی ہیں ۞

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرما رہا ہے کہ آپ کی امت کو وہ زمین کا مالک بنا دے گا لوگوں کا سردار کردے گا ملک ان کی وجہ سے آباد ہوگا بندگانِ خدا ان سے دل شاد ہوں گے، آج یہ لوگوں سے لرزاں و ترساں ہیں کل یہ با امن و اطمینان ہوں گے حکومت ان کی ہوگی سلطنت ان کے ہاتھوں میں ہوگی، الحمدللہ یہی ہوا بھی۔ مکہ خیبر بحرین جزیرۂ عرب اور یمن تو خود حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتح ہوگیا ہجر کے مجوسیوں نے جزیہ دیکر ماتحتی قبول کرلی شام کے بعض حصوں کا بھی یہی حال ہوا شاہِ روم ہرقل نے تحفے تحائف روانہ کئے، مصر کے والی نے بھی خدمت اقدس میں تحفے بھیجے، اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے اور عمان کے شاہوں نے یہی کیا اور اس طرح اپنی اطاعت گذاری کا ثبوت دیا، حبشہ کے بادشاہ اصحمہ رحمۃ اللہ علیہ تو مسلمان ہو ہی گئے اور ان کے بعد جو والی حبشہ ہوا اس نے بھی سرکارِ محمدی میں عقیدت مندی کے ساتھ تحفے روانہ کئے پھر جبکہ اللہ تعالیٰ رب العزت نے اپنے محترم رسولؐ کو اپنی مہمانداری میں بلا لیا آپ کی خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنبھالی جزیرۂ عرب کی حکومت کو مضبوط اور مستقل بنائی ساتھ ہی ایک جرار لشکر سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپہ سالاری میں بلادِ فارس کی طرف بھیجا جس نے وہاں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا کفر کے درختوں کو چھانٹ دیا اور اسلامی پودے ہر طرف لگا دیئے، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ وغیرہ امرا کے ماتحت شام کے ملکوں کی طرف لشکرِ اسلام کے جانبازوں کو روانہ فرمایا انھوں نے بھی یہاں محمدی جھنڈا بلند کیا اور صلیبی نشان اوندھے منہ گرائے مصر کی طرف مجاہدین کا لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرداری میں روانہ فرمایا، بصریٰ دمشق حران وغیرہ کی فتوحات کے بعد آپ بھی راہی ملک بقا ہوئے اور بہ الہام خدا حضرت عمرؓ جیسے فاروق کے زبردست زور آور ہاتھوں میں سلطنت اسلام کی باگیں دے گئے سچ تو یہ ہے کہ آسمان کے تلے کسی نبی کے بعد ایسے پاک خلیفوں کا دور نہیں ہوا، آپ کی قوتِ طبیعت آپ کی نیکی سیرت آپ کے عدل کا کمال آپ کی خدا ترسی کی مثال دنیا میں آپ کے بعد تلاش کرنا محض بے سود اور بالکل لاحاصل ہے، تمام ملک شام پورا علاقۂ مصر اکثر حصہ فارس آپ کی خلافت کے زمانے میں فتح ہوا سلطنتِ کسریٰ کے ٹکڑے اڑ گئے خود کسریٰ کو منہ چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہ ملی کامل ذلت و اہانت کے ساتھ بھاگتا پھرا، قیصر کو فنا کردیا نام مٹا دیا، شام کی سلطنت سے دست بردار ہونا پڑا قسطنطنیہ میں جاکر منہ چھپایا، ان سلطنتوں کی صدیوں

کی دولت اور جمع کئے ہوئے بے شمار خزانے ان بندگان خدا نے خدا کے نیک نفس اور مسکین خصلت بندوں پر خرچ کئے اور خدا کے وہ وعدے پورے ہوئے جو اس نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کئے تھے صلوات اللہ وسلامہ علیہ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور آتا ہے اور مشرق و مغرب کی انتہا تک خدا کا دین پھیل جاتا ہے، خدائی لشکر ایک طرف اقصیٰ مشرق تک اور دوسری طرف انتہاء مغرب تک پہنچ کر دم لیتے ہیں، اور مجاہدین کی آب دار تلواریں خدا کی توحید کو دنیا کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں پہنچا دیتی ہیں، اندلس قبرص قیروان وسبتہ یہاں تک کہ چین تک آپ کے زمانے میں فتح ہوئے، کسریٰ قتل کر دیا گیا اس کا ملک چھوڑ نام و نشان تک کھود کر پھینک دیا گیا اور ہزارہا برس کے آتش کدے بجھا دیئے گئے اور ہر اونچے ٹیلے سے صدائے اللہ اکبر آنے لگی دوسری جانب مدائن عراق خراسان اھواز سب فتح ہو گئے ترکوں سے جنگ عظیم ہوئی آخر ان کا بڑا بادشاہ خاقان خاک میں ملا ذلیل وخوار ہوا اور زمین کے مشرقی اور مغربی کونوں نے اپنے خراج بارگاہِ خلافتِ عثمانی میں پہنچوائے حق تو یہ ہے کہ مجاہدین ان جانبازیوں میں جان ڈالنے والی چیز حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاوت قرآن کی برکت تھی آپ کو قرآن سے کچھ ایسا شغف تھا جو بیان سے باہر ہے قرآن کے جمع کرنے اس کے حفظ کرنے اس کی اشاعت کرتے اس کے سنبھالنے میں جو نمایاں خدمتیں خلیفہ ثالث سے نمایاں ہوئیں وہ یقیناً عدیم المثال ہیں، آپکے زمانے کو دیکھو اور اللہ کے رسول م کی اس پیشگوئی کو دیکھو کہ آپ نے فرمایا تھا میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی یہاں تک کہ میں نے مشرق و مغرب دیکھ لی، عنقریب میری امت کی سلطنت وہاں تک پہنچ جائیگی جہاں تک اس وقت مجھے دکھائی گئی ہے، مسلمانوں رب کے اس دعدے کو پیغمبر کی اس پیشگوئی کو دیکھو پھر تاریخ کے اوراق پلٹو اور اپنی گذشتہ عظمت و شان کو دیکھو اور نظریں ڈالو کہ آج تک اسلام

کا پرچم بحمد اللہ بلند ہے اور مسلمان ان مجاہدین کرام کی مفتوح زمینوں میں شاہانہ حیثیت سے چل پھر رہے ہیں اللہ اور اسکے رسول سچے ہیں مسلمانو حیف اور حیف اس پر جو قرآن حدیث کے دائرے سے باہر نکلے حسرت اور صد حسرت اس پر جو اپنے آبائی ذخیرہ کو غیر کے حوالے کرے، اپنے آبا و اجداد کے خون کے قطروں سے خریدی ہوئی چیز کو اپنی نالائقیوں اور بے دینیوں سے غیر کی کعبینٹ چڑھا دے اور سکھ سے بیٹھا لیثارہ ہے، اللہ ہمیں کامل ایمان عطا کر اللہ ہمیں سچا ذوق دے اللہ ہمیں اسلامی سپاہ بنا اللہ ہمیں اپنے لشکر کی توفیق دے اللہ ہمیں اپنا لشکری بنائے آمین آمین) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لوگوں کا کام بھلائی سے جاری رہے گا یہاں تک کہ ان میں بارہ خلیفے ہوں پھر آپ نے ایک جملہ آہستہ بولا جو راوی حدیث حضرت جابر بن سمرہ رض سن نہ سکے تو انہوں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ حضور م نے کیا فرمایا انہوں نے بیان کیا کہ یہ فرمایا ہے یہ سب کے سب قریشی ہوں گے (مسلم) آپ نے یہ بات اس شام کو بیان فرمائی تھی جسدن حضرت ماعز بن مالک رض کو رجم کیا گیا تھا پس معلوم ہوا کہ ان بارہ خلیفوں کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ یاد رہے کہ یہ وہ خلیفے نہیں جو شیعوں نے سمجھ رکھے ہیں کیونکہ شیعوں کے اماموں میں تو بہت سے وہ بھی ہیں جنہیں خلافت و سلطنت کا کوئی حصہ بھی پوری عمر میں نہیں ملا تھا اور یہ بارہ خلفا ہوں گے سب کے سب قریشی ہوں گے حکم میں عدل کرنے والے ہونگے ان کی بشارت اگلی کتابوں میں بھی ہے اور یہ بھی شرط نہیں ہے کہ یہ سب کے سب یکے بعد دیگرے ہوں گے بلکہ ان کے ہونا یقینی ہے خواہ پے درپے کچھ ہوں خواہ متفرق زمانوں میں کچھ ہوں چنانچہ چاروں خلیفے تو بالترتیب ہوئے اول ابوبکر رض پھر عمر رض پھر عثمان رض پھر علی رضی اللہ عنہم اجمعین ان کے بعد پھر سلسلہ ٹوٹ گیا پھر بھی ایسے خلیفہ ہوئے اور ممکن ہے آگے چل کر بھی ہوں ان کے صحیح زمانوں کا علم اللہ ہی کو ہے ہاں اتنا یقینی ہے کہ حضرت امام مہدی ع بھی انہی بارہ میں سے ہوں گے جن کا نام حضور م کے نام سے جن

کی کیفیت حضور ﷺ کی کیفیت سے مطابق ہوگی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسے کہ وہ ظلم و ناانصافی سے بھر گئی ہوگی، حضور ﷺ کا فرمان ہے میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر کاٹ کھانے والا ملک ہو جائے گا، ابو العالیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بیس سال تک مکے میں رہے خدا کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف دنیا کو دعوت دیتے رہے لیکن یہ زمانہ پوشیدگی کا ڈر خوف کا اور بے اطمینانی کا تھا جہاد کا حکم نہیں آیا تھا، مسلمان بے حد کمزور تھے اس کے بعد ہجرت کا حکم ہوا۔ مدینے پہنچے اب جہاد کا حکم ملا جہاد شروع ہوا دشمنوں نے چوطرف سے گھیرا ہوا تھا اہل اسلام بہت خائف تھے، خطرے سے کوئی وقت خالی نہیں جاتا تھا صبح شام صحابہ ہتھیاروں سے آراستہ رہتے تھے ایک صحابی نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ کیا ہم اسی طرح خوف زدہ ہی رہیں گے؟ یا رسول اللہ کیا ہماری زندگی کی کوئی گھڑی بھی اطمینان سے نہیں گذرے گی؟ یا رسول اللہ کیا ہتھیار اتار کر کبھی ہمیں کبھی آسودگی کا سانس لینا میسر آئے گا؟ آپ نے پورے سکون سے فرمایا کچھ دن اور صبر کر لو پھر تو اس قدر امن و اطمینان ہو جائے گا کہ پوری مجلس میں بھرے دربار میں گوٹ لگائے آرام سے بیٹھے ہوئے ہوں گے ایک کے پاس کیا کسی کے پاس بھی کوئی ہتھیار نہ ہوگا کیونکہ کامل امن وامان پورا اطمینان ہوگا اسی وقت یہ آیت اتری، پھر تو اللہ کے نبی جزیرۂ عرب پر غالب آگئے عرب بھر میں کوئی کافر نہ رہا مسلمانوں کے دل خوف خالی ہوگئے اور ہتھیار ہر وقت لگائے رہنے ضروری نہ رہے، پھر اسی امن وراحت کا دور دورہ حضور ﷺ کے زمانے کے بعد بھی تین خلافتوں تک رہا یعنی ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے تک پھر مسلمان ان جھگڑوں میں پڑ گئے جو رونما ہوئے پھر خوف زدہ رہنے لگے اور پہرے دار چوکیدار داروغہ وغیرہ مقرر کئے اپنی حالتوں کو متغیر کیا تو متغیر ہو گئے، بعض سلف سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کی

حقانیت کے بارے میں اس آیت کو پیش کیا، براء بن عازب کہتے ہیں جس وقت یہ آیت اتری ہے اس وقت ہم انتہائی خوف اور اضطراب کی حالت میں تھے جیسے فرمان ہے وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ الخ یعنی وہ وقت بھی تھا کہ تم بے حد کمزور اور تھوڑے تھے اور قدم قدم اور دم دم پر خوف زدہ رہتے تھے خدا تعالیٰ نے تمہاری تعداد بڑھادی تمہیں قوت و طاقت عنایت فرمائی اور امن وامان دیا، پھر بیان فرمایا کہ جیسے ان سے پہلے کے لوگوں کو اس نے زمین کا مالک کر دیا تھا جیسے کہ کلیم خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ الخ بہت ممکن ہے بلکہ بہت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے اور تمہیں ان کا جانشین بنادے، اور آیت میں ہے وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ یعنی ہم نے ان پر احسان کرنا چاہا جو زمین بھر میں سب سے زیادہ ضعیف اور ناتوان تھے پھر فرمایا کہ ان کے دین کو جو پسندیدہ خدا ہے جما دے گا، اور اسے قوت و طاقت دے گا حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بطور وفد کے آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کیا تو نے حیرہ دیکھا ہے اس نے جواب دیا کہ میں حیرہ کو نہیں جانتا ہاں نام سنا ہے آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ میرے اس دین کو کامل طور پر پھیلا دے گا یہاں تک امن وامان ہو جائے گا کہ حیرہ سے ایک سانڈنی سوار عورت تنہا نکلے گی اور وہ بیت اللہ تک پہنچ کر طواف سے فارغ ہو کر واپس ہوگی نہ خوف زدہ ہوگی نہ وہ کسی کے امن میں ہوگی، یقین مان کہ کسریٰ بن ہرمز شاہ ایران کے خزانے فتح ہوں گے حضرت عدی رضہ نے تعجب سے پوچھا کہ شاہ ایران کسریٰ بن ہرمز کے خزانے مسلمانوں کے فتوحات میں آئیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اسی کسریٰ بن ہرمز کے اسنو اس قدر مال بڑھ جائے گا کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا، حضرت عدی رضہ فرماتے ہیں اب تم دیکھ لو کہ فی الواقع حیرہ سے

عورتیں بغیر کسی کی پناہ کے آتی جاتی ہیں اس پیشین گوئی کو پورا ہوتے ہوئے ہم نے دیکھ لیا دوسری پیشین گوئی تو میری نگاہوں کے سامنے پوری ہوئی کسریٰ کے خزانے فتح کرنیوالوں میں خود میں موجود تھا اور تیسری پیش گوئی بھی یقیناً پوری ہو کر رہے گی کیونکہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، مسند احمد میں حضور ﷺ کا فرمان ہے اس امت کو ترقی اور بلندی و برتری کی مدد اور دین کی اشاعت کی بشارت دو، ہاں جو شخص آخرت کا عمل دنیا کے حاصل کرنے کے لئے کرے وہ جان لے کہ آخرت میں اسے کوئی حصہ نہ ملے گا پھر فرماتا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، مسند میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک گدھے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا میرے اور آپ کے درمیان صرف پالان کی لکڑی تھی آپ نے میرے نام سے مجھے آواز دی میں نے لبیک وسعدیک کہا پھر تھوڑی سی دیر چلنے کے بعد اسی طرح مجھے پکارا اور میں نے بھی اسی طرح جواب دیا، آپ نے فرمایا جانتے ہو اللہ کا حق اپنے بندوں پر کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے آپ نے فرمایا بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، پھر تھوڑی سی دیر چلنے کے بعد مجھے پکارا اور میں نے جواب دیا تو آپ نے فرمایا جانتے ہو جب بندے حق اللہ ادا کریں تو اللہ کے ذمے بندوں کا حق کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی کو پورا علم ہے آپ نے فرمایا یہ کہ انہیں عذاب نہ کرے (صحیحین) پھر فرمایا اس کے بعد جو منکر ہو جائے وہ یقیناً فاسق ہے، یعنی اس کے بعد بھی جو میری فرمانبرداری چھوڑ دے اس نے میری حکم عدولی کی اور یہ گناہ سخت اور بہت بڑا ہے، شان خدا دیکھئے جتنا جس زمانے میں زور اسلام رہا اتنی ہی مدد خدا ہوئی صحابہ اپنے ایمان میں بڑھے ہوئے تھے فتوحات میں بھی سب سے آگے نکل گئے جوں جوں ایمان کمزور ہوتا گیا دنیوی حالت سلطنت و شوکت بھی گرتی گئی صحیحین میں ہے میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ برسر حق رہے گی اور وہ غالب اور زور آور رہیگی ان کے مخالف ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے قیامت تک اسی طرح رہے گی اور روایت میں ہے یہاں تک کہ خدا کا وعدہ آجائے ایک اور روایت میں ہے یہاں تک کہ یہی جماعت سب سے آخر دجال سے جہاد کرے گی اور حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کے آنے تک یہ لوگ کافروں پر غالب رہیں گے یہ سب روایتیں صحیح ہیں اور ایک ہی مطلب سب کا ہے ۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ

نماز کی پابندی کرو زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور

اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

خدا کے رسول کی فرمانبرداری میں لگے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مُعْجِزِیْنَ

یہ خیال تو کبھی بھی نہ کرنا کہ منکر لوگ زمین میں ادھر ادھر بھاگ کر

فِی الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۚ وَ

ہمیں ہرا دینے والے ہیں انکا اصلی ٹھکانا تو جہنم ہے جو یقیناً بہت ہی

لَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۵۷﴾ ع ۷ / ۱۳

برا ٹھکانا ہے ۔

اللہ تعالیٰ اپنے باایمان بندوں کو صرف اپنی عبادت کا حکم دیتا ہے کہ اسی کے لئے نمازیں پڑھتے رہو اور ساتھ ہی اس کے بندوں کے ساتھ احسان وسلوک کرتے رہو ضعیفوں مسکینوں فقیروں کی خبر گیری کرتے رہو، مال میں سے خدائی حق یعنی زکوٰۃ نکالتے رہو اور ہر امر میں اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہو جس بات کا وہ حکم فرمائیں بجا لاؤ جس امر سے وہ روکیں رک جاؤ یقین جانو کہ خدا کی رحمت کے حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے چنانچہ اور آیت میں ہے اُولٰٓئِکَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ یہی لوگ ہیں جن پر ضرور ضرور خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے، اے نبی ﷺ یہ گمان نہ کرنا کہ آپ کو جھٹلانے والے اور آپ

کی نہ ماننے والے ہم پر غالب آجائیں گے یا ادھر ادھر بھاگ کر ہمارے بے پناہ عذابوں سے بچ جائیں گے، ہم تو ان کا اصلی ٹھکانا جہنم میں مقرر کر چکے ہیں، جو نہایت بُری جگہ ہے قرارگاہ کے اعتبار سے بھی اور بازگشت کے اعتبار سے بھی ⁂

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ
ایمان والو تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انھیں
الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ
بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں اپنے آنے کی
يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۚ
تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے، نماز
مِّن قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ
فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب کہ تم
ثِيَابَكُم مِّنَ الظَّهِيرَةِ وَمِن بَعْدِ
اپنے کپڑے اتارے رکھتے ہو، اور عشاء کی نماز
صَلَاةِ الْعِشَاءِ ۚ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ ۚ
کے بعد، یہ تینوں وقت تمہاری خلوت اور پردہ کے ہیں
لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ
ان وقتوں کے ماسوا نہ تو تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر
بَعْدَهُنَّ ۚ طَوَّافُونَ عَلَيْكُم بَعْضُكُمْ
تم سب آپس میں ایک دوسرے کے پاس بکثرت
عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ
آنے جانے والے ہو ہی۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کھول کھول کر
لَكُمُ الْآيَاتِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (۵۸)
اپنے احکام تم سے بیان فرما رہا ہے اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمت والا ہے
وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ
تم میں کے بچے بھی جب بلوغت کو پہنچ جائیں تو جس طرح ان سے
فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ
پہلے کے بڑے لوگ اجازت مانگ لیا کرتے ہیں انھیں بھی اجازت

مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ
مانگ کر آنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تم سے اسی طرح اپنی آیتیں
لَكُمْ آيَاتِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (۵۹)
بیان فرماتا ہے، اللہ ہی علم و حکمت والا ہے۔
وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ
بوڑھی بڑی عورتیں جنھیں نکاح کی امید و خواہش ہی
نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَن
نہ رہی ہو وہ اگر اپنے کپڑے اتار رکھیں تو ان پر کوئی
يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ
گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کرنے والیاں
بِزِينَةٍ ۖ وَأَن يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ
نہ ہوں، لیکن تاہم اگر اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لیے
لَّهُنَّ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۶۰)
بہت افضل ہے، اللہ ہے سنتا جانتا ⁂

اس آیت میں قریبی رشتے داروں کو بھی حکم ہو رہا ہے کہ وہ بھی اجازت حاصل کر کے آیا کریں، اس سے پہلے کی اس سورت کی شروع کی آیت میں جو حکم تھا وہ اجنبیوں کے لئے تھا، پس فرماتا ہے کہ تین وقتوں میں غلاموں کو بلکہ نابالغ بچوں کو بھی اجازت مانگنی چاہئے، صبح کی نماز سے پہلے کیونکہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور دوپہر کو جبکہ انسان دو گھڑی راحت حاصل کرنے کے لئے عموماً اپنے گھر میں بالائی کپڑے اتار کر سوتا ہے اور عشاء کی نماز کے بعد کیونکہ وہ بھی بال بچوں کے ساتھ سونے کا وقت ہے پس تین وقتوں میں نہ جانے انسان بے فکری سے اپنے گھر میں کس حالت میں ہو؟ اس لئے گھر کے لونڈی غلام اور چھوٹے بچے بھی بے اطلاع ان وقتوں میں چپ چاپ نہ گھس آئیں ہاں ان خاص وقتوں کے علاوہ انھیں آنے کے لئے اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کا آنا جانا تو ضروری ہے بار بار کے آنے جانے والے ہیں ہر وقت کی اجازت طلبی ان کے لئے اور نیز تمہارے بڑی

حرج کی چیز ہوگی، ایک حدیث میں ہے کہ بلی نجس نہیں وہ تو تمہارے گھروں میں تمہارے آس پاس گھومنے پھرنے والی ہے۔ حکم تو یہی ہے اور عمل اس پر بہت کم ہے، ابن عباس رضہ فرماتے ہیں تین آیتوں پر عموماً لوگوں نے عمل چھوڑ رکھا ہے، ایک تو یہی آیت اور ایک سورۂ نساء کی آیت وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اور ایک سورۂ حجرات کی آیت إِنَّ أَكْرَمَكُمْ الخ شیطان لوگوں پر چھاگیا اور انھیں ان آیتوں پر عمل کرنے سے غافل کر دیا گیا۔ ان پر ایمان ہی نہیں میں نے تو اپنی اس لونڈی سے بھی کہہ رکھا ہے کہ ان تینوں وقتوں میں بے اجازت ہرگز نہ آئے، پہلی آیت میں تو ان تینوں وقتوں میں لونڈی غلاموں اور نابالغ بچوں کو بھی اجازت لینے کا حکم ہے دوسری آیت میں ورثے کی تقسیم کے وقت جو قرابت دار اور یتیم مسکین آجائیں انہیں بنام خدا کچھ دیدینے اور ان سے نرمی سے بات کرنے کا حکم ہے اور تیسری آیت میں حسب نسب پر فخر نہ کرنے بلکہ قابل اکرام خوف خداوندی کے ہونے کا ذکر ہے، حضرت شعبیؒ سے کسی نے پوچھا کیا یہ آیت منسوخ ہوگئی ہے؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں اس نے کہا پھر لوگوں نے اس پر عمل کیوں چھوڑ رکھا ہے؟ فرمایا اللہ سے توفیق طلب کرنی چاہئے، ابن عباس فرماتے ہیں اس آیت پر عمل کے ترک کی ایک بڑی وجہ مال داری اور فراخی ہے پہلے تو لوگوں کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ اپنے دروازوں پر پردے لٹکا لیتے یا کشادہ گھر کئی الگ الگ کمروں والے ہوتے تو بسا اوقات لونڈی غلام بے خبری میں چلے آتے اور میاں بیوی مشغول ہوتے تو آنیوالے بھی شرما جاتے اور گھر والوں پر بھی شاق گذرتا اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کشادگی دی کمرے جداگانہ بن گئے دروازے باقاعدہ لگ گئے دروازوں پر پردے پڑ گئے تو محفوظ ہوگئے حکم خدا کی مصلحت پوری ہوگئی اس لئے اجازت کی پابندی اٹھ گئی اور لوگوں نے اس میں سستی اور غفلت شروع کر دی، سدیؒ فرماتے ہیں یہی تین وقت ایسے ہیں کہ انسان کو ذرا فرصت ہوتی ہے گھر میں ہوتا ہے خدا جانے کس حالت میں ہو اسی لئے تو لونڈی غلاموں کو بھی اجازت کا پابند کر دیا کیونکہ اسی وقت میں عموماً لوگ اپنی گھروالیوں سے ملتے ہیں تاکہ نہا دھو کر بہ آرام گھر سے نکلیں اور نمازوں میں شامل ہوں، یہ بھی مروی ہے کہ ایک انصاریؓ نے حضورؐ کے لئے کچھ کھانا پکایا لوگ بلا اجازت ان کے گھر میں جانے لگے، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو نہایت بری بات ہے کہ غلام بے اجازت گھر میں آجاتے ممکن ہے میاں بیوی ایک ہی کپڑے میں ہوں، پس یہ آیت اتری اس آیت کے منسوخ نہ ہونے پر اس آیت کے خاتمے کے الفاظ بھی دلالت کرتے ہیں کہ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ علیم وحکیم ہے، ہاں جب بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو پھر انہیں ان تین وقتوں کے علاوہ اور وقتوں میں بھی اجازت لینی چاہئے چھوٹے بچوں کو گھر میں اپنے ماں باپ کے پاس جانے کے لئے بھی ان تین وقتوں میں جن کا بیان اوپر گذرا اجازت مانگنی ضروری ہے لیکن بعد از بلوغت تو ہر وقت اطلاع ہی کر کے جانا چاہئے۔ جیسے کہ اور بڑے لوگ اجازت مانگ کر آتے ہیں خواہ اپنے ہوں خواہ پرائے، جو بڑھیا عورتیں اس عمر کو پہنچ جائیں کہ نہ اب انہیں مرد کی خواہش رہے نہ نکاح کی توقع حیض بند ہوجائے عمر سے اتر جائیں تو ان پر پردے کی وہ پابندیاں نہیں جو اور عورتوں پر ہیں، ابن عباس رضہ فرماتے ہیں آیت وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ الخ سے یہ آیت مستثنیٰ ہے، ابن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ ایسی عورتوں کو اجازت ہے کہ وہ برقعہ اور چادر اتار دیا کریں صرف دوپٹے میں اور کرتے پاجامے میں رہیں، آپ کی قرأت میں بھی أَنْ يَضَعْنَ مِنْ ثِيَابِهِنَّ ہے، مراد اس سے دوپٹے کے اوپر کی چادر ہے، تو بڑھیا عورتیں جب کہ موٹا جوڑا دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہوں تو انہیں اس کے اوپر اور چادر ڈالنا ضروری نہیں، لیکن مقصود اس سے

بھی اظہار زینت نہ ہو، حضرت عائشہ رضہ سے جب اس قسم کے سوالات عورتوں نے کئے تو آپ نے فرمایا تمہارے لئے بناؤ سنگھار بیشک حلال طیب ہے لیکن غیر مردوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لئے نہیں، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی صاحبہ جب بالکل بڑھیا پھوس ہوگئیں، تو آپ نے اپنے غلام کے ہاتھوں اپنے سر کے بالوں میں مہندی لگوائی جب ان سے اس کا سوال کیا گیا تو فرمایا میں ان عمر رسیدہ عورتوں میں ہوں جنہیں خواہش نہیں رہی۔ آخر میں فرمایا گو چادر کا نہ لینا ان بڑی بوڑھی عورتوں کے لئے جائز تو ہے مگر تاہم افضل یہی ہے کہ چادروں اور برقعوں میں ہی رہیں۔ اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى
اندھے پر لنگڑے پر بیمار پر اور
الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ
خود تم پر مطلقاً کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے
حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ
گھروں سے کھا لو
تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ
یا اپنے باپوں کے گھروں
اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ
سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے
اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ
یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں
اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ
کے گھروں سے یا چچاؤں کے گھروں سے
اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ
یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے
اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ
گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے
مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ لَيْسَ
جنکی کنجیوں کے مالک تم ہو یا اپنے دوستوں کے گھروں سے کھا لو، تم پر
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا
اس میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم سب ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ یا
اَوْ اَشْتَاتًا فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا
الگ الگ، پس جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے
فَسَلِّمُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً
والوں کو سلام کر لیا کرو، دعائے خیر ہے جو بابرکت اور
مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً
پاکیزہ ہے خدا کی طرف سے نازل شدہ یوں ہی
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
اللہ تعالیٰ کھول کھول کر تم سے اپنے احکام
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۶۱)
بیان فرما رہا ہے تاکہ تم سمجھ لو۔

اس آیت میں جس حرج کے نہ ہونے کا ذکر ہے اس کی بابت حضرت عطا وغیرہ تو فرماتے ہیں مراد اس سے اندھے لولے لنگڑے کا جہاد میں نہ آنا ہے، جیسے کہ سورۂ فتح میں ہے تو یہ لوگ اگر جہاد میں شامل نہ ہوں تو ان پر بوجہ ان کے معقول شرعی عذر کے کوئی حرج نہیں، سورۂ براۃ میں ہے لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ الخ بوڑھے بڑوں پر اور بیماروں پر اور مفلسوں پر جب کہ وہ تہ دل سے دین خدا کے اور رسول خدا کے خیر خواہ ہوں کوئی حرج نہیں بھلے لوگوں پر کوئی سرزنش نہیں اللہ غفور و رحیم ہے، ان پر بھی اسی طرح کوئی حرج نہیں جو سواری نہیں پاتے اور تیرے پاس آتے ہیں تو تیرے پاس سے بھی انہیں سواری نہیں مل سکتی الخ حضرت سعید وغیرہ فرماتے ہیں لوگ اندھوں لولوں لنگڑوں اور بیماروں کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج جانتے تھے کہ ایسا نہ ہو وہ کھا نہ سکیں اور ہم زیادہ کھا لیں یا اچھا اچھا کھا لیں تو اس آیت میں انہیں اجازت ملی کہ اس میں تم پر کوئی حرج نہیں، بعض لوگ گھن کر کے بھی ان کے ساتھ کھانے کو

نہیں بیٹھتے تھے یہ جاہلانہ عادتیں شریعت نے اٹھا دیں مجاہدؒ سے مروی ہے کہ لوگ ایسے لوگوں کو اپنے باپ بھائی بہن وغیرہ قریبی رشتہ داروں کے ہاں پہنچا آتے تھے کہ وہ وہاں کھالیں یہ لوگ اس سے عار کرتے کہ ہمیں اوروں کے گھر لے جاتے ہیں اس پر یہ آیت اتری، سدیؒ کا قول ہے کہ انسان جب اپنے بہن بھائی وغیرہ کے گھر جاتا وہ نہ ہوتے اور عورتیں کوئی کھانا انہیں پیش کرتیں تو یہ اسے نہیں کھاتے تھے کہ مرد تو ہیں نہیں نہ ان کی اجازت ہے تو جناب باری نے اس کے کھالینے کی رخصت عطا فرمائی، یہ جو فرمایا کہ خود تم پر بھی حرج نہیں یہ تو ظاہر ہی تھا بیان اس کا اس لئے کیا گیا، کہ اور چیز کا اس پر عطف ہو اور اس کے بعد کا بیان اس حکم میں برابر ہو۔ بیٹوں کے گھروں کا بھی یہی حکم ہے گو لفظوں میں بیان نہیں یا لیکن ضمناً ہے بلکہ اسی آیت سے استدلال کر کے بعضوں نے کہا ہے کہ بیٹے کا مال بمنزلہ باپ کے مال کے ہے مسند اور سنن میں کئی سندوں سے حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے، اور جن لوگوں کے نام آتے ہیں ان سے استدلال کر کے بعض نے کہا ہے کہ قرابت داروں کا نان نفقہ بعض کا بعض پر واجب ہے جیسے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کے مذہب کا مشہور مقولہ ہے جس کی کنجیاں تمہاری ملکیت میں ہیں اس سے مراد غلام اور داروغہ ہیں کہ وہ اپنے آقا کے مال سے حسب ضرورت و دستور کھا پی سکتے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں جاتے تو ہر ایک کی چاہت یہی ہوتی کہ ہم بھی آپ کے ساتھ جائیں جاتے ہوئے اپنے خاص دوستوں کو اپنی کنجیاں دے جاتے اور ان سے کہہ دیتے کہ جس چیز کے کھانے کی تمہیں ضرورت ہو ہم تمہیں رخصت دیتے ہیں لیکن تاہم یہ لوگ اپنے تئیں امین سمجھ کر اور اس خیال سے کہ مبادا ان لوگوں نے بادل ناخواستہ اجازت دی ہو کسی کھانے پینے کی چیز کو نہ چھوتے اس پر یہ حکم نازل ہوا، پھر فرمایا کہ تمہارے دوستوں کے گھروں سے بھی کھا لینے میں تم پر کوئی پکڑ نہیں جب کہ تمہیں علم ہو کہ وہ اس سے برا نہ مانیں گے اور ان پر یہ شاق نہ گذرے گا، قتادہؒ فرماتے ہیں تو جب اپنے دوست کے ہاں جائے تو اس کی بلا اجازت اس کے کھانے کو کھا لینے کی تجھے رخصت ہے، پھر فرمایا تم پر ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں اور جدا جدا ہو کر کھانے میں بھی کوئی گناہ نہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اتری یعنی ایمان والو ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ تو صحابہؓ نے آپس میں کہا کہ کھانے پینے کی چیزیں بھی مال ہیں تو ہمیں یہ بھی حلال نہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ کھائیں چنانچہ وہ اس سے بھی رک گئے اس پر یہ آیت اتری اسی طرح تنہا خوری سے بھی کراہت کرتے تھے جب تک کوئی ساتھ نہ ہو نہ کھاتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں دونوں باتوں کی اجازت دی یعنی دوسروں کے ساتھ کھانے کی اور تنہا کھانے کی، قبیلۂ بنو کنانہ کے لوگ خصوصیت سے اس مرض میں مبتلا تھے، بھوکے ہوتے تھے لیکن جب تک ساتھ کھانے والا کوئی نہ ہو کھاتے نہ تھے سواری پر سوار ہو کر ساتھ کھانے والے کی تلاش میں نکلتے تھے، پس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنہا کھانے کی رخصت نازل فرما کر جاہلیت کی اس سخت رسم کو مٹا دی، اس آیت میں گو تنہا کھانے کی رخصت ہے لیکن یہ یاد رہے کہ لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا افضل ہے اور زیادہ برکت بھی اسی میں ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے آن کر کہا یا رسول اللہ ہم کھاتے تو ہیں لیکن آسودگی حاصل نہیں ہوتی آپ نے فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو گے جمع ہو کر ایک ساتھ بیٹھ کر اللہ کا نام لے کر کھاؤ تو تمہیں برکت دی جائے گی، ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا

مل کر کھاؤ تنہا نہ کھاؤ برکت مل بیٹھنے میں ہے، پھر تعلیم ہوئی کہ گھروں میں سلام کر کے جایا کرو، حضرت جابر رضہ کا فرمان ہے کہ جب تم گھروں میں جایا کرو تو خدا کا سکھایا ہوا با برکت بھلا سلام کیا کرو میں نے تو آزمایا ہے کہ یہ سراسر برکت ہے، ابن طاؤس فرماتے ہیں تم میں سے جو گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کہے، حضرت عطاء رح سے پوچھا گیا کہ کیا یہ واجب ہے؟ فرمایا مجھے تو یاد نہیں کہ اس کے وجوب کا قائل کوئی ہو لیکن ہاں مجھے تو یہ بہت ہی پسند ہے کہ جب گھر میں جاؤ سلام کر کے جاؤ میں تو اسے کبھی نہیں چھوڑتا ہاں یہ اور بات ہے کہ بھول جاؤں، مجاہد رح فرماتے ہیں جب مسجد میں جاؤ تو کہو اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اور جب اپنے گھر میں جاؤ تو اپنے بال بچوں کو سلام کرو اور جب کسی ایسے گھر میں جاؤ جہاں کوئی نہ ہو تو اس طرح کہو اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ یہ بھی مروی ہے کہ یوں کہو بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَّبِّنَا اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، حضرت قتادہؒ کہتے ہیں اپنے گھر والوں کے پاس سلام کر کے جاؤ اور غیر آباد گھروں میں جاتے ہوئے یوں سلام کرو، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ یہی حکم دیا جا رہا ہے ایسے وقتوں میں تمہارے سلام کا جواب خدا کے فرشتے دیتے ہیں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ باتوں کی وصیت کی ہے فرمایا ہے اے انس کامل وضو کرو تمہاری عمر بڑھے گی جو میرا امتی ملے سلام کرو نیکیاں بڑھیں گی گھر میں سلام کر کے جایا کرو گھر کی خیریت بڑھے گی۔ ضحیٰ کی نماز پڑھتے رہو تم سے اگلے لوگ خدا والے بن گئے تھے ان کا یہی طریقہ تھا، اے انس چھوٹوں پر رحم کرو بڑوں کی عزت و توقیر کرو تو قیامت کے دن میرا ساتھی ہوگا۔ پھر فرماتا ہے دعائے خیر ہے جو خدا کی طرف سے تمہیں تعلیم کی گئی ہے، برکت والی اور عمدہ ہے، ابن عباس رضہ فرماتے ہیں میں نے تو التحیات قرآن سے ہی سیکھی ہے نماز کی التحیات یوں ہے اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اسے پڑھ کر نمازی کو اپنے لئے دعا کرنی چاہئے۔ پھر سلام پھیر دے۔ انہی حضرت ابن عباس رضہ سے مرفوعاً صحیح مسلم شریف میں اس کے سوا بھی مروی ہے واللہ اعلم اس سورت کے احکام کا ذکر کر کے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سامنے اپنے واضح احکام مفید فرمان کھول کھول کر اسی طرح بیان فرمایا کرتا ہے تاکہ وہ غور و فکر کریں سوچیں سمجھیں اور عقلمندی حاصل کریں۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا

باایمان لوگ تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر

بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ

یقین رکھتے ہیں اور جب کسی ایسے معاملہ میں

عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ

جسمیں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہوتی ہے نبی کیساتھ ہوتے ہیں تو جبتک

يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ

آپ سے اجازت نہ لیں کہیں نہ جاتے، جو لوگ ایسے موقع

يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

پر تجھ سے اجازت لے لیتے ہیں حقیقت میں یہی ہیں جو اللہ پر

يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا

اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں، پس جب ایسے لوگ

اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن

تجھ سے اپنے کسی کام کیلئے اجازت طلب کریں تو تو ان میں سے جسے چاہے

لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ

اجازت دیدیا کر اور ان کے لئے خدا سے بخشش کی دعا مانگا کر،

إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٢﴾

بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ایک ادب اور بھی سکھاتا ہے کہ جیسے آتے ہوئے اجازت مانگ کر آتے ہو ایسے ہی جانے کے وقت بھی میرے نبی سے اجازت مانگ کر جاؤ۔ خصوصاً ایسے وقت جب کہ مجمع ہو اور کسی ضروری امر پر مجلس ہوئی ہو مثلاً نماز جمعہ ہے یا نماز عید ہے یا جماعت ہے یا کوئی مجلس شوریٰ ہے وغیرہ تو ایسے موقعوں پر جب تک حضور ﷺ سے اجازت نہ لے لو ہرگز ادھر ادھر نہ جاؤ مومن کامل کی ایک نشانی یہ بھی ہے، پھر اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ جب یہ اپنے کسی ضروری کام کے لئے آپ سے اجازت چاہیں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیا کریں اور ان کے لئے طلب بخشش کی دعائیں بھی کرتے رہیں، ابوداؤد وغیرہ میں ہے جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں جائے تو اہل مجلس پر سلام کرلیا کرے اور جب وہاں سے آنا چاہے تو بھی سلام کرلیا کرے، آخری دفعہ کا سلام پہلی دفعہ کے سلام سے کچھ کم نہیں یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام صاحب نے اسے حسن فرمایا ہے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ

تم اللہ کے نبی کے بلانے کو ایسا معمولی بلاوا نہ کرلو جیسے

كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ

آپس میں ایک کا ایک کو ہوتا ہے، تم میں سے انہیں

اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ

خدا خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے سرک جاتے ہیں

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ

سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا

اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ

چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے

يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾

یا انہیں کوئی دکھ کی مار نہ پڑے۔

لوگ حضور ﷺ کو جب بلاتے تو آپ کے نام یا کنیت سے معمولی طور پر جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس گستاخی سے منع فرمایا کہ نام نہ لو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہہ کر پکارو، تاکہ آپ کی بزرگی اور عزت و ادب کا پاس رہے اسی کے مثل آیت لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا ہے اور اسی جیسی آیت لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ ہے یعنی ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز پر بلند نہ کرو آپ کے سامنے اونچی اونچی آوازوں سے نہ بولو جیسے کہ بے تکلفی سے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو اگر ایسا کیا تو سب اعمال غارت ہو جائیں گے اور پتہ بھی نہ چلے گا الخ یہاں تک کہ فرمایا جو لوگ تجھے حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں کے اکثر بے عقل ہیں اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا پس یہ سب آداب سکھائے گئے کہ آپ سے خطاب کس طرح کریں، آپ سے بات چیت کس طرح کریں آپ کے سامنے کس طرح بولیں چالیں بلکہ پہلے تو آپ سے سرگوشیاں کرنے کے لئے صدقہ کرنے کا بھی حکم تھا، ایک مطلب تو اس آیت کا یہ ہوا، دوسرا مطلب یہ ہے کہ رسول ﷺ کی دعا کو تم آپس کی اپنی دعاؤں کی طرح نہ سمجھو آپ کی دعا تو مقبول و مستجاب ہے خبردار کبھی ہمارے نبی کو تکلیف نہ دینا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے منہ سے کوئی کلمہ نکل جائے تو تہس نہس ہو جاؤ اس سے اگلے جملے کی تفسیر میں مقاتل بن حیان فرماتے ہیں جمعہ کے دن خطبے میں بیٹھا رہنا منافقوں پر بہت بھاری پڑتا تھا اور مسجد میں آجانے اور خطبہ شروع ہو جانے کے بعد کوئی شخص بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے نہیں جاسکتا تھا جب کسی کو کوئی ایسی ہی ضرورت ہوتی تو اشارے سے آپ سے اجازت چاہتا اور آپ اجازت دیدیتے اس لئے کہ خطبے کی حالت میں بولنے سے جمعہ باطل ہو جاتا ہے تو یہ منافق آڑ ہی آڑ میں نظریں بچا کر سرک جاتے تھے، سدی فرماتے ہیں جماعت میں جب یہ منافق ہوتے تو ایک

دوسرے کی آڑ میں بھاگ جاتے، خدا کے پیغمبر سے اور خدا کی کتاب سے ہٹ جاتے صف سے نکل جاتے خلاف پر آمادہ ہو جاتے جو لوگ امرِ رسول کا سنتِ رسول کا فرمانِ رسول کا طریقہ رسول کا شرعِ رسول کا خلاف کریں وہ سزایاب ہونگے انسان کو اپنے اقوال و افعال رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور حدیثوں سے ملانے چاہئیں جو موافق ہوں اچھے ہیں جو موافق نہ ہوں مردود ہیں بخاری مسلم میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں جو ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے ظاہر یا باطن میں جو بھی شریعتِ محمدیہؐ کے خلاف کرے اس کے دل میں کفر و نفاق بدعت و برائی کا بیج بو دیا گیا ہے یا اسے سخت عذاب ہوتا ہے یا تو دنیا میں ہی قتل قید حد وغیرہ سے یا آخرت میں عذاب اخروی سے، مسند احمد میں حدیث ہے حضورؐ فرماتے ہیں میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی جب وہ روشن ہوئی تو پتنگوں اور پروانوں کا اجتماع ہو گیا اور وہ دھڑا دھڑ اس میں گرنے لگے اب انہیں ہر چند روک رہا ہے لیکن وہ ہیں کہ شوق سے اس میں گرے جاتے ہیں اور اس شخص کے روکتے سے نہیں رکتے یہی حالت میری اور تمہاری ہے کہ تم آگ میں گرنا چاہتے ہو اور میں تمہاری کولیاں بھر بھر کر تمہیں اس سے روک رہا ہوں کہ آگ میں نہ گھسو آگ سے بچو لیکن تم میری نہیں مانتے اور اس آگ میں گھسے چلے جا رہے ہو۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

آگاہ ہو جاؤ کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے

قَدْ یَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ ؕ وَیَوْمَ

جس روش پر تم ہو وہ اسے بخوبی جانتا ہے۔ جس دن یہ سب

یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا

لوٹائے جائیں گے اس دن ان کو ان کے کئے سے وہ

عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿٦٤﴾ ع

خبردار کر دے گا، اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

مالک زمین و آسمان عالم غیب و حاضر بندوں کے چھپے کھلے اعمال کا جاننے والا اللہ ہی ہے قَدْ یَعْلَمُ میں قَدْ تحقیق کے لئے ہے جیسے اس سے پہلے کی آیت قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ میں اور جیسے قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ میں اور جیسے قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ میں اور جیسے قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ میں اور جیسے قَدْ نَرٰی میں اور جیسے مؤذن کہتا ہے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ تو فرماتا ہے کہ جس حال پر تم ہو جن اعمال و عقائد کے تم ہو خدا پر خوب روشن ہے، آسمان و زمین کا ایک ذرہ بھی خدا پر پوشیدہ نہیں، جو عمل تم کرو جو حالت تمہاری ہو اس خدا پر عیاں ہے، کوئی ذرہ اس سے چھپا ہوا نہیں ہر چھوٹی بڑی چیز کتاب مبین میں محفوظ ہے بندوں کے تمام خیر و شر کا وہ عالم ہے کپڑوں میں ڈھک جاؤ چھپ کر کچھ کرو ہر پوشیدگی اور ظاہر اس پر یکساں ہیں سرگوشیاں اور بلند آواز کی باتیں اس کے کانوں میں ہیں تمام جانداروں کا روزی رساں وہی ہے ہر ایک جاندار کے ہر حال کو جاننے والا وہی ہے اور سب لوحِ محفوظ میں پہلے سے ہی درج ہے غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی اور نہیں جانتا خشکی تری کی ہر ہر چیز کو وہ جانتا ہے کسی پتے کا جھڑنا اس کے علم سے باہر نہیں زمین کے اندھیریوں کے اندر کا دانہ اور کوئی تر و خشک چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں جب مخلوق اللہ کی طرف لوٹائی جائے گی اس وقت ان کے سامنے ان کی چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور بدی پیش کر دی جائیگی تمام اگلے پچھلے اعمال دیکھ لے گا، عمل نامے کو ڈرتا ہوا دیکھیگا اور اپنی پوری سوانح عمری اس میں پا کر حیرت زدہ ہو کر کہیگا کہ یہ کیسی کتاب ہے جس نے بڑی تو بڑی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی نہیں چھوڑی جو جس نے کیا تھا وہ وہاں موجود پائیگا، تیرے

رب کی ذات ظلم سے پاک ہے آخر میں فرمایا خدا بڑا ہی دانا ہے ہر چیز اس کے علم میں ہے ۔

الحمدللہ سورۂ نور کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ فرقان مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بڑے مہربان بہت ہی رحمت والے اللہ کے نام سے شروع

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی

بہت بابرکت ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا

عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ﴿۱﴾

تاکہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے۔

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اسی خدا کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی

وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ

وہ کوئی اولاد نہیں رکھتا نہ اس کی سلطنت میں کوئی

شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ

اس کا ساجھی ہے ہر چیز کو اس نے پیدا

كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ﴿۲﴾

کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھیرا دیا ہے ۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا بیان فرماتا ہے تاکہ لوگوں پر اس کی بزرگی عیاں ہو جائے کہ اس نے اس پاک کلام کو اپنے بندے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے سورۂ کہف کے شروع میں بھی اپنی حمد اسی وصف سے بیان کی ہے یہاں اپنی ذات کا بابرکت ہونا بیان فرمایا اور یہی وصف بیان کیا، یہاں لفظ نَزَّلَ فرمایا جس سے بار بار بہ کثرت اترنا ثابت ہوتا ہے جیسے فرمان ہے وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ پس پہلی کتابوں کو لفظ اَنْزَلَ سے اور اس آخری کتاب کو لفظ نَزَّلَ سے بیان فرمانا اسی لئے ہے کہ پہلی کتابیں ایک ساتھ اترتی رہیں اور قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت اترتا رہا کبھی کچھ آیتیں کبھی کچھ سورتیں کبھی کچھ احکام اس میں ایک بڑی حکمت یہ بھی تھی کہ لوگوں کو اس پر عمل مشکل نہ ہو پڑے اور خوب یاد ہو جائے اور مان لینے کے لئے دل کھل جائے جیسے کہ اسی سورت میں فرمایا ہے کہ کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن کریم اس نبی پر ایک ساتھ کیوں نہ اترا؟ جواب دیا گیا ہے کہ اس طرح اس لئے اترا کہ اس کے ساتھ تیری دل بستگی رہے۔ اور ہم نے ٹھیرا ٹھیرا کر نازل فرمایا یہ جو بھی بات بنائیں گے ہم اس کا صحیح اور جچا تلا جواب دیں گے جو خوب تفصیل والا ہوگا یہی وجہ ہے کہ یہاں اس آیت میں اس کا نام فرقان رکھا اس لئے کہ یہ حق و باطل میں ہدایت و گمراہی میں فرق کرنے والا ہے اس سے بھلائی برائی میں حلال حرام میں تمیز ہوتی ہے، قرآن کریم کی یہ پاک صفت بیان فرما کر جس پر قرآن اترا ان کی ایک پاک صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ خاص اس کی عبادت میں لگے رہنے والے ہیں اس کے مخلص بندے ہیں، یہ وصف سب سے اعلیٰ وصف ہے اسی لئے بڑی بڑی نعمتوں کے بیان کے موقعہ پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی وصف بیان فرمایا گیا ہے، جیسے معراج کے موقعہ پر فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ، اور جیسے اپنی خاص عبادت نماز کے موقعہ پر فرمایا وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ۔ اور جب بندۂ خدا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی عبادت کرنے کھڑے ہوتے ہیں الخ یہی وصف قرآن کریم کے اترنے اور آپ کے پاس بزرگ فرشتے کے آنے کے اکرام کے بیان کے موقعہ پر بیان فرمایا، پھر ارشاد ہوا کہ اس پاک کتاب کا آپ کی طرف اترنا اس لئے ہے کہ آپ تمام جہان کے لئے آگاہ کرنے والے بن جائیں ایسی کتاب جو سراسر حکمت و ہدایت والی ہے جو مفصل معظم مبین اور محکم ہے جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا

جو حکیم و حمید خدا کی طرف سے اتاری ہوئی ہے آپ اس کی تبلیغ دنیا بھر میں کر دیں ہر سرخ و سفید کو ہر دور و نزدیک والے کو خدا کے عذابوں سے ڈرا دیں جو بھی آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے اس کی طرف آپ کی رسالت ہے جیسے کہ خود حضور علیہ السلام کا فرمان ہے میں تمام سرخ و سفید انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور فرمان ہے مجھے پانچ باتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا لیکن میں تمام دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں، خود قرآن میں ہے قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا اے نبی اعلان کر دو کہ اے دنیا کے لوگو میں تم سب کی طرف خدا کا پیغمبر ہوں پھر فرمایا کہ مجھے رسول بنا کر بھیجنے والا مجھ پر یہ پاک کتاب اتارنے والا رب وہ خدا ہے جو آسمان و زمین کا تنہا مالک ہے جو جس کام کو کرنا چاہے اُسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتا ہے وہی مارتا اور جلاتا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں نہ اس کا کوئی شریک ہے ہر چیز اسی کی مخلوق اور اسی کی زیر پرورش ہے سب کا خالق مالک رزاق معبود رب وہی ہے، ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا اور تدبیر کرنے والا وہی ہے ؞

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ
ان لوگوں نے خدا کے سوا جنہیں اپنے معبود ٹھہرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو
شَيْـًٔـا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ
پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کردہ شدہ ہیں یہ تو اپنی جان کے
لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ
نقصان نفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے
مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ③
موت و حیات کے اور دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک نہیں ؞

مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ خالق مالک قادر مختار بادشاہ کو چھوڑ کر ان کی عبادتیں کرتے ہیں جو ایک مچھر کا پر بھی نہیں بنا سکتے بلکہ وہ خود خدا کے بنائے ہوئے اور اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، وہ اپنے تئیں بھی کسی نفع نقصان کے پہنچانے کے مالک نہیں چہ جائیکہ دوسرے کا بھلا کر دیں یا دوسرے کا نقصان کر دیں، یا دوسری کوئی بات کر سکیں وہ اپنی موت زلیست کا یا دوبارہ جی اٹھنے کا بھی اختیار نہیں رکھتے پھر اپنی عبادت کرنے والوں کی ان چیزوں کے مالک وہ کیسے ہو جائیں گے؟ بات یہی ہے کہ ان تمام کاموں کا مالک اللہ ہی ہے وہی جلاتا اور مارتا ہے وہی اپنی تمام مخلوق کو قیامت کے دن نئے سرے سے پیدا کرے گا اس پر یہ کام مشکل نہیں، ایک کا پیدا کرنا اور سب کو پیدا کرنا ایک کو موت کے بعد زندہ کرنا اور سب کو کرنا اس پر یکساں اور برابر ہے ایک آنکھ جھپکانے میں اس کا حکم پورا ہو جاتا ہے صرف ایک آواز کے ساتھ تمام مری ہوئی مخلوق زندہ ہو کر اس کے سامنے ایک چٹیل میدان میں کھڑی ہو جائے گی، اور آیت میں فرمایا ہے صرف ایک دفعہ کی ایک آواز ہوگی کہ ساری مخلوق ہمارے سامنے حاضر ہو جائے گی، وہی معبود برحق ہے اس کے سوا نہ کوئی رب ہے نہ لائق عبادت ہے اس کا چاہا ہوتا ہے بے اس کے چاہے کچھ بھی نہیں ہوتا، وہ ماں باپ سے لڑکی لڑکوں سے عدیل و بدیل سے وزیر و نظیر سے شریک و سہیم سے پاک ہے وہ احد و صمد ہے وہ لم یلد ولم یولد ہے اس کی کفو کا کوئی نہیں ؞ ؞

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ
کافر کہنے لگے کہ یہ تو بس خود اسی کا گھڑا گھڑایا
اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ
جھوٹ ہے جس پر اور لوگوں نے بھی اس کی ہمت افزائی
قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَاۗءُوْ ظُلْمًا
کی ہے۔ دراصل یہ کافر بڑے ہی ظلم اور سر تا سر جھوٹ کے

وَزُوْرًا ﴿۴﴾ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ
مرتکب ہوتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو اگلوں کے افسانے ہیں
اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً
جو اس نے لکھو رکھے ہیں بس وہی صبح شام اس کے سامنے
وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ
پڑھے جاتے ہیں، جواب دے کہ اسے تو اس خدا نے اتارا ہے جو
يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
آسمان و زمین کی تمام پوشیدگیوں کو جانتا ہے بیشک
اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾
وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

مشرکین کی ایک جہالت اوپر کی آیتوں میں بیان ہوئی جو ذاتِ خدا کی نسبت تھی یہاں دوسری جہالت بیان ہو رہی ہے جو ذاتِ رسول کی نسبت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو تو اس نے اوروں کی مدد سے خود ہی جھوٹ موٹ گھڑ لیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ہے ان کا ظلم اور جھوٹ جس کے باطل ہونے کا خود انہیں بھی علم ہے، کہتے ہیں لیکن خود اپنی معلومات کے بھی خلاف کہتے ہیں۔ کبھی ہانک لگانے لگتے ہیں کہ یہ اگلی کتابوں کے قصے اس نے لکھوا لئے ہیں وہی صبح شام اس کی مجلس میں پڑھے جا رہے ہیں یہ جھوٹ بھی وہ ہے جس میں کسی کو کوئی شک نہ ہو سکے اس لئے کہ صرف اہل مکہ ہی نہیں بلکہ دنیا جانتی ہے کہ ہمارے نبی اُمی تھے نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا چالیس سال کی نبوت سے پہلے کی زندگی آپ نے انہی لوگوں میں گذاری تھی اور وہ اس طرح کہ اتنی مدت میں ایک واقعہ بھی آپ کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہ تھا جس پر کوئی انگلی اٹھا سکے ایک ایک وصف آپ کا وہ تھا جس پر زمانہ شیدا تھا جس پر اہل مکہ رشک کرتے تھے۔ آپ کی عام مقبولیت اور محبوبیت بلند اخلاق اور خوش معاملگی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ ہر ہر دل میں آپ کے لئے جگہ تھی۔ عام زبانیں آپ کو محمد امین کے پیارے خطاب سے پکارتی تھیں دنیا آپ کے قدموں تلے آنکھیں بچھاتی تھی۔ کونسا دل تھا جو محمد کا گھر نہ ہو؟ کونسی آنکھ تھی جس میں احمد کی عزت نہ ہو؟ کونسا مجمع تھا جس میں آپ کا ذکر خیر نہ ہو؟ کون وہ شخص تھا جو آپ کی بزرگی صداقت امانت نیکی اور بھلائی کا قائل نہ ہو؟ پھر جب کہ خدا کی بلند ترین عزت سے آپ معزز کئے گئے آسمانی وحی کے آپ امین بنائے گئے تو صرف باپ دادوں کی روش کو پامال ہوتے ہوئے دیکھ کر یہ بے وقوف بے پیندے کی بدھنی کی طرح لڑھک گئے تھالی کے بینگن کی طرح ادھر سے ادھر ہونے لگے باتیں بنانے اور عیب جوئی کرنے، لیکن جھوٹ کے پاؤں کہاں کبھی آپ کو شاعر کہتے کبھی ساحر کبھی مجنون اور کبھی کذاب حیران تھے کہ کیا کہیں؟ اور کس طرح اپنی جاہلانہ روش کو باقی رکھیں؟ اور اپنے معبودانِ باطل کے جھنڈے اوندھے نہ ہونے دیں؟ اور کس طرح ظلمت کدۂ دنیا کو نورِ خدا سے نہ جگمگانے دیں؟۔ اب انہیں جواب ملتا ہے کہ قرآن کی سچی مطابقِ واقع اور حق خبریں خدا کی دی ہوئی ہیں جو عالم الغیب ہے جس سے ایک ذرہ پوشیدہ نہیں جو گذشتہ کا بیان اس میں ہے جو آئندہ کی خبر اس میں ہے سچ ہے، خدا کے سامنے ہو چکی ہوئی اور ہونے والی بات یکساں ہے وہ غیب کو بھی اسی طرح جانتا ہے جس طرح ظاہر کو اس کے بعد اپنی شانِ غفاریت کو اور شانِ رحم و کرم کو بیان فرماتی تاکہ بد لوگ بھی اس سے مایوس نہ ہوں کچھ بھی کیا ہو اب بھی اس کی طرف جھک جائیں توبہ کریں اپنے کئے پر پچھتائیں نادم ہوں اور رب کی رضا چاہیں، رحمت رحیم کے قربان جائیے کہ ایسے سرکش دشمنِ خدا و رسول ایسے بہتان باز اس قدر ایذائیں دینے والے لوگوں کو بھی اپنی عام رحمت کی دعوت دیتا ہے اور اپنے کرم کی طرف انہیں بلاتا ہے وہ خدا کو برا

کہیں وہ رسولوں کو برا کہیں وہ کلام خدا پر باتیں بنائیں اور
خدائے تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کی طرف رہنمائی کرے اپنے
فضل وکرم کی طرف دعوت دے، اسلام اور ہدایت ان پر
پیش کرے، بھلی بھلی باتیں ان کو سمجھائے، چنانچہ اور آیت
میں عیسائیوں کی تثلیث پرستی کا ذکر کر کے ان کی سزا کا بیان
کرکے فرمایا اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰهِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰهُ
غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ یہ لوگ کیوں اللہ سے توبہ نہیں کرتے؟ اور
کیوں اس کی طرف جھک کر اس سے اپنے گناہوں کی معافی
طلب نہیں کرتے؟ وہ تو بڑا ہی بخشنہار اور بہت ہی مہربان
ہے۔ مؤمنوں کو ستانے اور ان کو فتنے میں ڈالنے والوں کا
ذکر کر کے سورۂ بروج میں فرمایا کہ اگر ایسے لوگ بھی توبہ کرلیں
اپنے برے کاموں سے ہٹ جائیں تو میں بھی ان پر سے اپنے
عذاب ہٹالوں گا اور رحمتوں میں نوازدوں گا، امام حسن
بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کس مزے کی بات بیان فرمائی ہے
آپ فرماتے ہیں خدا کے رحم وکرم کو دیکھو یہ لوگ اس کے
نیک چہیتے بندوں کو ستائیں ماریں پیٹیں قتل کریں اور وہ
انہیں توبہ کی طرف اور اپنے رحم وکرم کی طرف بلائے
فسبحانہ ما اعظم شانہٗ

ع ۱

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ
کہنے لگے کہ یہ کیسا رسول ہے؟ کہ کھانا کھاتا ہے
وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ ۭ لَوْلَا أُنْزِلَ
اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس کے پاس کوئی فرشتہ
إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ
کیوں نہیں بھیجا جاتا؟ کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہوکر
نَذِيْرًا ۝٧ أَوْ يُلْقٰى إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ
ڈرانے والا بن جاتا یا اس کے پاس کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا
تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّأْكُلُ مِنْهَا ۭ
اس کا کوئی باغ ہی ہوتا جس میں سے یہ کھاتا، یہ

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ إِنْ تَتَّبِعُوْنَ إِلَّا
ظالم کہنے لگے کہ تم تو ایسے آدمی کے پیچھے ہو لیے ہو جسپر
رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝٨ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا
جادو کر دیا گیا ہے، خیال تو کرو کہ یہ لوگ تیری نسبت کیسی کیسی
لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
باتیں بناتے پھرتے ہیں جس سے خود ہی بہک رہے ہیں اور کسی طرح راہ پر
سَبِيْلًا ۝٩ تَبٰرَكَ الَّذِيْ إِنْ شَآءَ
نہیں آسکتے، خدا تو ایسا بابرکت ہے کہ اگر چاہے تجھے
جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ
بہت سے ایسے باغات عنایت فرمادے جو ان کے کہے ہوئے باغ سے
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ
بہت ہی بہتر جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں اور تجھے
لَّكَ قُصُوْرًا ۝١٠ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ
بہت سے پختہ محل بھی دیدے بات یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھ
وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ
رہے ہیں اور قیامت کے جھٹلانے والوں کے لئے ہم نے بھڑکتی ہوئی دوزخ
سَعِيْرًا ۝١١ إِذَا رَأَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ
تیار کر رکھی ہے جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی یہ
بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝١٢
اس کا غصے سے جھنجھلانا اور چلانا سننے لگیں گے
وَإِذَآ أُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا
اور جب کہ یہ جہنم کی کسی تنگ وتار جگہ میں مشکیں کس کر پھینک
مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝١٣
دیئے جائیں گے تو وہاں اپنے لئے موت ہی موت پکارنے لگیں گے
لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا
آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ
وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝١٤
بہت سی موتوں کو پکارو۔

اس حماقت کو ملاحظہ فرمائیے کہ رسول کی رسالت کے انکار

کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کھانے پینے کا محتاج کیوں ہے؟
اور بازاروں میں تجارت اور لین دین کے لئے آتا جاتا کیوں
ہے؟ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ کہ وہ
اس کے دعوے کی تصدیق کرتا اور لوگوں کو اس کے دین کی
طرف بلاتا اور عذاب خدا سے آگاہ کرتا، فرعون نے یہ بھی
کہا تھا کہ فَلَوْلَآ اُلْقِیَ عَلَیْہِ اَسْوِرَۃٌ مِّنْ ذَھَبٍ الخ اس پر
سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ یا اس کی امداد کے
لئے آسمان سے فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے؟ چونکہ
دل ان تمام کافروں کے یکساں ہیں، حضورؐ کے زمانے
کے کفار نے بھی کہا کہ اچھا یہ نہیں تو اسے کوئی خزانہ ہی
دے دیا جاتا کہ یہ خود بہ آرام اپنی بسر کرتا اور دوسروں
کو بھی دیتا یا اس کے ساتھ کوئی چلتا پھرتا باغ ہوتا کہ یہ
اپنے کھانے پینے سے تو بے فکر ہو جاتا، بیشک یہ سب کچھ
خدا پر آسان ہے لیکن سردست ان چیزوں کے نہ دینے
میں بھی حکمت ہے۔ یہ ظالم مسلمانوں کو بھی بہکاتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے شخص کے پیچھے لگ لئے ہو جس پر
کسی نے جادو کیا ہے، دیکھو تو سہی کہ کیسی بے بنیاد باتیں
بناتے ہیں؟ کسی ایک بات پر جم ہی نہیں سکتے ادھر ادھر
گردشیں لے رہے ہیں کبھی جادوگر کہدیا تو کبھی جادو کیا ہوا
بتا دیا، کبھی شاعر کہدیا کبھی جن کا سکھایا ہوا کہدیا کبھی
کذاب کہا کبھی مجنوں۔ حالانکہ یہ سب باتیں محض لغو ہیں
اور ان کا غلط ہونا اس سے بھی واضح ہے کہ خود ان
میں تضاد ہے کسی ایک بات پر خود ان مشرکین کا اعتماد
نہیں۔ گھڑتے ہیں پھر چھوڑتے ہیں پھر گھڑتے ہیں پھر بدلتے
ہیں کسی ٹھیک بات پر جمتے ہی نہیں، جدھر متوجہ ہوتے
ہیں وہ بھولتے ہیں اور ٹھوکریں کھاتے ہیں حق تو ایک
ہوتا ہے اس میں تخالف اور تعارض نہیں ہو سکتا، ناممکن
ہے کہ یہ لوگ ان بھول بھلیوں سے نکل سکیں، بیشک
اگر رب چاہے تو جو یہ کافر کہتے ہیں اس سے بہت بہتر

اپنے نبیؐ کو دنیا میں ہی دیدے وہ بڑی برکتوں والا ہے
پتھر سے بنے ہوتے گھر کو عرب قصر کہتے ہیں خواہ وہ بڑا ہو
یا چھوٹا ہو، حضورؐ سے تو جناب باری کی جانب سے فرمایا
گیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو زمین کے خزانے اور یہاں
کی کنجیاں آپ کو دیدی جائیں اور اس قدر دنیا کا مالک
کر دیا جائے کہ کسی اور کو اتنی نہ ملی ہو ساتھ ہی آخرت
کی آپ کی تمام نعمتیں جوں کی توں برقرار ہیں۔ لیکن
آپ نے اسے پسند نہ فرمایا اور جواب دیا کہ نہیں میرے
لئے تو سب کچھ آخرت میں ہی جمع ہو۔ پھر فرماتا ہے
کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں یہ صرف تکبر عناد ضد اور ہٹ کے
طور پر کہتے ہیں یہ نہیں کہ ان کا کہا ہوا ہو جائے تو یہ
مسلمان ہو جائیں گے اس وقت پھر اور کچھ حیلہ بہانہ
ٹٹول نکالیں گے ان کے دل میں تو یہ خیال جما ہوا ہے کہ
قیامت ہونے کی نہیں، اور ایسے لوگوں کے لئے ہم نے
بھی عذاب الیم تیار کر رکھا ہے جو ان کی برداشت سے
باہر ہے جو بھڑکانے اور سلگانے والی جھلس
دینے والی تیز آگ کا ہے، ابھی تو جہنم ان سے سو
سال کے فاصلے پر ہوگی جو اس کی نظریں ان پر اور
اس کی نگاہیں ان پر پڑیں گی وہیں جہنم پیچ و تاب کھائیگی
اور جوش و خروش سے آوازیں نکالے گی جسے یہ بدنصیب
سن لیں گے اور ان کے پران خطا ہو جائیں گے ہوش
جاتے رہیں گے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے جہنم
ان بدکاروں پر دانت پیس رہی ہوگی اور غصے کے مارے
بل بھر رہی ہوگی اور شور مچا رہی ہوگی کہ کب ان کفار کا
نوالہ بناؤں؟ اور کب ان ظالموں سے انتقام لوں؟ سورۂ
تبارک میں ہے جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو دور
ہی سے اس کی خوفناک آوازیں سنیں گے اور وہ ایسی بھڑک
رہی ہوگی کہ ابھی ابھی مارے جوش کے پھٹ پڑے گی،
ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا جو شخص میرا نام لے کر میرے ذمے وہ بات کہے جو میں نے نہ کہی ہو اور جو شخص اپنے ماں باپ کے سوا دوسروں کو اپنا ماں باپ کہے اور جو غلام اپنے آقا کے سوا اور کی طرف اپنی غلامی کی نسبت کرے وہ جہنم کی دونوں آنکھوں کے درمیان اپنا ٹھکانا بنالے لوگوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ کیا جہنم کی بھی آنکھیں ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں کیا تم نے خدا کے کلام کی یہ آیت نہیں سنی اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ الخ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضہ حضرت ربیع وغیرہ کو ساتھ لئے ہوئے کہیں جا رہے تھے راستے میں لوہار کی دوکان آئی آپ وہاں ٹھہر گئے اور لوہا جو آگ میں تپایا جا رہا تھا اسے دیکھنے لگے، حضرت ربیع کا تو برا حال ہوگیا عذاب خدا کا نقشہ آنکھوں تلے پھر گیا قریب تھا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں، اس کے بعد آپ فرات کے کنارے گئے وہاں آپ نے تنور کو دیکھا کہ اس کے بیچ میں آگ شعلے مار رہی ہے بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ آیت نکل گئی، اسے سنتے ہی حضرت ربیع بے ہوش ہو کر گر پڑے چارپائی پر ڈال کر آپ کو گھر پہنچایا گیا صبح سے لے کر دوپہر تک حضرت عبداللہ ان کے پاس بیٹھے رہے اور جاڑ جوئی کرتے رہے لیکن حضرت ربیع کو ہوش نہ آیا ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ جب جہنمی کو جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا جہنم چیخے گی اور ایک ایسی جھرجھری لے گی کہ کل اہل محشر خوف زدہ ہو جائیں گے اور روایت میں ہے کہ بعض لوگوں کو جب دوزخ کی طرف لے چلیں گے دوزخ سمٹ جائے گی اللہ تعالیٰ مالک ورحمٰن اس سے پوچھیگا یہ کیا بات ہے؟ وہ جواب دے گی کہ خدایا یہ تو اپنی دعاؤں میں تجھ سے جہنم سے پناہ مانگا کرتا تھا آج بھی پناہ مانگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ کو رحم آجائے گا حکم ہوگا اسے چھوڑ دو، کچھ اور لوگوں کو لے چلیں گے وہ کہیں گے پروردگار ہمارا گمان تو تیری نسبت یہ نہ تھا اللہ تعالیٰ فرمائیگا پھر تم کیا سمجھ رہے تھے؟ یہ کہیں گے یہی کہ تیری رحمت ہمیں چھپالے گی تیرا کرم ہمارے شامل حال ہوگا تیری وسیع رحمت ہمیں اپنے دامن میں لے لیگی اللہ تعالیٰ ان کی آرزو بھی پوری کرے گا، اور حکم دے دیگا کہ میرے ان بندوں کو بھی چھوڑ دو، کچھ اور لوگ گھسٹتے ہوئے آئیں گے انہیں دیکھتے ہی جہنم ان کی طرف شور مچاتی ہوئی بڑھے گی اور اس طرح جھرجھری لے گی کہ تمام مجمع محشر خوفزدہ ہو جائیگا حضرت عُبید ابن عمر رضہ فرماتے ہیں کہ جب جہنم مارے غصے کے تھرتھرائے گی اور شور وغل اور چیخ پکار اور جوش خروش شروع کرے گی اس وقت تمام مقرب فرشتے اور ذی رتبہ انبیاء کانپنے لگیں گے یہاں تک کہ خلیل خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اور کہنے لگیں گے خدایا میں آج تجھ سے صرف اپنی جان کا بچاؤ چاہتا ہوں اور کچھ نہیں مانگتا۔ یہ لوگ جہنم کے ایسے تنگ وتار مکان میں ٹھونس دیئے جائیں گے، جیسے بھالا کسی سوراخ میں۔ اور روایت میں حضور ﷺ سے اس آیت کی بابت سوال ہونا اور آپ کا یہ فرمانا مروی ہے کہ جیسے کیل دیوار میں بہ مشکل گاڑی جاتی ہے اس طرح ان دوزخیوں کو ٹھونسا جائے گا یہ اُس وقت خوب جکڑے ہوئے ہونگے بال بال بندھا ہوا ہوگا، وہاں وہ موت کو فوت کو ہلاکت کو حسرت کو پکارنے لگیں گے، ان سے کہا جائے گا، ایک موت کو کیوں پکارو؟ کیوں نہ صدہا ہزارہا موتوں کو پکارو؟ مسند احمد میں ہے سب سے پہلے ابلیس کو جہنمی لباس پہنایا جائے گا یہ اسے اپنی پیشانی پر رکھکر پیچھے سے گھسیٹتا ہوا اپنی ذریت کو پیچھے لگائے ہوئے موت وہلاکت کو پکارتا ہوا دوڑتا پھرے گا، اس کے ساتھ ہی اس کی اولاد بھی حسرت وافسوس موت وغارت کو پکار رہے ہوں گے اس وقت ان سے یہ کہا جائے گا۔

ثبورؔ سے مُراد موت ہلاکی ویل حسرت خسارہ بربادی
وغیرہ ہے جیسے کہ حضرت موسیٰ ؑ نے فرعون سے کہا تھا
وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝ اے فرعون میں تو سمجھتا
ہوں کہ تو مٹ کر برباد ہو کر ہی رہے گا، شاعر بھی لفظِ
ثبور کو ہلاکت و بربادی کے معنیٰ میں لاتے ہیں :

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ

پوچھ تو کہ کیا یہ بہتر ہے ؟ یا وہ ہمیشگی والی جنت جس کا

وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً

وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے　　جو ان کا بدلہ ہے

وَّمَصِيْرًا ۝۱۵ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ

اور ان کے لوٹنے کی اصلی جگہ ہے وہ جو چاہیں گے انکے لئے وہاں موجود ہوگا

خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ۝۱۶

ہمیشہ رہنے والے، یہ تو تیرے رب کے ذمّے وعدہ ہے جسکا مطالبہ کیا جا سکتا ہے

اوپر بیان فرمایا ان بدکاروں کا جو ذلّت خواری کے ساتھ
اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے اور سر کے
بل وہاں پھینک دیئے جائیں گے بندھے بندھائے
ہوں گے اور تنگ و تار جگہ ہوں گے نہ چھوٹ سکیں
نہ حرکت کر سکیں نہ بھاگ سکیں نہ نکل سکیں. پھر فرماتا
ہے بتلاؤ یہ اچھے ہیں یا وہ ؟ جو دنیا میں گناہوں سے بچتے
رہے خدا کا ڈر دل میں رکھتے رہے اور آج اس کے بدلے
اپنے اصلی ٹھکانے پہنچ گئے یعنی جنت میں جہاں من
مانی نعمتیں ابدی لذتیں دائمی مسرتیں اُن کے لئے موجود
ہیں عمدہ کھانے اچھے بچھونے بہترین سواریاں پر تکلف
لباس بہت بہتر مکانات بنی سنوری پاکیزہ حوریں راحت
افزا منظر ان کے لئے مہیا ہیں جہاں تک کسی کی نگاہیں
تو کہاں ؟ خیالات بھی نہیں پہنچ سکتے نہ ان رحمتوں
کے بیانات کسی کان میں پہنچے، پھر اُن کے کم ہو جانے
خراب ہو جانے ٹوٹ جانے ختم ہو جانے کا بھی
کوئی خطرہ نہیں نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں نہ وہ

نعمتیں کم ہوں۔ لازوال بہترین زندگی ابدی رحمت ہمیشگی
کی دولت انہیں مل گئی اور ان کی ہو گئی، یہ رب کا احسان
و انعام ہے جو ان پر ہوا اور جس کے یہ مستحق تھے، رب کا
وعدہ ہے جو اس نے اپنے ذمّے کر لیا ہے جو ہو کر رہنے
والا ہے جس کی عدم ایفا نا ممکن ہے جس کا غلط ہونا
محال ہے اُس سے اُس کے وعدے کے پورا کرنے
کا سوال کرو اس سے جنت طلب کرو اسے اس کا
وعدہ یاد دلاؤ۔ یہ بھی اس کا فضل ہے کہ اس کے فرشتے
اس سے دعائیں کرتے ہیں۔ کہ رب العالمین مومن بندوں
سے جو تیرا وعدہ ہے اُسے پورا کر اور انھیں جنت
عدن میں لے جا۔ قیامت کے دن مومن کہیں گے کہ اے
ہمارے پروردگار تیرے وعدے کو سامنے رکھ کر ہم عمل
کرتے رہے آج تو اپنا وعدہ پورا کر، یہاں جہنمیوں کا ذکر
کر کے پھر سوال کے بعد جنتیوں کا ذکر ہوا سورۃ صافات میں
جنتیوں کا ذکر کر کے پھر سوال کے بعد جہنمیوں کا ذکر ہوا کہ کیا
یہی بہتر ہے یا زقوم کا درخت ؟ جسے ہم نے ظالموں کے
لئے فتنہ بنا رکھا ہے جو جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے جس کے
پھل ایسے بدنما ہیں جیسے سانپ کے پھن دوزخی اُسے
کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھرنا پڑے گا پھر کھولتا ہوا
گرم پانی پیپ وغیرہ سے ملا جلا پینے کو دیا جائے گا پھر ان کا
ٹھکانا جہنم ہوگا انہوں نے اپنے دادوں کو گمراہ پایا اور بے
تحاشا اُن کے پیچھے لپکنا شروع کر دیا :

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ

جس دن خدا تعالیٰ انہیں اور سوائے خدا کے جنھیں یہ پوجتے رہے انہیں

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ

جمع کر کے پوچھے گا کہ کیا میرے ان بندوں کو تم نے

عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا

گمراہ کیا　　یا یہ خود ہی راہ سے

السَّبِيلَ ﴿١٧﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ

گم ہو گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ تو پاک ذات ہے خود ہمیں ہی

يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ

یہ زیبا نہ تھا کہ تیرے سوا اوروں کو اپنا کارساز

مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ

بنائے بات یہ ہے کہ تو نے انہیں اور ان کے باپ

وَآبَاءَهُمْ حَتَّى نَسُوا الذِّكْرَ ج وَكَانُوا

دادوں کو آسودگیاں عطا فرمائیں یہاں تک کہ وہ نصیحت بھلا بیٹھے یہ لوگ

قَوْمًا بُورًا ﴿١٨﴾ فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا

تھے ہی ہلاک ہونیوالے، تو انہوں نے تو تمہیں تمہاری تمام باتوں میں

تَقُولُونَ لا فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا

جھوٹا کہا اب نہ تو تم میں عذابوں کے پھیرنے کی طاقت ہے

وَلَا نَصْرًا ج وَمَنْ يَظْلِمْ مِنْكُمْ

نہ مدد کرنے کی، تم میں سے جس جس نے ظلم کیا ہے

نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ﴿١٩﴾

ہم اسے سخت عذاب چکھائیں گے۔

بیان ہو رہا ہے کہ مشرک جن جن کی عبادتیں خدا کے سوا کرتے رہے قیامت کے دن انھیں ان کے سامنے اس پر علاوہ عذاب کے زبانی سرزنش بھی کی جائے گی تاکہ وہ نادم ہوں، حضرت عیسیٰؑ حضرت عزیرؑ اور فرشتے جن جن کی عبادت ہوئی تھی سب موجود ہوں گے اور عابد بھی سب اسی مجمع میں حاضر ہوں گے، اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ ان معبودوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں سے اپنی عبادت کرنے کو کہا تھا؟ یا یہ ازخود ایسا کرنے لگے؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سے بھی یہی سوال ہوگا، جس کا وہ جواب دیں گے کہ میں نے انہیں ہرگز اس بات کی تعلیم نہیں دی جیسا کہ تجھ پر خوب روشن ہے میں نے تو انہیں وہی کہا تھا جو تو نے مجھ سے کہا تھا کہ عبادت کے لائق فقط اللہ ہی ہے

یہ سب معبود جو خدا کے سوا تھے اور خدا کے سچے بندے تھے اور شرک سے بیزار تھے جواب دیں گے کہ کسی مخلوق کو ہم کو یا ان کو یہ لائق ہی نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کی عبادت کریں ہم نے ہرگز انہیں شرک کی تعلیم نہیں دی خود ہی انہوں نے اپنی خوشی دوسروں کی پوجا شروع کر دی تھی ہم ان سے اور ان کی عبادتوں سے بیزار ہیں ہم ان کے ان شرک سے بری الذمہ ہیں، ہم تو خود تیرے عابد ہیں، پھر کیسے ممکن تھا، کہ معبودیت کے منصب پر آجاتے؟ یہ تو ہمارے لائق ہی نہ تھا تیری ذات اس سے بہت پاک اور برتر ہے کہ کوئی تیرا شریک ہو، چنانچہ اور آیت میں صرف فرشتوں سے اس سوال جواب کا ہونا بھی بیان ہوا ہے نَتَّخِذَ کی دوسری قرأت نُتَّخَذَ بھی ہے یعنی کسی طرح نہیں ہو سکتا تھا نہ یہ ہمارے لائق تھا کہ لوگ ہمیں پوجنے لگیں اور تیری عبادت چھوڑ دیں، کیونکہ ہم تو خود تیرے بندے ہیں تیرے در کے بھکاری ہیں، مطلب دونوں صورتوں میں قریب قریب ایک ہی ہے ان کے بہکنے کی وجہ ہماری سمجھ میں تو یہ آتی ہے کہ انہیں عمریں ملیں کھانے پینے کو ملتا رہا بدمستی میں بڑھتے گئے یہاں تک کہ جو نصیحت رسولوں کی معرفت پہنچی تھی اسے بھلا دی تیری عبادت سے اور سچی توحید سے ہٹ گئے یہ لوگ تھے ہی بے خبر ہلاکت کے گڑھے میں گر پڑے، تباہ و برباد ہو گئے۔ بُوْرًا سے مطلب ہلاکت والے ہی ہیں جیسے ابن زبعری نے اپنے شعر میں اس لفظ کو اس معنیٰ میں باندھا ہے، اب اللہ تعالیٰ ان مشرکوں سے فرمائے گا لو اب تو تمہارے یہ معبود خود تمہیں جھٹلا رہے ہیں تم تو انہیں اپنا سمجھ کر اس خیال سے کہ یہ تمہیں خدا کے مقرب بنا دیں گے ان کی پوجا پاٹ کرتے رہے آج یہ تم سے کوسوں دور بھاگ رہے ہیں تم سے یکسو ہو رہے ہیں اور بیزاری ظاہر کر رہے ہیں جیسے ارشاد ہے وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝

یعنی اس سے زیادہ گمراہ کون ہے؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی چاہت پوری نہ کرسکیں بلکہ وہ تو ان کی دعا سے محض غافل ہیں اور محشر والے دن یہ سب ان سب کے دشمن ہوجائیں گے اور ان کی عبادتوں کے صاف منکر ہوجائیں گے۔ پس قیامت کے دن یہ مشرکین نہ تو اپنی جانوں سے عذاب خدا ہٹا سکیں گے اور نہ اپنی مدد کرسکیں گے نہ کسی کو اپنا مددگار پائیں گے تم میں سے جو بھی خدائے واحد کے ساتھ شرک کرے ہم اسے زبردست اور نہایت سخت عذاب کریں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب

اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ

کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی

فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ

چلتے پھرتے تھے، ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے کی آزمائش

فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۝ۧ

کا ذریعہ بنا دیا، کیا تم صبر کروگے؟ تیرا رب سب کچھ دیکھنے والا ہے

ع ۱۱ ۱۷

کافر جو اس بات پر اعتراض کرتے تھے کہ نبی کو کھانے پینے اور تجارت بیوپار سے کیا مطلب؟ اس کا جواب ہو رہا ہے کہ اگلے سب پیغمبر بھی انسانی ضرورتیں رکھتے تھے کھانا پینا ان کے ساتھ بھی لگا ہوا تھا، بیوپار تجارت اور کسب معاش وہ بھی کیا کرتے تھے یہ چیزیں نبوت کے خلاف نہیں، ہاں اللہ تعالیٰ عزوجل اپنی عنایتِ خاص سے انہیں وہ پاکیزہ اوصاف نیک خصائل عمدہ اقوال مختار افعال ظاہر دلیلیں اعلیٰ معجزے دیتا ہے کہ ہر عقل سلیم والا ہر دانا بینا مجبور ہوجاتا ہے کہ ان کی نبوت کو تسلیم کرے اور ان کی سچائی کو مان لے، اسی آیت جیسی اور آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا الخ یعنی تجھ سے پہلے بھی جتنے نبی آئے سب شہروں میں رہنے والے انسان ہی تھے اور آیت میں ہے وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ الخ ہم نے انہیں ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ کھانے پینے سے وہ آزاد ہوں، ہم تو تم میں سے ایک ایک کی آزمائش ایک ایک سے کرلیا کرتے ہیں تاکہ فرمانبردار اور نافرمان ظاہر ہوجائیں، صابر اور غیر صابر معلوم ہوجائیں تیرا رب دانا بینا ہے خوب جانتا ہے کہ مستحق نبوت کون ہے؟ جیسے فرمان ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ منصب رسالت کی اہلیت کس میں ہے؟ اسے خدا ہی جانتا ہے اسی کو اس کا بھی علم ہے کہ مستحق ہدایت کون ہیں؟ اور کون نہیں؟ چونکہ خدا کا ارادہ بندوں کا امتحان لینے کا ہے اس لئے نبیوں کو عموماً معمولی حالت میں رکھتا ہے ورنہ اگر انہیں بکثرت دنیا دیتا تو ان کے مال کی لالچ میں بہت سے ان کے ساتھ ہوجاتے تو پھر سچے جھوٹے مل جاتے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں خود تجھے اور تیری وجہ سے اور لوگوں کو آزمانے والا ہوں، مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے چاندی کے پہاڑ چلتے رہتے، اور صحیح حدیث شریف میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور بادشاہ بننے میں اور نبی اور بندہ بننے میں اختیار دیا گیا ہے آپ نے بندہ اور نبی بننا پسند فرمایا صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

الحمد للہ! اٹھارہواں پارہ پورا ہوا

ناشر:- مسعود پبلشنگ ہاؤس دیوبند (یوپی)